[illegible]

خطبات الحفیظ

جلد سوم

[illegible]

حضرت [illegible] ڈاکٹر حفیظ اللہ [illegible] مدنی

[illegible]

مخدوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن [illegible] بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

[illegible] عبدالستار صاحب [illegible]

مفتی [illegible]

ناشر

مکتبہ [illegible] جامعہ محمدیہ [illegible]

MOb:0301-3818440

خطبات الحفیظ جلد سوم [illegible] ناشر [illegible]

[illegible] خطبات الحفیظ

0301-3818440

علماء، طلباء، واعظین، سالکین کیلئے بیش بہا تحفہ

خُطباتُ الحفیظ

جلد سوم

قُطبُ الارشاد عارف باللہ

حضرت ڈاکٹر **حفیظ اللہ** مہاجر مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ

خلیفۂ مجاز

محیی الامت حضرتِ اقدس **مفتی محمد حسن** بانی جامعہ اشرفیہ لاہور

باھتمام	ترتیب وتدوین
... الستار صاحب مدظلہ ... الاسلام سکھر	مفتی عبدالرؤف رحیمی

... جامعہ محمدیہ عربیہ نوابشاہ

Mob: ...

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خطبات الحفیظ جلد سوم
باہتمام	:	حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ۔ مسجد باب الاسلام اناج بازار سکھر
ترتیب وتدوین	:	مفتی عبدالرؤف رحیمی۔ استاذِ حدیث جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ
اشاعت	:	فروری 2015ء۔ جمادی الاول ۱۴۳۶ھ

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ اسلامیات۔ 190 انارکلی اردو بازار لاہور۔
۲۔ دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔
۳۔ ادارۃ الانور۔ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
۴۔ قدیمی کتب خانہ۔ آرام باغ کراچی۔
۵۔ ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر 14۔
۶۔ مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر 14۔
۷۔ ادارۃ اشاعت الخیر بوہر گیٹ ملتان۔
۸۔ المکتبۃ العلمیۃ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا۔
۱۰۔ بھائی عبدالغفار صاحب سویوں والے اناج بازار سکھر۔
۱۱۔ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔
۱۲۔ مکتبۃ الحمد نزد چوک گھنٹہ گھر ملتان۔
۱۳۔ داؤد بک اسٹال گھنٹہ گھر سکھر۔
۱۴۔ نعیم جنرل اسٹور نشتر روڈ سکھر۔
۱۵۔ حافظ محمد مبین آپٹیکل نز...
۱۶۔ ادارہ تالیفات اش...

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

عرض مرتب وناشر

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ○ اما بعد!

قطب الارشاد، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ (خلیفہ مجاز محسن الامت حضرت مفتی محمد حسن امرتسریؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) اللہ تعالیٰ کے اُن برگزیدہ لوگوں میں سے تھے کہ جنہیں اللہ جل شانہ نے اصلاحِ خلق کے عظیم کام کیلئے منتخب فرمالیا تھا، اگرچہ ظاہر بین آپ کو ایک جسمانی معالج کے طور پر دیکھتے اور جانتے تھے، لیکن اہلِ معرفت اچھی طرح واقف تھے کہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ شیخ طریقت، عارفِ کامل اور ماہر روحانی معالج بھی تھے، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرجع الخلائق بنا دیا تھا اور آپ سے کسبِ فیض کرنے والوں میں عوام الناس کے علاوہ بڑی تعداد میں اہل علم وفضل بھی شامل تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ظاہری و باطنی تمام خوبیوں سے مالا مال فرمایا تھا مثلاً آپ منکسر المزاجی، متواضع، صبر، شکر، توکل، تفویض، رضا بالقضاء اور محبت الٰہیہ جیسی صفات کمال سے حقیقۃً متصف تھے، آپ اتباعِ سنت واتباعِ شریعت کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور اپنے تمام متعلقین ومتوسلین کو بھی اتباعِ سنت کی ہمیشہ تلقین وتعلیم فرماتے تھے۔

آپ اپنے متعلقین کی اصلاح وتربیت کیلئے وقتاً فوقتاً اصلاحی بیانات بھی فرمایا کرتے تھے (جن کے بارے میں کچھ تفصیل خطبات الحفیظ جلد اول

کے شروع میں استاذیم حضرت مولانا ارشاد احمد دامت برکاتھم کے مضمون میں آ
چکی ہے اور کچھ تفصیل خطبات الحفیظ جلد دوم کے شروع میں سیّدی حضرت مفتی
عبدالقادرؒ کے ایک مضمون میں آچکی ہے) اور آپ کے بیانات زیادہ تر فکر
آخرت، انابت الی اللہ، خوفِ خدا، حب الرسول، حب فی اللہ، اصلاحِ باطن
جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے سامعین کیلئے بے حد مفید ہوتے
تھے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے بلکہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی مقبولیت عنداللہ
اور اخلاص کی برکت ہے کہ آپ کے وہ بیانات کسی قدر کیسٹوں کے ذریعہ محفوظ
ہو گئے تھے اور آج وہ حضرت حاجی عبدالستار صاحب دامت برکاتھم (خلیفہ مجاز
حضرت ڈاکٹر صاحبؒ) کی توجہات اور کاوشوں کے نتیجے میں کتابی شکل میں
شائع ہو کر سامنے آرہے ہیں۔ قبل ازیں احقر مرتب کے ذریعہ ''خطبات الحفیظ
جلد اوّل اور خطبات الحفیظ جلد دوم'' شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ زیرِ نظر
خطبات الحفیظ جلد سوم حضرتؒ کے بیانات کا تیسرا مجموعہ قارئین کی خدمت
میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس جدید کاوش کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔ اس
جلد کی تیاری میں جتنے احباب شریک رہے ان سب کیلئے ہدایت و نجات کا
ذریعہ بنائے آمین یارب العالمین۔

احقر عبدالرؤف رحیمی

مدرس: جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

۳ جمادی الاوّل ۱۴۳۶ھ

اجمالی فہرست

تاثیر صحبتِ اہل اللہ	33
عشق مجازی اور اس کا علاج	75
اہل اللہ کی صفات	95
ازواج مطہرات کی دینداری	127
دین کے بنیادی شعبے اور ان کی اصلاح	161
''اہمیت دینی مدارس''	181
حبِ دنیا سے اجتناب اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام	195
صبر اور اس کا اجر و ثواب	220
موت یقینی ہے	237

فہرست

○	عرض مرتب و ناشر	3
○	تقریظ	21
○	مختصر سوانح حیات	25
○	فہرست خلفائے مجازین حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ	30
❖	تاثیر صحبتِ اہل اللہ	33
○	یہ سب چیزیں ایمان میں شامل ہیں	36
○	’’جتنی بھی نافرمانی کی باتیں ہیں سب چھوڑ دو‘‘	37
○	صادقین کی صحبت اختیار کرو	38
○	صحبتِ اہل اللہ کی تاثیر	39
○	انسان دوست کے دین پر ہوتا ہے	41
○	ایک شرابی پر تلاوتِ قرآن کی تاثیر کا واقعہ	42
○	نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم	45
○	’’نیک لوگوں کے قریب قبر کا ہونا بھی مفید ہے‘‘	46

○	نیک لوگوں کے قریب ہونا جنت کے قریب ہونا ہے	47
○	''حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی عجیب دعا''	48
○	نیک صحبت کی تاثیر سے ایمان کا تحفظ ہوتا ہے	49
○	''شاہ محمد اسحٰقؒ کے ایک شاگرد کا واقعہ''	49
○	''بدبو خوشبو سے بدل گئی''	52
○	حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک واقعہ	53
○	ایک کفن چور کا واقعہ	54
○	دوسرا واقعہ	55
○	حفظِ قرآن کا عجیب واقعہ	56
○	حضرت اجمیریؒ کی صحبت کی برکت سے لاکھوں کا مسلمان ہونا	57
○	ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا	57
○	انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی	59
○	ایک چرواہے کا سبق آموز واقعہ	60
○	بری صحبت کا نقصان	61
○	حضرت گنگوہیؒ کے مرید کی دینی پختگی	62
○	شیخ سعدیؒ کی کرامت کا واقعہ	63
○	ہر فن صاحب فن کی صحبت سے سیکھا جاتا ہے	65
○	''علم پر عمل نیک صحبت سے آتا ہے''	66

○	بے عمل عالم کی مثال	66
○	علم کے غلط استعمال کا ایک واقعہ	67
○	تجربہ کار کا علم صحیح ہوتا ہے تجربہ کار کا علم صحیح ہوتا ہے	68
○	امام ابو یوسفؒ کا ایک واقعہ	68
○	اہل اللہ کون ہوتے ہیں؟	69
○	آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل	71
○	بادشاہ کیا جانے حجامت کیسی ہوتی ہے	71
○	بزرگ وہ ہے جس کو اللہ والے بزرگ کہیں	72
○	اہل اللہ کی تین نشانیاں	72
○	نیک صحبت کی مثال	73
❖	عشق مجازی اور اس کا علاج	75
○	اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی سوچ کو بھی جانتے ہیں	77
○	''کمال یہ نہیں کہ گناہ کا تقاضا نہ ہو''	78
○	''کمال یہ ہے کہ تقاضا پر عمل نہ ہو''	79
○	''انسان آزاد نہیں ہے''	80
○	''عشق مجازی کا سبق آموز واقعہ''	81
○	''نفس کا مقابلہ کرنا ہے''	82
○	اللہ کی رضا کیلئے نفس کی ناگواری کو برداشت کرنا ہے	83

○	''بدنگاہی کا ایک علاج''	84
○	''دوسرا علاج''	86
○	''قیامت کے دن ہر ایک عضو سے سوال کیا جائیگا''	87
○	قیامت کے دن ہر شخص کا گناہ دکھایا جائے گا	87
○	''گناہ چھوڑنے کا نسخہ''	88
○	''دوسرا نسخہ''	89
○	تیسرا نسخہ	90
○	''کوشش نہ چھوڑو''	91
○	''سلطان محمود غزنوی کا واقعہ''	91
○	''جب گناہ ہو فوراً توبہ کرے''	93
○	''کامیابی کام سے ہوگی''	93
❖	**اہل اللہ کی صفات**	95
○	''تخلیق انسانیت کا مقصد''	97
○	اللہ کی معرفت کیسے حاصل ہو؟	98
○	نیک لوگوں کا راستہ صراط مستقیم ہے	98
○	باخبر بندوں کی صفات	99
○	پہلی صفت	100
○	دوسری صفت	100

○	تیسری صفت	101
○	اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے تقویٰ اور ایمان کا مجموعہ ہوتے ہیں	102
○	اللہ کے خاص بندوں کی شان	102
○	نیک لوگوں کو بوقت موت خوشخبری سنائی جاتی ہے	103
○	چوتھی صفت	104
○	پانچویں صفت	105
○	چھٹی صفت	106
○	ساتویں صفت	107
○	آٹھویں صفت	108
○	نیک لوگ اپنے اہل وعیال کو بھی دین پر چلاتے ہیں	109
○	اللہ تعالیٰ کی معرفت اللہ تعالیٰ کی تابعداری سے حاصل ہوتی ہے	110
○	نیک لوگوں کو جنت میں فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں	111
○	اللہ کے نیک بندوں سے عمل سیکھنا پڑتا ہے	112
○	اصلاحی تعلق کیلئے مناسبت ضروری ہے	114
○	جس وقت جو حکم ہو اس کو بجالانا عبدیت ہے	115
○	سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ	116
○	سچے لوگ اپنے اعضاء کو غلط استعمال نہیں کرتے	117
○	نیک لوگ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں	119

○	حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ کا ایک واقعہ	120
○	ہر چیز کو دیکھ کر اللہ یاد آتے ہیں	121
○	نیک عمل سے قرب حاصل ہوتا ہے	123
❖	**ازواج مطہرات کی دینداری**	127
○	''آیات مبارکہ کا شان نزول''	130
○	ازواج مطہرات کی سمجھداری	132
○	''وطن اصلی آخرت ہے''	133
○	''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے''	134
○	دنیا کی محبت کی مثال	134
○	ایک بزرگ کی بیوی کا عبرتناک واقعہ	135
○	ازواج مطہرات کی دینداری	137
○	غیر محرم سے بات کرنے کا ادب	138
○	''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نابینا صحابی سے پردہ کرانا''	139
○	پردہ کرنے کا طریقہ	140
○	حضرت فاطمہؓ کی شان	141
○	''ایک نوجوان کا تقوی اور دینداری''	143
○	''ایک سیب کے بدلہ میں ایک سال کی مزدوری''	145
○	غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا منع ہے	148

○	''ایک بزرگ کو پردے میں کوتاہی پر تنبیہ کا واقعہ''	148
○	''حضرت عمر کی دینداری''	150
○	''ایک نوجوان لڑکی کی دینداری اور تقویٰ''	152
○	والدین کے اعمال کا اولاد پر اثر ہونے کا واقعہ	153
○	ٹی وی اور گانے کے آلات تفریح یا عذاب کا سامان؟	155
○	''زنا کاری کی مختلف صورتیں ہیں''	156
○	گناہوں کی نحوست سے اولاد کا نافرمان ہونا	157
○	''دیندار کی موت آسان اور بے دین کی سخت ہوتی ہے''	158
○	''آج ہی فکر کر لے''	158
○	''اصل خوشی آخرت کی خوشی ہے''	159
❖	**دین کے بنیادی شعبے اور ان کی اصلاح**	161
○	آیات مبارکہ کا مفہوم	164
○	بزرگی کا معیار نیک اعمال ہیں	165
○	حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ	165
○	کیفیات مقصود نہیں عمل مقصود ہے	166
○	کیفیات کی مثال	168
○	کیفیات کی دوسری مثال	168
○	دین کے بنیادی شعبے پانچ ہیں	169

○	اچھے حالات محمود ہیں مقصود نہیں	170
○	کیفیات کی تیسری مثال	170
○	عرفی شاعر کا قول	171
○	بروز قیامت سب سے پہلے پانچ چیزوں کا سوال ہوگا	172
○	عمل کرنے والوں کا بڑا ہی اچھا بدلہ ہے	172
○	تسبیح اور حمد کا مطلب	173
○	ذکر اللہ جنت میں بھی ہوگا	174
○	سماع ناجائز کی مثال	176
○	جائز سماع سے کیا مراد ہے؟	176
○	سماع جائز کی دلیل	177
○	جنت میں فرشتوں کا ذکر اہل جنت کی لذت کیلئے ہوگا	178
○	عمل کا خلاصہ دین کے پانچوں شعبوں کی اصلاح کرنا	179
○	حضور ﷺ کا سب سے اونچا مقام عبدیت ہے	180
❖	''اہمیت دینی مدارس''	181
○	تمہید	183
○	اللہ تعالیٰ کو تمام کمالات میں یکتا ماننا ضروری ہے	184
○	تکوین اور تشریع دونوں چیزیں اللہ کا حق ہیں	185
○	ان آیات سے مقصود توحید کو ثابت کرنا ہے	185

○	دینی مدارس دینی علوم سکھاتے ہیں	185
○	نیا مدرسہ کھلنا دینی ترقی کی علامت ہے	186
○	دینی و عملی جلسے بھی مدارس کی ضرورت ہیں	186
○	مدارس کے ساتھ ہمدردی کی دو وجہ ہیں ایک مالی امداد	187
○	دوسری وجہ یہ کہ دین ہر مسلمان کی ضرورت ہے	187
○	اگر مدارس نہ ہوں تو مسائل شرعیہ کون بتائے گا؟	187
○	علماء کا کام اور کوئی نہیں کر سکتا	188
○	مدارس کا کام سب کا کام ہے	188
○	مدارس کے خلاف نکتہ چینی کرنے والوں کی مثال	189
○	مدرسہ میں خرابی ہو تو اصلاح کی جائے اس کو بند نہ کریں	189
○	ایک نشئی کا قصہ	190
○	مدارس پر نکتہ چینی کی دوسری مثال	190
○	دنیا میں ہم جو بھی معاملہ کریں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے	191
○	جس کام میں نفسانیت آگئی وہ اللہ کیلئے نہیں ہوگا	191
○	جو بات اللہ کیلئے ہو اس سے دل آزاری نہیں ہوتی	192
○	اصلاح کی بات میں خلوص کی نشانی	192
○	اصلاح میں خلوص کی دوسری نشانی	193
○	خلوص کی تیسری نشانی	193

○	ہمارا کام نصیحت کرنا ہے ذہن میں ڈالنا اللہ کا کام ہے	193
○	جو کام کرو خلوص سے کرو	194
○	دین اسلام خلوص سے پھیلا ہے	194
❖	حبِ دنیا سے اجتناب اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام	195
○	تمہید	198
○	آیات مذکورہ کا شانِ نزول	198
○	دنیا کی زیب وزینت حضور ﷺ کو پسند نہیں تھی	199
○	دل میں اللہ اور رسول کی محبت ہو	200
○	اپنے دل کی خوشی کیلئے زیب وزینت جائز ہے	201
○	حب دنیا کا غلبہ ہو تو آخرت بھول جاتی ہے	201
○	ہر وقت اللہ کو راضی کرنے کا دھیان ہونا چاہئے	202
○	گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے	203
○	حضرت عمرؓ کے دور کی نیک سیرت لڑکی کا واقعہ	204
○	ساتویں پشت تک نیکی کی برکت پہنچنے کا واقعہ	205
○	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی دینداری	206
○	عورتیں خود کو نیکی کی طرف مائل کریں	206
○	قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا	207
○	عورتیں پردہ کا اہتمام کریں	208

○	جب عورت نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے	208
○	پردہ کے متعلق قرآن کا حکم	208
○	پردے کا مطلب	209
○	نابینا سے بھی پردہ ہے	209
○	حضرت فاطمہ کو پردے کی فکر	209
○	پردہ حیا کی حفاظت کیلئے ہے	210
○	ایک صالح نوجوان کا واقعہ	211
○	ایک سیب کی معافی کیلئے دو سخت شرطیں قبول کرلیں	212
○	تقویٰ کی برکت سے نیک بیوی مل گئی	213
○	ماں باپ نیک ہوں تو اولاد بھی نیک ہوتی ہے	214
○	ایک نیک عورت کے حسن خاتمہ کا واقعہ	215
○	اذان کی فضیلت	216
○	اذان کے بعد کی دعا اور اس کی فضیلت	216
○	اذان کے بعد کی دعا کی برکت سے خاتمہ ایمان پر ہوگا	217
○	یہ دنیا چند روزہ ہے	217
○	نافرمان کی قبر جہنم کا گڑھا ہے	218
○	ایک عبرتناک واقعہ	218
○	قبر میں سانپ بچھو کا عذاب	219

○	عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کو سنوارے	219
❖	صبر اور اس کا اجر وثواب	220
○	صبر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہوگا	223
○	صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے	224
○	صبر کے معنی	224
○	صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے	225
○	سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء پر آئی ہیں	226
○	مصیبت ضرور آئے گی	227
○	ایمان کے دو حصے ہیں صبر اور شکر	227
○	صبر کا ثواب جنت ہے	228
○	صبر والوں کیلئے خوشخبری	228
○	ہم اور ہماری سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں	228
○	جس کو حادثہ پیش آئے اس کی تعزیت کرنا	229
○	ہر چھوٹی بڑی مصیبت پر ثواب ملتا ہے	229
○	بچوں کی وفات پر صبر سے والدین کی مغفرت	230
○	غم اور مصیبت سے تواضع پیدا ہوتی ہے	232
○	میاں مظفر حسین کی تواضع کا واقعہ	232
○	اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو محبوب بنا لیتے ہیں	234

○	جو ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے	234
○	ایمان کی صفات	235
○	خواجہ عزیز الحسن مجذوب کا واقعہ	236
○	خلاصۂ وعظ	236
❖	موت یقینی ہے	237
○	موت تو آکر رہتی ہے	239
○	حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ کی اہلیہ کی وفات اور تدفین کا واقعہ	240
○	میت کا جہاں انتقال ہو وہیں دفن کرنا چاہئے	241
○	غیر وطن میں فوت ہونے والے کی قبر میں فراخی	242
○	موت مؤمن کیلئے تحفہ ہے	242
○	بوقت وفات نیک شخص کیلئے تین پیغامات	243
○	نیک آدمی کیئے جنت کی خوشخبری	244
○	حضرت مولانا فقیر محمد کا عجیب خواب	244
○	اللہ کے مقبولین کی روحیں جنت میں چلی جاتی ہیں	245
○	ملک الموت کا مؤمنین کیلئے خوب صورت اور کفار کیلئے خوفناک شکل اختیار کرنا	245
○	ہر مومن کی روح کے ساتھ نرمی ہوتی ہے	246
○	نیک روح کا ساتوں آسمانوں پر استقبال ہوتا ہے	246

قبر کے تین سوالات اور انکے جوابات	247
عالمِ دنیا اور عالمِ برزخ کی مثال	248
تاحدِ نگاہ قبر کا وسیع ہونا	249
جو آخرت کی تیاری کرتا ہے اس کیلئے نیک بختی ہے	249
مراقبۂ موت	250
ملک الموت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات	252
ملک الموت کی حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات	252
ہر شخص کی موت قریب آ رہی ہے	253

تقریظ

از حضرت مولانا محمد عتیق الرحمن صاحب مدظلہ ۔ لاہور

خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وخاتم النبیین وعلی الہ وازواجہ واصحابہ واتباعہ اجمعین اما بعد۔

حضرت الحاج عارف باللہ ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ دینی حلقوں میں آپ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں البتہ نسل نو کے لیے مفید معلوم ہوتا ہے کہ چند کلمات قلم بند کردیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نافع بنا کر شرف قبولیت سے نواز دیں۔ آمین

ڈاکٹر اور بزرگ:

لوگ عموماً صرف بوڑھے کو بزرگ کہنے لگ جاتے ہیں مگر حقیقت میں یہاں بزرگی سے مراد ولایت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا خاص مقرب بندہ اور پھر ڈاکٹر ہو کر ایسا مقرب بندہ کہ عاجزی کا پیکر ہو۔ حضرت ڈاکٹر صاحب میں عاجزی ایسے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی یوں لگتا تھا کہ بہت سے بزرگوں کی عاجزیاں ان میں جمع ہیں اور یہ مجموعہ عاجزی ہیں۔

حضرت کے بیانات کی خصوصیات:

حضرت کے بیانات الحمدللہ بہت سننے کا موقع ملا حضرت کا ایک ایک بیان بلکہ ہر بیان کا ایک ایک جملہ ایسے لگتا تھا کہ دل سے نکل رہا ہے۔ اور دل کو لگ رہا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ کے بیانات سنے مگر حضرت ڈاکٹر صاحب کے بیان کی بات ہی کچھ اور تھی۔ حضرت کے بیانات کی اہمیت کا اندازہ آپ ان چند باتوں سے لگائیے۔

۱۔ نپے تلے جملے ہوتے۔

۲۔ اخلاص و عاجزی سے بھرے ہوئے جملے ہوتے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ہر موضوع سے جھلکتی تھی۔

۴۔ واقعات اس انداز میں بیان فرماتے کہ جیسے ابھی واقعہ ہوا۔ دل پر اثر ہوتا۔

۵۔ علماء کرام اور مدارس دینیہ کی بہت قدر فرماتے۔

۶۔ کسی مدرسے میں بیان کرنے سے قبل بہت مرتبہ یہ سوچتے کہ میں اس کا اہل نہیں چناں چہ اپنی عاجزی کی وجہ سے بڑے بڑے مدارس میں بیان نہیں فرماتے تھے۔ اسی لئے آپ نے بیسیوں بار تشریف لانے کے باوجود جامعہ اشرفیہ لاہور میں بیان نہیں فرمایا۔

۷۔ گھنٹہ سے بھی زیادہ بیان فرمایا کرتے مگر آنکھیں بند یا جھکی رہتیں یہ سب عاجزی کی جھلک ہے۔

۸۔ بیان کے دوران جوش میں نہ آتے غصہ میں نہ آتے اور پورے بیان میں ایک جیسی آواز اور ایک جیسا لہجہ رہتا۔

۹۔ بیان سے پہلے دعائیں مانگ کر بیان فرماتے کہ یا اللہ تکبر اور ریا سے بچائیے۔ عاجزی اور اخلاص سے بولنا نصیب کیجئے اور اے اللہ! القائے غیبی سے نواز دیجئے غلطی ہونے سے بچالیجئے بات میں اثر ڈال دیجئے اور قبول فرمالیجئے۔

۱۰۔ آپ کے صرف بیان میں ہی عاجزی نہیں تھی بلکہ ہر جگہ ہر موڑ پر ہر ایک سے گفتگو میں عاجزی جیسی آواز ہوا کرتی تھی۔

ہر ایک کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے اپنے آپ کو بہت چھوٹا سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہیں ہی، جس کو بھی چاہیں اپنی طرف کھینچ لیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب ڈاکٹری میں ماہر ہونے کے باوجود زندگی بھر عاجزی اختیار کئے رہے یہ ہمارے لئے بہت بڑی مثال اور نمونہ ہے۔

چنانچہ اب حضرت تو پردہ فرماگئے ہیں مگر ان کے بیانات موجود ہیں ان کے تین صاحبزادے اور ایک داماد ماشاء اللہ تعالیٰ حیات ہیں وہ بھی اس دور کے لئے عمدہ نمونہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا مفتی عبدالرؤف رحیمی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے حضرت کے بیانا عوام تک پہنچانے کا انتظام فرمایا اور جملہ

معاونین کی کاوشوں کو قبول و منظور فرماوے اور اس تحریر کے راقم (احقر محمد عتیق الرحمن یکے از خدام حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ) کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات پر چلا کر کامیاب فرماویں۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ
علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

مختصر سوانح حیات

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت باسعادت ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق ۷ جولائی 1918ء کو اس وقت کے آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کی سرحد پر آزاد کشمیر کے ایک گاؤں ''متیانوالہ'' میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم موجودہ مقبوضہ کشمیر کے ایک گاؤں ''مناور'' میں حاصل کی۔ یہ دونوں گاؤں قریب قریب تھے۔ میٹرک کمالیہ (پنجاب) سے کیا۔

میڈیکل میں داخلے سے پہلے حضرت کے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو قرآن مجید کا ترجمہ تفسیر، مشکوٰۃ شریف اور گلستان بوستان سعدی پڑھا دی تھیں۔ ڈاکٹری کی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ 1940ء میں وہاں سے فراغت کے بعد اسی کالج کے ہسپتال میں ایک سال کام کیا اور پھر ریلوے میں بحیثیت میڈیکل افسر تعینات ہوئے۔ ریلوے کی ملازمت کے دوران انبالہ دہلی رہنا ہوا اور بعد میں بلوچستان کے ایک دور افتادہ قصبہ ''احمد وال'' میں قریباً چار سال گزارے۔

منجانب اللہ کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ملازمت جاری رکھنے پر طبیعت آمادہ نہ ہوتی تھی۔ احباب سے مشورے ہوئے اور اپنے والد بزرگوار سے بھی مشاورت ہوئی۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اس بارے میں استفسار کیا گیا۔ اسی دوران حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک رفیق جو

اس وقت سکھر میں ریلوے کے ایک اہم عہدہ پر تعینات تھے انہوں نے ازخود سکھر میں مطب اور مکان بغیر کسی اطلاع اور ایما کے خرید لیے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو جب علم ہوا تو انہوں نے یہ بات حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور اپنے والد صاحب کے سامنے رکھی دونوں حضرات نے فرمایا یہ انتظامات منجانب اللہ ہوئے ہیں اس لیے ملازمت چھوڑ کر سکھر میں سکونت اختیار کرلیں اور وہیں اپنا نجی مطب کریں۔ اگرچہ یہ بہت مشکل فیصلہ تھا مگر بزرگوں کا فرمان تھا حضرت نے من وعن تسلیم کیا اور اس طرح 1948ء میں حضرت کا سکھر میں ورود ہوا۔ یہاں حضرت بالکل تنہا تھے۔ جگہ سے بھی واقفیت نہ تھی لوگوں سے شناسائی نہ تھی۔ مکان اور مطب کے قرضہ کا بار الگ۔ شروع کے کئی سال بہت مشکل اور تنگی اور عسرت میں گزرے مگر حضرت نے صبر اور استقامت کا دامن نہ چھوڑا۔ اس دوران مسلسل اپنے شیخ کو حالات کی اطلاع کرتے رہے اور مشوروں پر عمل کرتے رہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۶﴾ بفضلہ تعالیٰ حالات بدلنے شروع ہوگئے۔

سکھر کے اس دورِ اوّلین میں اپنے وجدان سلیم الطبع فطرت اور طبعی تقاضے کی بناء پر سکھر اور اس کے گردونواح میں اہل اللہ اور علمائے حق کی جستجو فرماتے رہے۔ حسنِ اتفاق سمجھیے بلکہ یہ کہ خامہ تقدیر نے یوں ہی لکھا تھا کہ اس شہر سکھر اور اس کے اطراف میں حضرت تھانویؒ کے مجازین خلفا اور متوسلین سے

نیابت حاصل ہوگئی اپنے مسلک اور مشرب اور ذوق کے حضرات سے ملنے کے بعد حضرت کو سکون اور اطمینان قلبی حاصل ہوگیا۔ اب حضرت کو عین الیقین ہوگیا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو مشورہ سکھر میں سکونت کے لیے دیا تھا وہ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید کا مصداق تھا۔

اس کے بعد سکھر کی روحانی طور پر بنجر زمین کو کس طرح سینچا گیا اور کیسے اس چمن کی آبیاری کی گئی کیا کیا گلہائے رنگا رنگ کھلے کتنوں نے اس کی خوشبو سے مشام جان معطر کیا اس کو ایک عالم نے دیکھا۔ سینتالیس 47 سال حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ذات گرامی اس چمن سکھر میں روح پھونکتی رہی جب حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سکھر شہر کو خیر باد کہہ کر مستقل سکونت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت کے دل میں حرمین شریفین کی محبت اشدیت کے ساتھ تھی۔ مگر اس کو رازِ نہاں کی طرح چھپائے رکھا کبھی کبھی اس محبت کی جھلک دیکھنے میں آتی خصوصا حج کے موقعہ پر۔ 1980ء کی دہائی سے ہی بہت سے لوگوں نے مشورے دینے شروع کردیئے تھے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں نے وہاں بلانے اور سکونت کے لیے اصرار کیا مگر ہر مرتبہ یہی فرماتے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اس مقدس سرزمین پر رہ سکوں وہاں کے حقوق اور آداب بہت زیادہ ہیں مجھ سے ادا نہ ہو پائیں گے اس لیے ہمت نہیں پڑتی۔

آخر میں غیبی انتظامات کچھ ایسے ہو گئے کہ حضرت نے فرمایا کہ اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور منشا یہی ہے۔ احقر کے ذمہ کسی کی کفالت کے حقوق واجبہ بھی ایسے نہیں ہیں۔ بچوں کی والدہ انتقال کر چکی ہیں بچے بھی سب اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہیں ان کی طرف سے بھی یکسوئی ہے۔ احقر کی کوشش کے بغیر اقامہ بھی لگ گیا ہے اور کچھ لوگوں کو اشارات غیبی ایسے ملے ہیں۔ کہ اب اگر انکار کروں تو اس میں بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے یوں حضرت نے ترک وطن اور سکونت دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ فرمالیا۔ تقریباً پانچ سال مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور 19 فروری 2000ء بمطابق ۱۳ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ بروز ہفتہ مدینہ منورہ کے وقت کے مطابق دن کے قریباً دس بجے دارِ فانی سے کوچ فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور داعی اجل کو لبیک کہا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم کہ بہار آخر شد

(ماخوذ از مجالس حسنہ جلد اوّل)

اولاد

حضرت کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب خلیفۂ مجاز حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ (گنگارام ہسپتال شعبہ چشم لاہور) دوسرے جناب حبیب اللہ صاحب خلیفۂ مجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ (پوسٹ بکس 23۔ گجرات) تیسرے جناب ڈاکٹر کریم اللہ مکی صاحب خلیفۂ مجاز حضرت نواب نصرت علی صاحبؒ (سول ہسپتال شعبہ میڈیسن کراچی) چوتھے حضرت ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب خلیفۂ مجاز حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحبؒ (دارالشفاء۔ سکھر)

بڑی بیٹی وزیر آباد میں اور حضرت کے داماد کا پتہ (منیر کلاتھ ہاؤس مین بازار وزیر آباد ضلع گوجرانوالا) دوسری بیٹی لاہور میں، ان کے شوہر ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب خلیفۂ مجاز حضرت مفتی عبدالحکیم صاحبؒ اور حضرت والا ڈاکٹر صاحبؒ۔

(اضافہ از مرتب)

فہرست خلفائے مجازین

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(مندرجہ ذیل تحریر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے)

اصلاح باطن فرض ہے اور اس کی فکر کرنا اور رکھنا ضروری ہے تاکہ تکمیل ہو سکے لہٰذا سالکین سبیل جن کا اصلاحی تعلق مجھ سے ہے ان سے گزارش ہے کہ احقر کے مجازین مندرجہ ذیل میں سے کسی سے اصلاح کا تعلق قائم کرلیا جائے۔ اُمید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔

۱۔ مولوی سید عبدالقدوس صاحب سرانان والے۔

۲۔ حاجی عبدالستار صاحب معرفت محفوظ میڈیکو اناج بازار سکھر۔

۳۔ قاری دین محمد صاحب مہتمم مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ چنیوٹ۔

۴۔ حاجی عبداللہ اشرفی صاحب، میڈیکل سٹور محلہ ڈاگئی طوطکاں مالاکنڈ ایجنسی صوبہ سرحد۔

۵۔ مولوی ارشاد احمد صاحب، استاذ الحدیث دار العلوم عیدگاہ کبیر والہ، ضلع خانیوال۔

۶۔ محمد حسن امام صاحب، پوسٹ بکس نمبر 885 مکہ مکرمہ۔

۷۔ مولانا فضل الرحیم صاحب، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

۸۔ مولوی محمد عتیق الرحمن، مدرس و ناظم جامعہ عبداللہ بن عمر 23 کلومیٹر فیروز پور روڈ، گجومتہ نزد کاہنہ نو، لاہور۔

تجدید اجازت

کچھ حضرات جو خود بھی صاحب کمالات ہیں اور اکابرین سلسلہ کے مجاز بھی ہیں کچھ عرصہ سے مجھ سے ان کا تعلق رہا ہے ان پر پورے اطمینان کی وجہ سے اپنی طرف سے بھی ان کو احیائے سلسلہ کی خاطر بیعت و تلقین کی اجازت دی ہے ان سے بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

۱۔ جناب مفتی عبدالرؤف صاحب، دارالعلوم کراچی
(خلیفہ مجاز مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

۲۔ جناب ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب، مکان نمبر 22 گلی نمبر 19 رتن سٹریٹ بیرون چوبچہ دھرم پورہ لاہور۔
(خلیفہ مجاز حضرت مفتی عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سکھروی)

۳۔ جناب مولانا محمود اشرف صاحب، دارالافتاء دارالعلوم کراچی۔
(خلیفہ مجاز حاجی محمد شریف صاحبؒ ملتان)

تاثیر صحبتِ اہل اللہ

نیز جناب حضرت صوفی محمد سرور مدظلہ، کے مجاز حضرت مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ سے دیرینہ تعلقات کی وجہ سے ان کے حالات کا علم ہے کہ وہ بھی اس فن کو خوب سمجھتے ہیں اور مجھے کافی اطمینان ہے لہٰذا جو سالک چاہے ان سے بھی اصلاحی تعلق قائم کر کے صحیح رہنمائی حاصل کرسکتا ہے۔

دستخط

احقر حفیظ اللہ غفرلہٗ

درج ذیل حضرات کا انتقال ہو چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۔ مولوی سید عبدالقدوس صاحب سراناں والے۔

۲۔ قاری دین محمد صاحب مہتمم مدرسہ فتح العلوم ریلوے روڈ چنیوٹ۔

اللہ تعالیٰ ہم پسماندگان کو صحیح فہم دین عطا فرمائے عقلِ سلیم سے نوازے پورے اخلاص کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ دنیا وآخرت سنوار دے اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے بزرگوں کے ساتھ جمع فرمائے۔

آمین ثُمَّ آمین بِحَقِّ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

(ماخوذ از مجالسِ حسنہ جلد اوّل)

اور حضرت مفتی عبدالقادر صاحب ؒ کا بھی وصال ہو چکا ہے۔ (از مرتب)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

تاثیرِ صحبتِ اہل اللہ

مؤرخہ 01-09-1992 بوقت صبح

خطبۂ مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّلَہٗ۔ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا۔

اَمَّا بَعۡدُ. فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾

یہ سب چیزیں ایمان میں شامل ہیں

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ایمان والوں کو مخاطب فرمایا ہے۔ ایمان والوں سے خطاب کرتے ہیں۔ ایمان والے وہ ہوتے ہیں جو اللہ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں، اسی طرح فرشتوں کا اقرار کرتے ہیں اور آسمانی کتابوں کا اقرار کرتے ہیں اور جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آئے ہیں سب کو مانتے ہیں، دل سے یقین کرتے ہیں اور جتنے بھی انبیاء علیہم السلام آئے ان کو بھی مانتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت کے دن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور اس پر بھی ایمان اور یقین لاتے ہیں کہ ہمارا حساب ہونے والا ہے۔ ایک ہیں حق تعالیٰ جل شانہ، انہوں نے اپنے پیغامات بھیجے فرشتوں کے ذریعے جو پیغام ہے وہ کتابیں ہیں، جس پر پیغام آیا وہ ہیں انبیاء علیہم السلام اور کیا کرنا ہے، انہوں نے سمجھایا، بتایا یہ کام کرنے ہیں، کتابوں میں یہ بیان فرمایا اور یاد رکھو اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی آنیوالی ہے اس میں اس سے پہلی زندگی کا حساب لیا جائے گا، آخرت کے دن، پھر فیصلے ہوں گے، حساب کے بعد یا اچھی جگہ جانا پڑے گا یا بری جگہ جانا پڑے گا تو یہ ایسا ایک تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، سے فرشتے، فرشتوں سے کتابیں، کتابوں سے انبیاء علیہم السلام، انبیاء علیہم السلام سے کتابوں کے علم پر عمل کہ عمل کا نتیجہ آخرت میں حساب، آخرت میں

دن بھی ہے حساب بھی ہے پھر فیصلہ ہونے کے بعد کہاں جانا ہے جنت ہے یا دوزخ۔ تو ایمان میں یہ سب چیزیں شامل ہیں۔

”جتنی بھی نافرمانی کی باتیں ہیں سب چھوڑ دو“

تو حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں جب تم ایمان لے آئے تو میرا تمہارے ساتھ ایک خاص تعلق ہو گیا اس تعلق کو اور مضبوط کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ اور نیک کام کرو، اتَّقُوا اللّٰہ تقویٰ اختیار کرو۔ جتنی بھی نافرمانی کی باتیں ہیں سب چھوڑ دو اور جتنی فرمانبرداری کی باتیں ہیں سب اختیار کرو، تقویٰ کا مطلب یہی ہوتا ہے اللہ کا خوف، اللہ کا ڈر اس کی وجہ سے انسان گناہوں کو چھوڑتا ہے، نافرمانی نہیں کرتا ہے، نافرمانی نہ کرکے، گناہ چھوڑ کر انسان کو دوزخ سے بچنا نصیب ہو جاتا ہے، دوزخ سے حفاظت ہو جاتی ہے، دوزخ تو گناہ گاروں کے لئے بنائی گئی ہے، نافرمانوں کیلئے بنائی گئی ہے، باغیوں کیلئے، سرکشوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ تو حق تعالیٰ جل شانہ ایمان والے بندوں کو، مخاطب کرکے فرماتے ہیں دیکھو تم تقویٰ اختیار کرتے رہنا، ہمیشہ میری فرمانبرداری کرتے رہنا، میری نافرمانی نہ کرنا، نیکیوں میں وقت گزارنا، گناہوں سے بچنا، نافرمانی سے بچنا۔

صادقین کی صحبت اختیار کرو

اور اس کا طریقہ کیا ہے وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾ اس کا طریقہ یہ ہے کہ میرے سچے بندے ہیں ان کے ساتھ رہا کرو، ان کی مجلس میں جایا کرو، ان سے باتیں پوچھا کرو، ان کے ساتھ تعلق قائم کرو اور صادقین کون ہوتے ہیں؟ جن کا قول فعل عمل سچا ہو، ان کے حالات بھی سچے ہوں کسی ان کے عمل میں، قول میں، فعل میں، حالات میں جھوٹ نہ ہو سچا ہو اور ایک صدق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو عمل ہو اس کو کمال درجہ تک پہنچانا یہ صدق ہے اور ایسا کرنے والا صادق ہے۔ صادقین فی الاقوال، صادقین فی الاعمال، صادقین فی الاحوال صادقین فی الافعال۔ ایسے میرے بندے جو ہیں، سچے ہیں عمل میں بھی سچے ہیں، کام میں بھی سچے ہیں، باتوں میں بھی سچے ہیں، حالات بھی انکے سچے ہیں یہ لوگ ہیں جن سے تم کو نصیب ہوگا گناہوں سے بچنا اور نیکی کرنا اور یہ کرو گے تو ایمان تمہارا مضبوط ہوگا تو ایمان کو مضبوط کرنے کیلئے یا ایمان کے تحفظ کیلئے، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا چاہئے جب انسان نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے جن کی تعریف بیان کی گئی ہے صادقین فی الاقوال، صادقین فی الافعال، صادقین فی الاعمال، صادقین فی الاحوال۔

صحبتِ اہل اللہ کی تاثیر

ان لوگوں کے پاس جاتا آتا رہے تقویٰ نصیب ہوتا ہے، گناہوں سے بچنا نصیب ہوتا ہے، آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، آہستہ آہستہ، معلوم ہوتے ہوتے اپنے عیوب نظر آنے شروع ہوجاتے ہیں، میرے اندر یہ بھی عیب ہے، میرے اندر یہ بھی عیب ہے، میرے اندر یہ بھی عیب ہے، آدمی کسی کے پاس جائے آئے نہیں تو اپنے عیب بھی اچھے نظر آتے ہیں جب اللہ والوں کے پاس آتا جاتا رہتا ہے تو اپنے عیوب کا علم ہوتا رہتا ہے، میرے اندر یہ بھی ہے، یہ بھی برائیاں ہیں یہ بھی گناہ کی بات ہے، چھوڑنا چاہئے مجھے۔ اس لئے کہ آخرت کی فکر لگ جاتی ہے۔ تو اس طرح عقائد بھی درست ہوجاتے ہیں، ایمان بھی پکا ہوجاتا ہے اور دین کے اندر جو شبہات پیدا ہوتے ہیں، بزرگوں کے پاس جاتا رہے آتا رہے ملتا رہے، نیک لوگوں کے مواعظ پڑھتا رہے ان کے ملفوظات پڑھتا رہے، نیک لوگوں کی مجلس میں جاتا آتا رہے تو دین کے متعلق جتنے بھی شبہات ہیں یہ بھی دور ہوجاتے ہیں اور اعمال جو ہیں ان کی عادت پختہ ہوجاتی ہے کیونکہ ایمان پختہ ہوتا چلا جاتا ہے، فکرِ آخرت بڑھتی چلی جاتی ہے گناہوں سے بچتا چلا جاتا ہے پھر دین کے اعمال پکے ہونے شروع ہوجاتے ہیں، اعمال کے اندر رسوخ ہوجاتا ہے، اعمال کے اندر بڑا پختہ ہوجاتا ہے انسان اور پھر ساتھ یہ ہوتا ہے کہ دل بڑا مضبوط ہوجاتا ہے، ہم لوگوں کے

دل ذرا کچے ہیں ماحول دیکھا تو ویسے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ لگا تار اللہ والوں کی صحبت میں آتا جاتا رہے تو دل پھر بڑا مضبوط ہو جاتا ہے۔ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ تو پھر ملامت کرنے والوں کی ملامت سے ان کو ڈر نہیں لگتا پھر جو مرضی ملامت کرتے رہیں میں تو اپنے یار کی طرف جاؤں گا انکی جو مرضی کہتے رہیں اس دنیا میں کسی کا کسی سے تعلق ہوتا ہے لوگ گالیاں دیتے ہیں وہ کہتا ہے جو مرضی تم کہو میں تو جاؤں گا وہاں اسی طرح اللہ والا جو ہے وہ کہتا ہے۔ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ اللہ والا جو ہے وہ کسی کی ملامت سے ڈرتا نہیں ہے، دل مضبوط ہو گیا۔ ایمان پکا ہو گیا۔ اس کو ایک دھن ہے، ایک دھیان ہے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ تو دل مضبوط ہو جاتا ہے اور یہ تجربہ ہے کہ نیک صحبت سے دین سنور جاتا ہے، دنیا میں بڑے بڑے واقعات ہیں، بڑے بڑے حالات دیکھنے میں آتے ہیں دین نیک صحبت سے صحیح ہو جاتا ہے۔ آپ دیکھ لیں تبلیغی جماعت والے ہیں ہمارے نوجوان جاتے ہیں کچھ دن لگاتے ہیں دیکھتے ہیں دینی ماحول ہے وہاں نمازیں بھی وقت پر پڑھ رہے ہیں، تسبیحات بھی ہیں، کھانا کھاتے ہیں سنت کے مطابق کھاتے ہیں، وضو کرتے ہیں سنت کے مطابق کرتے ہیں۔ اسی طرح جتنے بھی کام ہیں سفر میں کیا کرنا چاہئے، سنت کی باتیں بتاتے ہیں سنت پر عمل ہوتا ہے۔ ایک ماحول بن جاتا ہے بعض نوجوانوں کے عقائد، اعمال درست ہو جاتے ہیں دین کی لگن لگ جاتی

ہے آپ نے اکثر دیکھا ہوگا آزاد ہوتے ہیں اس دین کے کام میں لگنے سے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

نیک صحبت سے انسان نیک بن جاتا ہے، بری صحبت سے انسان برا بن جاتا ہے۔

انسان دوست کے دین پر ہوتا ہے

آپ کو معلوم ہے کہ آج کل تو گھر گھر میں بری صحبت ہو گئی ہے، خود بھی ہم برے ہیں پھر ٹیلی ویژن ہے، وی سی آر ہے، برے فحش گانے سنے جا رہے ہیں، ہارمونیم ہے۔ جو اللہ سے غافل کرنے والی چیزیں ہیں۔ پہلے ہوتا تھا ہمارے بچے کسی دوسرے محلے میں گئے کچھ شرارتی بچے ہیں ان کی صحبت میں بیٹھ بیٹھ کے، ہم کہتے ہیں کوئی برا ساتھی مل گیا برا ہو گیا، ہمارا بچہ۔ پھر محلے میں برے بچے مل گئے کہتے ہیں جی میرے لڑکوں کے ساتھ بیٹھتا ہے برا ہو گیا۔ تو صحبت کا اثر ہوتا ہے اور گھر میں جب ہم روزانہ بے حیائی کے پروگرام سنیں، بے پردگی ہے، عریانی ہے، فحاشی کی باتیں سامنے آتی رہیں تو ہمارا دین محفوظ کہاں رہے گا؟ ہماری غیرت اور شرم کہاں محفوظ رہے گی؟ ہمیں نیک اعمال کا کہاں خیال آسکتا ہے؟ اسی کے بجائے دینی مذاکرات گھر میں ہوں، اللہ اور

اللہ کے رسول کی باتیں بتائی جائیں، اللہ والوں کے حالات بتائے جائیں، دینی کتابیں پڑھ کے بتایا جائے یا سنا جائے تو دینی تعلق بڑھ جائے گا بے حیائی کے پروگرام سنیں سنائیں گے تو بے حیائی بڑھے گی، نیکی کی باتیں سنیں سنائیں گے تو نیکی آئے گی اور یہاں ہمیں بھیجا گیا ہے نیکی کیلئے اور بے حیائی سے تو منع کیا گیا ہے تو نیک صحبت سے انسان نیک بن جاتا ہے بری صحبت سے برا بن جاتا ہے۔ اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ یُّخَالِلُ اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ انسان جو ہے جیسا اس کا دوست ہوتا ہے ویسا اس کا دین بن جاتا ہے، اثرات لے لیتا ہے۔ دونوں میں، برے اثرات، زہریلے اثرات، برے دوست کے آجاتے ہیں اور نیک دوست کے اچھے اثرات آجاتے ہیں۔

ایک شرابی پر تلاوتِ قرآن کی تاثیر کا واقعہ

ایک دفعہ ایک جگہ ایک بڑا رئیس تھا، روزانہ رات کو شراب پینا، گانے سننا ساری رات یہ بد بخت مست ہو کر گانا سنتا رہتا تھا۔ یہی ساری رات کا شغل ہوتا تھا اس کا اس کے قریب ایک اللہ والے کی، نیک بخت کی جھونپڑی تھی۔ اس کو اپنی دھن لگی ہوئی تھی۔ اس شرابی کو شراب میں اور گانوں میں مزا آتا تھا اس اللہ والے کو قرآن مجید میں مزہ آتا تھا۔ ذوق ہے اپنا، اچھا ذوق بنالے یا برا ذوق بنالے، فانی ذوق بنالو، باقی ذوق بنالو، اللہ تعالیٰ کے مطابق ذوق بنالو یا

اللہ کے دشمن شیطان کے مطابق ذوق بنالو یہ مرضی اپنی ہوتی ہے۔ وہ اس میں مست ہے۔ اللہ والا اپنے گھر میں نفلیں پڑھ رہا ہے، قرآن مجید پڑھ رہا ہے نفلوں میں قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ ترتیل کے ساتھ بڑی تجوید کے ساتھ اللہ کا خوف سامنے ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت سامنے رکھ کر قرآن مجید پڑھ رہا ہے، روزانہ اُس کا یہ معمول، اس کا یہ معمول۔ جب گانا سنتے سنتے ایک گانا ختم ہوتا، دوسرا گانا شروع ہونے سے پہلے وقفہ تھوڑا ہو جاتا ہے اس میں اس کے کانوں میں قرآن مجید کی آواز آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب دن پھیرنے ہوتے ہیں۔ اس کو قرآن مجید کی آواز اچھی معلوم ہوئی، کچھ دن ایسے سنتا رہا، سنتا رہا ایک دن اس کو زیادہ اثر ہوا، اپنے خادموں کو کہا یہ جو گانا گاتا ہے آدمی، ہمارا گانا ختم ہوتا ہے بیچ میں ایک اور گانا آجاتا ہے وہ بڑا اچھا لگتا ہے۔ اس گانے کے مقابلے میں وہ گانا بڑا ہی اچھا لگتا ہے۔ معلوم کرو کون ہے یہ؟ انہوں نے کہا جی آپ کے قریب ایک جھونپڑی والا ہے وہ قرآن مجید پڑھتا رہتا ہے، کہنے لگا جی یہ تو گانا بڑا اچھا ہے، اس کو لاؤ میرے پاس۔ خادم گئے کہنے لگے ہمارے رئیس صاحب، نواب صاحب آپ کو یاد کرتے ہیں۔ ذرا چلیں ان کے پاس۔ انہوں نے کہا جی میرے پاس وقت نہیں ہے میں اللہ کے ساتھ ہمکلامی میں مصروف ہوں۔ میں اللہ کی دربار میں بیٹھا ہوں۔ اللہ کا کلام پڑھ رہا ہوں، مجھے فرصت نہیں ہے۔ خادموں نے جا کے کہا جی وہ مانتا نہیں ہے۔ انہوں نے

پھر کہا جی درخواست کرو مہربانی کر کے تشریف لاؤ۔ اس نے پھر انکار کر دیا۔ اس رئیس کے دل میں جو قرآن مجید وہ پڑھتا تھا وہ سما گیا تھا، بڑا شوق پڑ گیا تھا اتنا شوق پڑ گیا تھا کہ منت کرو، سماجت کرو، ہاتھ جوڑو، پاؤں پکڑو جس طرح ہو سکے اس کو لے کے آؤ۔ انہوں نے جا کے بڑی منت سماجت کی وہ بیچارہ اللہ والا گیا۔ جب وہ آیا تو یہ کہنے لگا جو تم گانا گاتے ہو مجھے بھی سناؤ تمہارا گانا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ بس اللہ کی طرف سے وقت آ گیا تھا۔ رات کا وقت تھا پھر تہجد کا وقت تھا پڑھنے والا بھی اللہ کا مقبول تھا، اللہ کی خشیت کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا کلام مجید پڑھ رہا ہے اور ادھر اس پر بھی طلب تھی تو اس بزرگ نے سورۃ مطففین کی آخری آیات پڑھنی شروع کی۔ جہاں کل پڑھ رہا تھا اس سے آگے پڑھنا شروع کیا۔

نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم

خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝۲۶

کہ اللہ کے جو مقبول ہیں، اللہ کے نیک بندوں کا حشر جب ہوگا تو جنت میں پہنچیں گے وہ اللہ تعالیٰ بڑی اونچی جنتیں عطا فرمائیں گے اور تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے، سارے نظارے کر رہے ہوں گے ان کے چہروں میں ایک رونق ٹپک رہی ہوگی اور ان کو مہر لگا ہوا مشروب پلایا جائے گا اور اس مشروب میں مشک ہوگی ایسا مشروب ہوگا ایسی لذت ہوگی، شراب دنیا کی تو بے خود کر دیتی ہے ان کو ویسے مزہ آئے گا اس میں، اتنا سکون ہوگا، اتنا سرور ہوگا، اتنا خوش ہونگے کہ اللہ کے ساتھ تعلق اور بڑھ جائے گا۔

تو فرماتے ہیں جو لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کو چاہئے جنت کے لئے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝۲۶ نیک اعمال میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ آیات جب سنی تو طالب تو تھا ہی اللہ نے ایسا اثر ڈالا ایسا اثر ڈالا اس کے دل میں کہ وہ قربان ہوا جاتا تھا، وجد میں آیا، لوٹ رہا تھا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نیک لوگوں کی مجلس تلاش کرنی چاہئے، نیک صحبت کے بڑے

اثرات ہوتے ہیں اور بچوں کو بھی نیک لوگوں کے پاس لے جانا چاہئے۔ بعض دفعہ ایسا وقت آتا ہے کہ اللہ والوں کی نظر پڑ جاتی ہے تو بچہ بھی صحیح ہو جاتا ہے یہ وقت ہوتا ہے کبھی اس واسطے فرماتے ہیں کہ مکان اگر لینا ہے تو نیک لوگوں کے قریب لینا چاہئے یہاں تک کہ قبر اگر ہو سکے تو وہ بھی نیک لوگوں کے پاس ہونی چاہئے کہ ان پر رحمتیں اللہ کی برسیں گی تو اس کو بھی حصہ مل جائے گا۔

”نیک لوگوں کے قریب قبر کا ہونا بھی مفید ہے“

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا پوچھا کہ حضرت لوگ کہتے ہیں کہ نیک لوگوں کے ساتھ قبر ہونی چاہئے اس کا کچھ فائدہ ہوتا ہے؟ اس وقت ایک خادم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب پر پنکھا جھل رہا تھا فرمایا بھائی یہ پنکھا جھل رہا ہے تو تمہیں ہوا آرہی ہے کہ نہیں آرہی؟ فرمایا آرہی ہے۔ تمہیں جھل رہا ہے یا مجھے جھل رہا ہے؟ کہا جی آپ کو جھل رہا ہے۔ فرمایا پنکھا مجھے جھل رہا ہے ہوا تمکو بھی آرہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نیک بندوں پر برستی ہیں تو آس پاس والوں پر بھی اثر ہوتا ہے اس کا اسی واسطے کہتے ہیں کہ اللہ کے مقبولوں کے پاس، مکان بنانا چاہئے، اللہ کے مقبولوں کے نزدیک قبر بنانی چاہئے۔ یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کا نیک بندہ کھانا کھا رہا ہو تو اس پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور شامل ہو سکتے ہو تو تم بھی شامل ہو جاؤ تا کہ تم بھی اللہ کی رحمت کا حصہ لے لو۔

تو اس رئیس نے، اس نواب نے کہا جی یہ بڑا اچھا گانا ہے، یہ بڑی اچھی چیز ہے مجھے پھر سناؤ۔ انہوں نے پھر سنایا، پہلے سے زیادہ اثر ہوا۔ اتنا اثر ہوا اتنا اثر ہوا کہ کہنے لگا کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں آج کے بعد میری بالکل توبہ ہے، سچی توبہ ہے، پکی توبہ ہے، کبھی شراب کے قریب نہیں جاؤں گا۔ جتنی اس کی خرابیاں ہیں کسی کے پاس نہیں جاؤں گا اور دیکھا اس نے اس کے پاس اثر ہے اسی کے ساتھ ملنا جلنا شروع کر دیا، اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا شروع کر دیا سارے شرابیوں کو رخصت کر دیا، شراب کی چیزوں کو توڑ پھوڑ دیا اور اس نیک بندے کے پاس جانا آنا شروع کر دیا۔ ہوتے ہوتے پھر اس نے بھی عمل کرنا شروع کر دیا اس میں بھی آخر کار خوف پیدا ہونا شروع ہو گیا اور یہ ہوا کہ اللہ کا مقبول وہی شرابی بن گیا، اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مہربانی سے کتنا اثر ہوتا ہے۔

نیک لوگوں کے قریب ہونا جنت کے قریب ہونا ہے

بہر حال اچھی صحبت اچھا بنا دیتی ہے اور بری صحبت برا بنا دیتی ہے اس واسطے کوشش یہ کرنی چاہئے کہ اللہ والوں کی صحبت، نیک لوگوں کی صحبت، اللہ کے مقبولوں کی صحبت اختیار کرے انسان۔

یہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی آدمی خیر کی بات کر رہا ہے، نیکی کی بات کر رہا ہے، اللہ کی محبت، اللہ کے تعلق، دین کی بات کر رہا ہے تم کو چاہئے کہ ان کے نزدیک بیٹھو، اس کے نزدیک بیٹھنا، جنت کے قریب ہونا ہوتا ہے۔ یہاں تک نیک صحبت کا فرمایا گیا ہے۔

''حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی عجیب دعا''

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس لگی ہوئی تھی اور لیلۃ القدر کا بیان آگیا اور بیان میں یہ بات آئی کہ لیلۃ القدر میں دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کس کس دعا کو پسند کرتے ہو، جتنے مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے سب نے، کسی نے روزی کا کہا، کسی نے ترقی کا کہا کسی نے قرض کی ادائیگی کا کہا، کسی نے کہا میرے بچوں کے رشتے نہیں ہو رہے وہ ہو جائیں، کسی نے کہا میں فاقے میں فاقہ سے گزر رہا ہوں۔ میرے کاروبار میں ترقی ہو جائے ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق بات کی ہوتے ہوتے جب حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کی باری آئی تو کہا بھائی اگر مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو جائے اور دعا قبول ہونے کا وقت ہو میں یہ دعا مانگوں گا یا اللہ مجھے نیک لوگوں کی مجلس عطا فرما۔ نیک لوگوں کی صحبت عطا فرما کہ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے نیکی ہوتی ہے، نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے آخرت کی فکر ہوتی ہے، نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے تقویٰ آتا ہے، نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے دل مضبوط ہوتا ہے، دین پکا ہو جاتا ہے، دین راسخ ہو جاتا ہے، اعمال پکے ہو جاتے ہیں اور اس سے آخرت کی تیاری ہو جاتی ہے جو چیز آخرت کیلئے معین ہو اس کو کیوں نہ اختیار کیا جائے۔

نیک صحبت کی تاثیر سے ایمان کا تحفظ ہوتا ہے

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ وہ فرماتے ہیں اس زمانے میں نیک صحبت کو میں فرض عین کہتا ہوں فرماتے ہیں کہ اس لئے کہ نیک صحبت سے ایمان کا تحفظ ہوتا ہے۔ آج ایمان کے ڈاکو قدم قدم پہ پھر رہے ہیں، اخباریں ہمارے ایمان کو خراب کر رہی ہیں، فحش لٹریچر، رسالے خراب کر رہے ہیں اور یہ ٹی وی اور وی سی آر کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ ایسے لوگ ہو گئے ہیں کہ ان کے عقائد بالکل دہریہ ہیں دین کے منکر ہیں، اللہ اور اللہ کے رسول کے منکر ہیں، ایسا ماحول ہو گیا ہے کہ ایمان کے ڈاکو پھر رہے ہیں ہر جگہ پھسلنے کے امکانات ہوتے ہیں تو نیک لوگوں کے پاس بیٹھو گے تو ایمان بچے گا تو جو چیز ایمان کا وقایہ ہو جائے وہ فرض کیوں نہیں؟ کیوں کہ ایمان کی حفاظت کرنا فرض ہے تو جس چیز سے ایمان بچ جائے وہ بھی فرض ہو جائے گی۔ اس واسطے فرماتے ہیں آج اس زمانے میں نیک لوگوں کی صحبت فرض عین ہے ضرور اختیار کرنی چاہئے ورنہ ایمان چلا جائے گا۔

''شاہ محمد اسحٰقؒ کے ایک شاگرد کا واقعہ''

دہلی میں شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدث تھے۔ بڑے اونچے لوگوں میں سے تھے۔ طلباء آتے اور ان سے حدیث پڑھتے تھے

اور وہ وقت وہ تھا کہ اس وقت شہزادے بھی آتے تھے، امیر بھی آتے تھے، غریب بھی آتے تھے دین کا بڑا شوق تھا، ہر شخص کو دین کی فکر تھی ہر شخص دین پڑھنا چاہتا تھا اور اتنے اللہ کے مقبول تھے کہ جتنے طالبعلم آتے تھے وہ نیک صحبت کی وجہ سے اللہ کے مقبول بن جاتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے عقائد سنتے، ان کے اعمال دیکھتے، ان کے حالات دیکھتے، ان کے معاملات دیکھتے، ان کی معاشرت دیکھتے، ان کے اخلاق دیکھتے، قربان ہوجاتے تھے، ان استاد کا اثر آتا تھا پہلے جتنے بھی ہمارے اکابر گزرے ہیں ان کی صحبت میں جو بھی جاتا تھا نیک بن جاتا تھا اس لئے کہ خود پختہ ہوتے تھے۔ ایک طالبعلم آیا...... اس نے شاہ صاحب سے عرض کیا حضرت میں بھی پڑھنا چاہتا ہوں فرمایا ہم تو تیار ہیں کھانے کا انتظام خود کرو تم، ہم تو پڑھائیں گے کھانے کی ذمہ داری ہم نہیں لیتے۔ آج کل کھانے کی ذمہ داری لیکے بڑا بوجھ پڑجاتا ہے مدارس پہ، وہ طالبعلم سچا تھا اس نے کہا میں نے تو علم پڑھنا ہے فکر نہ کرو میں جو بھی گزرے گا کروں گا اور میں علم پڑھوں گا اگر اللہ تعالیٰ نے میرے نصیب میں علم لکھا ہے تو میری زندگی رکھنے کا ذریعہ بھی بنادیں گے اور علم نصیب میں نہیں تو ماردیں گے تو مرجاؤں گا اللہ کی راہ میں تو مروں گا۔ آپ اس کا فکر نہ کریں میرے کھانے کا فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈالا صبح سویرے کچھ سبزی لیتا تھوڑی سی اور محلے میں پھر کے بیچ کے آکے درس میں شامل ہوجاتا

تھا، اتنا کہ دن کا گزارہ ہوجائے، روزمرہ کا یہ معمول تھا۔ ایک بدمعاش عورت تھی وہ روزانہ اس کو دیکھتی اور اس کا دل اس پر آگیا۔ اس نے جب یہ محلے میں آیا تو اپنی نوکرانی کو کہا کہ اس کو کہو کہ اوپر آوے ہم تھوڑی سبزی لیویں گے وہ بیچارہ اوپر چلا گیا اور نوکرانی کو کہا جتنے بھی دروازے ہیں ان کو بند کرتی آنا کونڈی لگاتی آنا، تالا لگاتی آنا۔ وہ بیچارہ اوپر گیا اس عورت نے اپنے برے خیال کا اظہار کیا کہ میں نے تم کو اس لئے بلایا اس کی چیخ نکل گئی کہ یا اللہ یہاں تو میں اپنے ایمان کو بچانے آیا تھا، یہاں کیا ہورہا ہے؟ یہاں تو ایمان جارہا ہے، میں تو اپنے ایمان کے تحفظ کیلئے نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھا تھا، ایمان بچانے کے لئے میں دین کا درس لینے کیلئے آیا تھا، یہ تو میرا ایمان جارہا ہے میں کیا کروں۔ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کررہا ہے یا اللہ میں کیا کروں مجھے بچانے کی سدھ بتادیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا اور اس عورت نے کہا کہ دیکھو اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو میں تجھ کو رسوا بھی کروں گی، سزا بھی دلواؤں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ڈالا کہ پاخانہ میں چلے جاؤ، بہانہ کرو کہ مجھے رفع حاجت کرنی ہے وہاں جاکے غلاظت اپنے اوپر مل لو جب غلاظت اوپر مل لوگے تو اس کو نفرت آجائے گی کہ یہ تو پاگل آدمی ہے، تمہارا ایمان بچ جائے گا۔ بدن کا ظاہری حصہ تو نجاست سے آلودہ ہوجائے گا لیکن دل جو ہے ایمان میں پختہ ہوجائے گا اس میں نجاست نہیں آئے گی۔ ایمان نہیں جائے گا اگر اس

نے برا کام کرلیا تو ایمان لٹ جائے گا اس نے اسی طرح کیا چلا گیا غلاظت لے کے مل کے آ گیا تو اس عورت کو نفرت ہوگئی کہ نکال دو نکالو اس کو یہ بڑا پاگل آدمی ہے نوکرانی کو کہا دروازہ جلدی جلدی کھولو تالا کھولو نکالو جلدی اسکو۔ یہ گیا باہر جا کے ابھی یہ خیال بھی آیا کہ میں نے درس میں بھی جانا ہے کیا کروں، چنانچہ ایسا انتظام کیا کہ دریا ہو یا نہر ہو یا کنواں ہو یا کہیں گیا جا کے سارے کپڑے دھوئے، صاف کئے اپنے بدن کو صاف کیا خوب اچھی طرح صاف کر کے درس میں آ گیا۔

"بدبو خوشبو سے بدل گئی"

حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ درس دے رہے تھے، جب یہ وہاں جا کے بیٹھا تو شاہ صاحب نے دورانِ درس فرمایا کہ اس طرف سے بڑی اچھی خوشبو آ رہی ہے اس نے یہ سمجھا کہ حقیقت میں میری بدبو کا اثر آ رہا ہے شاہ صاحب اس کو چھپانے کے لئے خوشبو کا نام لے رہے ہیں، یہ پھر چپکے سے اٹھ کے چلا گیا اس نے دوبارہ جا کے خوب کپڑے دھوئے صاف کیے، اس نے پہلے سے زیادہ کپڑے، بدن کو صاف کیا پھر آ کے بیٹھا۔ پھر جب آ کے بیٹھا تو شاہ صاحب نے فرمایا اس طرف سے بڑی عمدہ خوشبو آ رہی ہے۔ اس نے پھر وہی سمجھا کہ ابھی بدبو باقی ہے شاہ صاحب نے ویسے خوشبو کا نام لیا اصل میں ہے بدبو تو اللہ والوں کی مجلس میں جہاں درس حدیث ہو رہا ہے وہاں میں

نجاست کے ساتھ بدبو کے ساتھ کیوں بیٹھوں؟ پھر گیا جا کے پھر صاف کر کے اچھی طرح آ گیا تو پھر شاہ صاحب نے وہی کلمات کہے پھر اس کو مخاطب کیا کہ کہاں سے خوشبو لائے ہو تم؟ بڑی عمدہ خوشبو ہے ایسی خوشبو کبھی ہم نے دیکھی نہیں سونگھی نہیں کبھی۔ بہت ہی عمدہ خوشبو ہے اب اس طالبعلم نے سارا واقعہ سنایا کہ اس اس طرح سے میں نے کیا تھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اللہ تعالیٰ نے تمہارا ایمان بچالیا۔ دیکھو بدن کی نجاست دور ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس نجاست کے بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کی خوشبو لگا دی۔ ایمان کا تحفظ اللہ والوں کی صحبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک واقعہ

حضرت مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مجدد الف ثانی سرہند والے، جہانگیر نے انکو، کچھ ان کے ملنے والے تھے جو ان کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے، ان کو اپنے دربار میں بلایا، جب دربار میں لوگ آتے تھے تو ایک کھڑکی ایسی تنگ بنائی ہوئی تھی کہ پہلے سر نکالنا پڑتا تھا پھر بدن نکالنا پڑتا تھا تو سجدے کی صورت ہوجاتی تھی گویا چاہتا تھا مجبوراً میرے آداب بجالائے جائیں جب حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تو انہوں نے بجائے سر آگے کرنے کے پہلے پاؤں نکال لئے اپنے، پھر سر نکالا، بدن نکالا کے پھر سر نکالا، تو لوگ جو اُن کے خلاف بھڑکاتے تھے تو اُنہوں نے

بادشاہ کو بھڑکایا کہ اس نے آپ کا احترام نہیں کیا، اس پر تو بادشاہ کو اور غصہ آ گیا تو اس نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو گوالیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ اللہ والوں پر آزمائشیں آتی ہیں لیکن اللہ والے گھبراتے نہیں ہیں جہاں بھی ہوتے ہیں ان کے ساتھ اللہ ہوتا ہے ان کو کوئی فکر نہیں ہوتی چاہے فاقے میں ہوں چاہے سزائیں ان پر ہوں، دل مطمئن ہوتا ہے۔ وہ تو یہی کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اسی میں خیر ہے ایسا دل مضبوط ہوتا ہے اللہ کی طرف سے۔

پاؤں پکڑے ہاتھ جوڑے کہا جی مجھے معاف کر دو مجھ سے غلطی ہوئی ہے، بادشاہ ہو کے معافی مانگ رہا ہے، اس کو بھی آخرت کی فکر تھی، تو آخرت کی فکر نے اس کو مجبور کیا کہ ایک اللہ والے سے معافی مانگ لے معافی مانگی وہ راضی ہو گئے پھر اتنی خدمت کی کہ وہ بہت خوش ہو گئے اس سے، بہت خوش ہو گئے، بہت راضی ہو گئے۔ یہاں تک خوش ہوئے کہ ایک دن خوشی میں فرمایا کہ جہانگیر اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت دی تو اکیلے نہیں جاؤں گا تجھے ساتھ لے کے جاؤں گا اللہ والوں سے تعلق کوئی معمولی نہیں ہوتا۔

ایک کفن چور کا واقعہ

ایک اللہ کے مقبول ان کے خاتمے کا وقت آیا تو ایک آدمی تھا جو قبرستان میں جا کے کفن کھینچ لیا کرتا تھا، انہوں نے اس کو کفن کے دگنے پیسے دے دیئے کہ کفن نہ لینا تجھے دگنے پیسے دے دیتا ہوں اس نے کہا توبہ توبہ توبہ

آپ کا کفن اتاروں گا میں؟ پیسے بھی لے لئے وعدہ بھی کر لیا جب ان کو دفن کیا گیا تو حسب عادت رات کو گیا قبر کھودی کفن جب کھینچا تو انہوں نے ہاتھ پکڑ لیا اس اللہ تعالیٰ کے مقبول نے اس کفن کش کا ہاتھ پکڑ لیا، ایسی دہشت سوار ہوئی کہ وہاں مر گیا وہ۔ مرنے کے بعد وہ بزرگ وہاں کے حاکم کو خواب میں نظر آئے اور کہہ رہے ہیں میری قبر کل بنی ہے اس میں ایک آدمی زندہ آیا تھا مر گیا ہے وہ، اس کے دفن کا انتظام کر دو، وہ رئیس، حاکم گئے جا کے دیکھا مرا پڑا ہے وہ۔ اس کو غسل دیا، کفن دیا اور دفن کیا اس کو اور کہا کہ ہم نے ہاتھ پکڑ لیا ہے اس کا انشاء اللہ آخرت میں بھی ان شاء اللہ ہاتھ پکڑیں گے اس کے۔ نیک لوگوں کے تعلق کا اثر ہوتا ہے۔

دوسرا واقعہ

اسی طرح ایک کفن کش ایک اللہ کی مقبولہ دفن ہوئی تھی اس کا بھی کفن اتارنے کیلئے گیا جب اس نے کفن اتارنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے کہا جنتی ہو کر میرا کفن اتارتا ہے؟ وہ کہنے لگا میں جنتی کہاں میں تو گناہگار ہوں میں تو لوگوں کے کفن اتارتا رہتا ہوں میں جنتی کہاں سے ہوں؟ اس نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جتنے لوگ تیرا جنازہ پڑھیں گے وہ جنتی ہو جائیں گے تو نے میرا جنازہ پڑھا ہے تو جنتی ہو کر ایسے کام کرتا ہے؟ اس نے وہیں توبہ کی اور اللہ والا بن گیا۔ اللہ والوں کے واقعات بڑے عجیب ہیں، اب یہ نہیں ہونا چاہئے

کہ ہمیں بھی ایسا موقع مل جائے، ہمیں تو عمل کرنے کا حکم ہے اور نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے عمل کی حرص پیدا ہو جاتی ہے، نیکی کی حرص پیدا ہو جاتی ہے، گناہوں سے بچنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے، گناہ سے بچتا ہے انسان، آخرت کی فکر ہو جاتی ہے، آخرت کی تیاری کر لیتا ہے، ہمیں تو اعمال کرنے چاہئیں، یہ کبھی کبھی ایسے مواقع آجاتے ہیں کہ غیر متوقع طور پر بتانے کیلئے کہ اللہ والوں کی کیا اہمیت ہے؟ کیا ان کا مقام ہے؟ بتانے جیسے مواقع آجاتے ہیں تو پھر اس طرح کے واقعات دکھائے جاتے ہیں۔

حفظِ قرآن کا عجیب واقعہ

لاہور میں ایک حافظ محمد اسماعیل صاحب تھے ان کا لقب وڈے میاں مشہور ہے اب بھی ہے ان کا روضہ بنا ہوا، اب بھی وہاں درس چل رہا ہے، بڑے اللہ کے مقبول تھے، قرآن مجید بچوں کو حفظ کرایا کرتے تھے، ناظرہ پڑھالیا کرتے تھے، یہی ان کا شغل تھا۔ ایک نوجوان آیا اور آ کے رونا شروع کر دیا اس نے کہا کہ میں نے اپنی پسند کی شادی کی ہے اور مجھے اپنی بیوی سے بڑی محبت ہے لیکن بیوی نے ایک شرط لگادی ہے جب میرے پاس آئی اور میں اس کے پاس گیا تو کہنے لگی میں ہوں حافظہ، تو قرآن مجید پڑھا ہوا نہیں ہے میں تیرے لئے دس سال بیٹھ جاؤں گی تو قرآن مجید حفظ کرے گا پھر میاں بیوی کا تعلق پیدا ہوگا، اللہ کی بندی تھی اس کا ایک معیار تھا، ایک درد بھرے دل سے

کہا اس نے، یہ رو رہا ہے حضرت میں کیا کروں؟ ان بزرگوں نے فرمایا تم صبح کی نماز میرے پاس پڑھنا اور دائیں طرف پڑھنا، حضرت امام تھے چنانچہ وہ آیا جب حضرت نے سلام پھیرا دائیں طرف تو جتنے بھی دائیں طرف تھے سب حافظ ہو گئے اسی طرح بائیں طرف پھیرا سب ناظرہ بن گئے یہ اللہ والوں کی کرامت ظاہر ہوگئی اللہ کے مقبولوں کا اثر ہوتا ہے تو بڑا خوش ہوا کہ ایک دن میں میری کامیابی ہوگئی ہمیں تو محنت کرنی پڑتی ہے یہ کبھی کبھی ایسی کرامتوں کا صدور ہوتا ہے۔

حضرت اجمیریؒ کی صحبت کی برکت سے لاکھوں کا مسلمان ہونا

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں آئے نوے لاکھ آدمی ان کو دیکھ دیکھ کے ان کے معاملات دیکھ دیکھ کے ان کے بیانات سن سن کے نوے لاکھ ہندو مسلمان ہو گئے، نیک لوگوں کی بڑی برکت ہوتی ہے۔

ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا

یہ آتا ہے ناں؟ حدیث میں کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو، اللہ تعالیٰ کی دین کی باتیں سنائی جارہی ہوں، اللہ تعالیٰ کے تعلق کی باتیں سنائی جارہی ہوں، وہاں لوگ بیٹھ کے سنتے ہیں تو کچھ فرشتے سیاحین ہیں جو پھرتے

رہتے ہیں جہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے وہاں آ جاتے ہیں، جب ذکر کی مجلس دیکھتے ہیں تو وہ سیاح فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں اور دوسرے سیاح فرشتوں کو آواز دیتے ہیں۔ هَلُمُّوا اِلٰى قَصدِ. یہاں تمہارا مقصد پورا ہوتا ہے یہاں آ جاؤ۔ تو کہتے ہیں اتنی تہہ بہ تہہ آسمان تک تہہ بن جاتی ہے جب ذکر کی مجلس ختم ہوتی ہے تو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ! آپکے احکام سن رہے تھے آپ کی باتیں سن رہے تھے، آپ کے دین کی باتیں ہو رہی تھیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیا مانگتے تھے کیا چاہتے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ وہ چاہتے تھے کہ ہماری بخشش ہو جائے اور کیا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ جو دوزخ سے ڈر کے بخشش مانگتے ہیں کہ یا اللہ دیکھا تو نہیں ہے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے اعتبار پر وہ کر رہے تھے۔ اللہ فرماتے ہیں تم گواہ رہو میں نے ان کو بخش دیا۔ آگے اور تفصیل ہے کہ فرشتے عرض کرتے ہیں یا اللہ کچھ تو اس قصد سے بیٹھے ہوئے تھے کہ نیکی کی باتیں سنیں، کچھ چلتے چلتے کھڑے ہو گئے دیکھیں کیا ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ان کو بھی بخش دیا۔ ان نیک لوگوں کی وجہ سے ان کو بھی بخش دیا۔ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ. وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہو سکتا۔ نیکی کے بڑے اثرات ہوتے

ہیں۔ اللہ والوں کی بڑی قدر ہوتی ہے اللہ کے ہاں اس واسطے ہمیں چاہئے کہ نیکی اختیار کریں اور نیکی اختیار کرنے کے لئے نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا اٹھنا شروع کریں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.

انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں بڑی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت تھی، بڑی، کھیتی میں بیٹھے کام کر رہے ہیں محبت کا شوق اٹھا آ کے مسجد نبوی میں سرکار کی زیارت کی چلے گئے، باغ میں پانی دے رہے ہیں محبت کا شوق اٹھا آ کے زیارت کر کے چلے گئے، گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں محبت کا جوش آیا آ کے زیارت کر کے چلے گئے۔ ایک دن عرض کیا یا رسول اللہ مجھے محبت کا جوش آتا ہے تو میں آ کے دل ٹھنڈا کر لیتا ہوں آنکھیں ٹھنڈی کر لیتا ہوں لیکن یا رسول اللہ آخرت میں آپ کے بہت اونچے درجات ہوں گے اور ہم تو گناہ گار ہیں نیچے ہوں گے وہاں کیسے زیارت کر سکیں گے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی آیات اتریں۔ جو لوگ نیک ہوتے ہیں ان کو اوپر والوں سے ملا لیا کریں گے یہ سن کر بڑے خوش ہوئے کہ زیارت کا موقع مل جائے گا ملاقات ہوتی رہے گی۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. جن سے محبت کرتا ہے انسان انہی کے ساتھ شمار ہوتا ہے نیک لوگوں سے محبت کرنے کی وجہ سے نیکوں میں شمار ہو جاتا ہے۔

ایک چرواہے کا سبق آموز واقعہ

حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں جنگل سے گزر رہے تھے کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا لوگوں کی بکریاں لے جاتا چراتا تھا یہ قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور اس چرواہے نے یہ آیت سنی وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ تمہارا رزق تو آسمانوں میں لکھا ہوا ہے اور وعدہ ہو چکا ہے جو رزق تمہاری قسمت میں ہے وعدہ ہو چکا ہے، لکھا جا چکا ہے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ میں جو بکریاں چرا رہا ہوں، سارا دن برباد کر دیتا ہوں میں اللہ کی عبادت میں کیوں نہ لگوں، رزق کا تو وعدہ ہو ہی چکا ہے ایسا دل کے اندر پختہ عقیدہ ہو گیا کہ رزق کا تو وعدہ ہو ہی چکا ہے، میں بکریاں چرا چرا کر سارا دن گرمی، سردی میں پھرتا رہتا ہوں اس کام کو چھوڑ دوں، ایسا دل کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا، بکریاں لوگوں کے حوالے کیں اور اللہ کے راستہ میں چل دیا، نیک اعمال کرتے کرتے، نیک لوگوں کے پاس بیٹھتے بیٹھتے، شوق ہوا کہ بیت اللہ شریف چلوں اور کنگال تو تھا ہی، مفلس تو تھا ہی پیدل چل دیا، چلتے چلتے چلتے مکہ شریف پہنچ گیا جب وہاں پہنچا تو وہی حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کو وہیں دیکھا، کہنے لگے جو آپ نے آیت پڑھی تھی میں نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا پایا، میں ریگستانوں میں بھی پھرا ہوں، جنگلوں میں بھی پھرا ہوں، دریاؤں میں سے گزرا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر جگہ رزق دیا ہے۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ

وَمَا تُوعَدُونَ ﴿٢٢﴾ آپ نے جو آیت پڑھی اس کا بالکل صحیح مضمون ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر جگہ روزی دی۔ اس کے آگے ایک اور آیت سناؤ۔ تو آگے اس کے آتی ہے آیت فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ﴿٢٣﴾

اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی قسم کھا کر فرماتے ہیں یہ بات بالکل سچی ہے کہ رزق مقسوم ہے تو اسکو جوش تھا محبت کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ، وعدہ پکا پایا تھا، کہا کس کم بخت نے اللہ پر اعتبار نہیں کیا کہ اللہ کو آسمانوں کی اور زمینوں کی قسم کھانی پڑی، اعتبار کیوں نہیں کیا، ایک چیخ ماری اور وہیں مر گیا۔ ایک اللہ والے کی بات سنتے سنتے کتنا اثر ہوا اس پر،

بری صحبت کا نقصان

اور بری صحبت کا یہ ہوتا ہے کہ ایک نوجوان کو اس کا والد مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے کہ حضرت یہ نماز نہیں پڑھتا اس کو سمجھائیے، دعا کیجئے اس کیلئے، انہوں نے شفقت سے اس بچے سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو کالج کا ماحول، دہریہ لوگوں کی صحبت کی وجہ سے کہنے لگا میں تو خدا کو ہی نہیں مانتا نماز کس کی پڑھوں؟ تو نہیں، حضرت نے فرمایا ان کے باپ کو فرمایا کہ یہ خدا کا ہی قائل نہیں نماز کیا پڑھے گا یہ۔ تم نے کہاں پڑھایا اس کو؟ کالج میں، کس کالج میں؟ فلاں کالج میں۔ وہاں سے ہٹا لو اس کو، کسی ایسے اچھے کالج میں رکھو جہاں صحبت

صحیح ملتی ہو، برے لوگوں کے پاس، برے طالبوں کے پاس، دہریہ خیال لوگوں کے پاس بیٹھ بیٹھ کے خدا کا منکر ہو گیا ہے یہ۔ بری صحبت کتنا اثر کرتی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کے مرید کی دینی پختگی

اس کے متعلق پہلا وقت تھا جبکہ 1930-35 کا واقعہ ہے۔

انگریزوں کا عروج تھا اس وقت ایک حوالدار تھے وہ ایک انگریز افسر کے پاس کام کرتے تھے، یہ انگریز افسر اس کو کہتا تھا تم عیسائی ہو جاؤ میں تم کو حوالدار سے تھانیدار پھر انسپکٹر بنا دوں گا۔ اتنی زمین تم کو دوں گا اتنی جائیداد تم کو دوں گا، یہ خاموش رہتے، کافی عرصہ تک وہ اس کو بہکاتا رہا کہ تم عیسائی ہو جاؤ تمہیں یہ دونگا یہ دونگا یہ دونگا یہ خاموش رہتا کچھ نہیں کہتا تھا۔ ایک دن اس نے کہا میں اتنا لالچ تم کو دے رہا ہوں تم مانتے کیوں نہیں ہو، تمہارا کسی بزرگ سے تعلق ہے کیا؟

انہوں نے کہا میرا تعلق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، فرمایا اچھا یہی بات ہے اس کے بعد اس نے کہنا چھوڑ دیا کہ یہ اتنا پکا آدمی ہے اس کو کہنا بے کار ہے، یہ کہاں میرے کہنے میں آئے گا، کچا آدمی بہکانے میں آجاتا ہے۔ پکا آدمی بہکانے میں نہیں آتا، اس کا دل مضبوط ہوتا ہے، دین مضبوط ہوتا ہے اس کا اور یہ اللہ والوں کی صحبت سے ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے شریعت کی پابندی نصیب ہو جاتی ہے، شریعت پر عمل کرنا نصیب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہو جاتا ہے اور جو صاحب شریعت کا

پابند نہیں آزاد ہے اس کو رسم و رواج کی پابندی کرنی پڑے گی، جو مخلوق کے رواج ہیں ان کی پابندی کرنی پڑے گی، مخلوق کی رسموں کو ماننا پڑے گا، مخلوق کے رواج کو ماننا پڑے گا یہ اللہ کے رواج کو نہیں مان رہا مخلوق کو مان رہا ہے یا اپنے فیشن میں لگا ہوا ہے جو غیر قوموں سے ملا ان کی نقل کر رہا ہے یہ معاملات میں بھی معاشرت میں بھی، طریقے کار میں بھی۔

اس واسطے جو شخص یہ چاہے کہ میرا ایمان مضبوط رہے، میرا دین پکا رہے، میرا دل پختہ رہے، میں اللہ کا فرمانبردار بن جاؤں اس کے لئے بڑا آسان طریقہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا اٹھتا ہے، نیک لوگوں کی باتیں سنتا رہے، نیک لوگوں کے مواعظ پڑھتا رہے، نیک لوگوں کے ملفوظات پڑھتا رہے۔

شیخ سعدیؒ کی کرامت کا واقعہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ تھے تو ایران کے یہاں ہندوستان میں بھی آئے ہیں، پنجاب میں بھی آئے ہیں، پنجاب میں ملتان کے پاس کافی عرصہ پڑھاتے رہے ہیں، بڑے اللہ والے تھے، ان کے جو شیخ تھے انہوں نے ان کو خلافت دی، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت خلافت تو کسی اچھے آدمی کو دیں میں تو بڑا گندہ آدمی ہوں، مجھے تو اللہ کی راہ میں رونا سکھلا دیجئے اللہ کی محبت میں، اللہ کے خوف میں روتا رہوں مجھے تو رونا بڑا پسند ہے، اس لئے کہ رونا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

نالائے مؤمن ہمی داریم دوست

گوتضرع کن کہ ایں اعزاز اوست

مؤمن کے نالے کو اللہ تعالیٰ بڑا پسند کرتے ہیں، اللہ کے خوف سے، اللہ تعالیٰ کی محبت سے ایک مکھی کے سر کے برابر آنسو آجائے تو اس چہرے کو اللہ تعالیٰ جہنم کیلئے حرام کردیتے ہیں۔ ان کے دل میں یہ بات آئی کہ مجھے تو رونا سکھا دیجئے، انہوں نے دعا کی رونا شروع ہوگیا۔ ساری عمر روتے رہتے تھے، روتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ جارہے تھے روتے ہوئے جارہے ہیں ایک کنویں پر ایک عورت گھڑا بھر کر انتظار کررہی تھی کہ کوئی آئے مجھے گھڑا اٹھوادے۔ اس کو اپنے پنجابی میں کہتی ہیں "اے ویر مجھے گھڑا اٹھوادے۔" بھائی مجھے گھڑا اٹھوادے۔ یہ روتے ہوئے تو آرہے تھے انہوں نے گھڑے کو جو ہاتھ لگایا ادھر دوسری طرف عورت نے ہاتھ اپنی طرف لگایا یہ اٹھوا کے اوپر سر پہ رکھوایا اس کے اور کچھ آنسو اس گھڑے میں گر پڑے روتے روتے فرماتے ہیں اس کا یہ اثر ہوا کہ جس جس نے اس کا پانی پیا سارے لوگوں پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ وہ لوگ بھی دیندار بنتے چلے گئے، اللہ کی شان ہے کبھی ایسی کرامت کا ظہور ہوجاتا ہے۔

ہر فن صاحب فن کی صحبت سے سیکھا جاتا ہے

ہمیں تو یہ حکم ہے نیک اعمال کرنے کا یہی طریقہ ہے جنت حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے اللہ کو راضی کرنے کا اور نیک اعمال کی پختگی ہوتی ہے نیک صحبت سے جو پختہ ہیں ان کے پاس بیٹھنے سے آدمی پختہ ہوجاتا ہے۔ ایک آدمی سنار کا کام سیکھنا چاہتا ہے تو لوہار کے پاس بیٹھ کر سنار کا کام تو نہیں آئے گا اس کو۔ ایک آدمی کپڑا بیچنے کا کام سیکھنا چاہتا ہے تو بڑھئی کے پاس جاکے کپڑا بیچنے کا کام آجائے گا اس کو؟

یہ وکیل ہوتے ہیں ناں؟ وکالت جب پڑھ لیتے ہیں تو ان کو کہتے ہیں کسی بیرسٹر کے پاس رہو ان کو اس وقت تک سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاتا ان کو کہا جاتا ہے کہ تب تک حق نہیں تمہیں اپنا کام کرنے کا، اس کی صحبت میں بیٹھ کر علم کے استعمال کا طریقہ سیکھو، قانون کے استعمال کا طریقہ سیکھو، تم ایسے ہی کام کرنا شروع کردو گے غلط کام کروگے، جو تجربہ کار ہے اس سے سیکھ کے جب وہ بتائے ہاں یہ تجربہ کار ہوگیا ہے جب تم کو وکالت کا حق ہوگا ورنہ نہیں تو وہ سرٹیفکیٹ لینا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر بنتے ہیں پڑھ لیا علم لیکن ابھی تم کو نوکری نہیں ملے گی جب تک تم ہاؤس جاب نہ کرو، اس علم کو عمل میں استعمال کرو۔ جب علم کو عمل میں استعمال کرنا آجائے گا تب تم کو نوکری دیں گے۔ تو علم دین جو ہے اس کے استعمال کا طریقہ اللہ والوں سے آتا ہے، آج بے شمار طالبعلم پڑھ رہے ہیں علم کا استعمال نہیں آئے گا جبتک کسی اللہ والے کی صحبت اختیار نہیں کریں گے۔

''علم پر عمل نیک صحبت سے آتا ہے''

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب طلباء فارغ ہوجاتے تھے ناں۔ جو سندیں لیتے تھے ان کو فرمایا کرتے تھے کہ اس علم پر نازمت کرو اس علم کا استعمال تم کو نہیں آئے گا، علم کا کارآمد ہونا، موقوف ہے اہل اللہ کی صحبت پر، اللہ والوں کی صحبت میں جا کے بیٹھو پھر پتہ لگے گا کہ علم کا استعمال کہاں کہاں کس طرح کرنا ہے۔ تم خود استعمال کرو گے غلط کرلو گے، اس واسطے فرمایا کرتے تھے اور کچھ نہ ہو دو سال نہ لگا سکو چھ مہینہ ضرور کسی اللہ والے کے پاس لگا لیا کرو، پھر تمہیں علم کا صحیح مقصد آجائے گا، علم سے مقصود عمل ہے اور عمل اس وقت نصیب ہوگا جب علم کا صحیح استعمال آئے گا تو فرمایا کرتے تھے علم کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی صحبت پر، اس واسطے فرماتے ہیں علم دانستن کا نام نہیں ہے کہ مجھے یہ بھی معلوم ہے یہ بھی معلوم ہے یہ بھی معلوم ہے علم اس معرفت کا نام ہے کہ علم معلوم ہونے کے بعد عمل کیلئے ایسا بے چین ہوجائے جیسے پیاسا پانی کے لئے بے چین ہوتا ہے۔

بے عمل عالم کی مثال

ایک گدھا ہے اس پر تفسیریں لاد دیجئے، اس پر حدیثیں رکھ دیجئے، اس پر فقہ کی کتابیں رکھ دیجئے، تصوف کی کتابیں رکھ دیجئے، گدھا ان کتابوں پر فخر کررہا ہے کہ میرے ساتھ حدیثیں بھی ہیں، فقہ بھی ہے، تصوف بھی ہے، تفسیر

بھی ہے اس کا فائدہ ہے کچھ؟ مَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا، والی بات دنیا میں بھی آتی ہے اگر ہم علم پر عمل نہیں کرتے تو بے کار ہے۔

علم رسمی سر بسر قیل است وقال

بنیز   او کیفیت   حاصل

رسمی علم سے کوئی کیفیت وحال تم کو نہیں نصیب ہوگا یہ رسمی علم جو ہے کام نہیں آتا جب تک اللہ والوں کے پاس بیٹھ کے سیکھے نہیں کہ علم کو کہاں استعمال کرنا ہے؟ کیسے استعمال کرنا ہے؟ رسمی علم پڑھ کے غلط استعمال ہوتا ہے۔

علم کے غلط استعمال کا ایک واقعہ

ایسا ہی ایک غلط علم استعمال کرنے والے کے پاس ایک شخص گئے کہ میرا تعلق ساس سے، اپنی بیوی سے ہٹ کر ساس سے ہے کوئی طریقہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ساس میرے لئے حلال ہوجائے بیوی کی موجودگی میں تو حلال نہیں ہوتی ناں؟ وہ علم کو غلط استعمال کرتا تھا ناں؟ حریص تھا، لالچی تھا، علم کا صحیح استعمال نہیں آتا تھا کہنے لگا بڑا آسان ہے تم یہ بیان دے دو کہ میری بیوی نے کفر کے کلمات کہے تھے اس واسطے نکاح نہیں ہوا جب نکاح نہیں ہوا تو بیوی نہیں جب بیوی نہیں تو ساس سے نکاح ہوجاتا ہے۔ دیکھو کتنا غلط استعمال ہے تو علم کا صحیح استعمال اس وقت آئے گا جب کسی اللہ والے سے تعلق ہوگا، کسی سے ملتا رہے گا، پوچھتا رہے گا باتیں سنتا رہے گا پھر علم کا صحیح استعمال آئے گا۔

تجربہ کار کا علم صحیح ہوتا ہے

ایک مشین تھی بڑی فیکٹری کی بند ہوگئی اب جتنے مستری ہیں سب بڑی کوشش کررہے ہیں، نہیں چالو ہوتی اخیر ایک بڑے ماہر مستری کو لائے اسنے ایک جگہ ایک ہتھوڑا مارا مشین چل پڑی تو انہوں نے مطالبہ کیا مجھے اتنے پیسے چاہئیں کہا ایک ہتھوڑے کے اتنے پیسے کہا ہتھوڑے کے پیسے جتنی جہاں ہتھوڑا مارنا ہے اس کی قیمت ہے، تم سب بے کار بیٹھے ہوئے تھے، فیکٹری بے کار ہوگئی تھی کہاں ہتھوڑا مارنا ہے؟ اس کے میں لے رہا ہوں پیسے۔ تو علم کا صحیح استعمال تجربہ کار سے ہوتا ہے۔ بڑھئی کا کام بڑھئی سے آئے گا، سنار کا کام سنار سے آئے گا۔ دین کا کام دیندار سے آئے گا، دین کی صحیح سمجھ نہیں آئے گی جبتک کسی کامل کا ہاتھ نہیں تھامیں گے۔

امام ابو یوسفؒ کا ایک واقعہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسفؒ کو فرمایا کہ تم امامت کرو تم نماز پڑھاؤ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کی اللہ اکبر، الحمد للہ پڑھ کے چھوٹی سی سورت پڑھ کے رکوع۔ رکوع مختصر کیا پھر اسی طرح دونوں سجدے بھی مختصر مختصر کر کے پھر دوسری رکعت میں فاتحہ اور چھوٹی سی سورت پڑھی پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ اب ہمارے پاس بھی علم ہے ناں؟ ہم کہیں گے نماز خراب کردی، انہوں نے نماز خراب کردی بڑی مختصر پڑھی جلدی بھی پڑھی

لیکن جب نماز انہوں نے ختم کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قَدْ صَارَ يَعْقُوْبُنَا فَقِيهاً فرمایا ہمارا یعقوب فقیہ بن گیا، فقہ کی سند دے دی اس کو دین کی صحیح سمجھ آگئی ہے کیوں وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی جب انہوں نے سلام پھیرا سورج نکل آیا اگر سنن کی رعایت کرتے، مستحبات کی رعایت کرتے، آداب کی رعایت کرتے تو نماز قضا ہوجاتی فرض رہ جاتا ہمارے جیسا تو پورا پڑھتا خواہ نماز قضاء ہو نہ ہو ان کو دین کی صحیح سمجھ تھی علم کو انہوں نے صحیح جگہ استعمال کیا کہ اس وقت اگر ہم نے سنن اور مستحبات کی رعایت کی تو سورج نکل آئے گا نماز قضا ہوجائے گی اس دین کی صحیح سمجھ پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارا یعقوب فقیہ بن گیا، دین کی ان کو صحیح سمجھ آگئی یہ اللہ والوں کی صحبت سے آتا ہے۔

تو جس طرح ہر فن والے کے پاس بیٹھنے سے فن آتا ہے اسی طرح اللہ کی محبت کا فن سیکھنا ہو، اللہ کے تعلق کا فن سیکھنا ہو، دین داری سیکھنی ہو تو ان کے پاس آئے جائے بیٹھے اٹھے باتیں سنے یا ان مقبولوں کے حالات پڑھے ان کے واقعات پڑھے۔ ان کی تصنیفات پڑھے ان کے مواعظ پڑھے۔

اہل اللہ کون ہوتے ہیں؟

اب صاحب جی! اللہ والے کون ہوتے ہیں؟ کیا نشانی ہوتی ہے ان کی؟ یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے۔ فرماتے ہیں جو صحیح اللہ والے ہیں جن کی صحبت

اکسیر ہے ان کو ضرورت کے موافق علم دین ہونا ضروری ہے اور نماز کے مسائل معلوم نہ ہوں تو اللہ والا کیا بنے گا؟ روزے کے مسائل معلوم نہ ہوں تو اللہ والا کیا بنے گا؟ ضروری مسائل کا علم ہونا ضروری ہے اس کو، پھر عقائد اس کے صحیح ہونے چاہئیں شرک اور بدعت میں مبتلا نہ ہو۔ جیسا آج کل رسمی پیر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ اعمال کا پابند بھی ہو صوم وصلوٰۃ، روزے نماز سارے دین کے احکامات کا پابند بھی ہو اس کے معاملات بھی صحیح ہوں، خرید وفروخت کے معاملات، نکاح کے معاملات، طلاق کے معاملات بھی اجارہ داری، کبھی کرایہ داری کبھی کچھ کبھی کچھ ہوتا ہے معاملات سارے درست ہونے چاہئیں، حلال کو حلال سمجھ کر استعمال کرے حرام کو حرام سمجھ کر اس سے بچے اور کسی کی تکلیف کا ذریعہ نہ بنے کسی کو ذلیل نہ سمجھے اور اخلاق باطنہ بھی صحیح ہوں اس کے اندر تواضع ہو، قناعت ہو، صبر ہو شکر ہو صدق ہو اخلاص ہو، تسلیم ہو، رضا ہو جتنے بھی اخلاق حسنہ ہیں، ملکات باطنہ ہیں اس پر رسوخ ہو اس کو، دل بن گیا ہو اس کا،

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل

ریاضتیں کر کے دل بن جاتا ہے

آئینہ بنتا ہے رگڑے جب لاکھ کھاتا ہے دل
کیا بتائیں بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

مجاہدے کرنے پڑتے ہیں، نفسانی تقاضوں کے خلاف کرنا پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ جلد پیدا کر دیتے ہیں تو اخلاق باطنہ بھی اس کے صحیح ہونے چاہئیں اور آخرت کو ترجیح دیتا ہو دنیا پر ایسا شخص اللہ تعالیٰ ملا دیں تو اس کی صحبت اکسیر ہے اور فرض کرو ہمیں ان باتوں کو پہچاننا مشکل ہو تو ایک آسان یہ ہے کہ اس وقت کے جو اہل حق ہیں۔ اس وقت کے، اس دور میں جو اہل اللہ ہیں وہ اس کو نیک سمجھتے ہوں اچھا سمجھتے ہوں، جس کو اللہ والے صحیح کہیں نیک کہیں تو سمجھو وہ بھی ٹھیک ہے۔

بادشاہ کیا جانے حجامت کیسی ہوتی ہے

ایک بادشاہ تھا کسی حجام سے ناراض ہو گیا جب ناراض ہوا تو عتاب میں آ گیا اس وقت عتاب بڑا سخت ہوتا تھا بادشاہوں کی طرف سے تو اس نے بادشاہ کے غلاموں کو کہا جب بادشاہ سو رہے ہوں تو مجھے بتانا میں چپکے سے حجامت کر آؤں گا اس کو پتہ بھی نہیں چلے گا صاحب ایسا ہی کیا، ایسا طریقہ کیا کہ بادشاہ کا خط بھی بنا لیا حجامت بھی بنا لی لیکن بادشاہ کو پتہ بھی نہیں لگا جب اٹھا تو دیکھا کہ میری حجامت بنی ہوئی ہے پوچھا کس نے حجامت کی؟ کہا اس نے جس سے آپ ناراض تھے اس نے حجامت کی کہا کمال کر دیا اس نے کہ مجھے پتہ بھی نہیں لگا تو اس نے کہا یہ حجامت کا استاد ہے، کسی نے جا کے اس کی بیوی کو خوشخبری دی کہ بادشاہ نے تیرے خاوند کو حجامت کا استاد بنا لیا ہے، بیوی کہنے لگی

اس کو کیا خبر چار حجام مل کے اس کو استاد بنالیں تو بات بھی ہے بادشاہ کیا جانے حجامت کیسی ہوتی ہے؟ کیسی پکی بات کہی۔

بزرگ وہ ہے جس کو اللہ والے بزرگ کہیں

اسی طرح کچھ ظاہر لوگ عوام لوگ جس کو بزرگ بنائیں وہ بزرگ نہیں ہے، بزرگ وہ ہے جس کو بزرگ، اللہ والے کہیں وہ واقعی بزرگ ہے اگر اس وقت کے اہل اللہ کسی کو اللہ والے کہیں تو اس کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

اور ایک اور پہچان ہے کہ اس کے پاس چند دفعہ جانے آنے سے دل نیکی کی طرف مائل ہو جائے اور دل میں تقاضے ہوں کہ بری باتیں چھوڑنی چاہیئں، فکر پیدا ہو جائے اصلاح ہو جائے، سمجھ لو اس شخص کی صحبت بڑی اچھی ہے ایک یہ بھی پہچان ہے۔

اہل اللہ کی تین نشانیاں

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں پوچھا گیا یا رسول اللہ کن لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا شخص جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آجائے، ایک بات۔ دوسری بات یہ کہ جب وہ بات کریں تو تمہارے علم دین میں اضافہ ہو، تیسری بات یہ کہ جب وہ عمل کریں تو تمہیں اپنی آخرت یاد آجائے کہ ہمیں بھی عمل کرنا چاہیے فکر پیدا ہو جائے۔

جب ایسا شخص مل جائے تو ان سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

نیک صحبت کی مثال

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک صحبت کی مثال دی ہے کہ کسی کے پاس خوشبو ہے۔ کحامل المسك آپ اس کے پاس بیٹھے ہو تو آپ کو وہ خوشبو نہ ملے تو خوشبو تو آئے گی اللہ والے سے کوئی فیض حاصل نہ ہو تو جب تک آپ بیٹھیں گے اسکی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت تو آپ پر آتی رہے گی کچھ اثرات تو آپ کو آہی جائیں گے اور بری بات کی مثال یہ دی کہ کوئی بھٹی دھونک رہا ہے، بدبو آرہی ہے وہاں جاکے کھڑے ہو گئے تو ہوسکتا ہے چنگاری آئے تمہارے کپڑے جلادے اور یہ نہ ہو تو بدبو تو آتی رہے گی۔

اس لیے انسان ہمیشہ نیک صحبت اختیار کرے اور بری صحبت سے دور رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

عشق مجازی اور اس کا علاج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

عشق مجازی اور اس کا علاج

خطبۂ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ○

اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی سوچ کو بھی جانتے ہیں

حق تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں کہ تمہاری آنکھیں صحیح جگہ استعمال ہوں، اس کو بھی ہم جانتے ہیں اور اگر غلط جگہ استعمال ہوں تو ان کو بھی ہم جانتے ہیں۔

تم لوگوں سے تو پوشیدہ کر سکتے ہو لیکن ہم سے کسی بات کو پوشیدہ نہیں کر سکتے۔ آنکھ تو بظاہر دیکھنے میں آتی ہے، ہم تو تمہارے دل کی سوچ کو بھی جانتے ہیں کہ تمہاری سوچ غلط ہو رہی ہے یا صحیح ہو رہی ہے؟ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اور ایک جگہ فرمایا: يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝ تو سینے کی باتوں کو بھی وہ جاننے والے ہیں اس واسطے آدمی یہ سمجھے کہ میں دل کے اندر غلط منصوبے بناؤں تو کسی کو پتہ نہیں چلے گا ایسی ذات گرامی کو پتہ چلے گا جو پوری قدرت آپ پر رکھتی ہے اور ہر طرح کی سزا دے سکتی ہے تو بدنگاہی کا بیان چل رہا ہے کئی دن سے، اب فرماتے ہیں کہ اس کا علاج بھی ہونا چاہئے۔

”کمال یہ نہیں کہ گناہ کا تقاضا نہ ہو“

بعض لوگ جب چاہتے ہیں کہ اس بری بیماری سے ان کو نجات مل جائے اور کوشش کرنا چاہتے ہیں تو دل میں پھر تقاضا اٹھتا ہے پھر وہ گناہ ہو جاتے ہیں پھر کوشش کرنا چاہتے ہیں تمنا ہوتی ہے کہ بدنگاہی نہ کروں پھر نگاہ اٹھ جاتی ہے اب اس بار بار تقاضے سے وہ یوں سمجھتے ہیں کہ اس میں کامیابی مشکل ہے، یوں سمجھتے ہیں کہ بری نگاہ سے اپنے آپ کو بچانا مشکل ہے کہ تقاضا بھی ہوتا ہے بار بار تقاضا ہوتا ہے بار بار تقاضہ ہوتا ہے میں کہاں تک دباؤں اس کو، تو ایسے لوگ پھر اس بات کی خواہش کرتے ہیں کہ کوئی تدبیر ایسی ہو کہ یہ مادہ ہی نہ رہے یہ تقاضہ ہی نہ ہو، نہ تقاضہ پیدا ہوگا نہ میں گناہ کروں گا۔

یہ ایسے لوگوں کے دل کے اندر یہ خیالات اٹھتے ہیں کہ مجھے دل کے اندر تقاضہ نہ ہو، غیر کی طرف میلان نہ ہو، مجھے خیال بھی نہ آئے تو میں اس طرح نظر بد سے بچ جاؤں۔ بعض لوگ جو بچنا چاہتے ہیں اور کوشش کرنا چاہتے ہیں تقاضوں کے بار بار ہونے کی وجہ سے، دل کے میلان کی وجہ سے وہ تنگ آ کر یوں کہتے ہیں کہ میرے اندر یہ مادہ ہی نہ ہو یہ تقاضہ ہی نہ ہو، یہ عورت کی طرف میلان ہی نہ ہو، تاکہ میں بچ جاؤں۔

فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا خیال بالکل غلط ہے، یہ مطلوب بھی نہیں ہے اور یہ صرف شیطانی وسوسہ ہے کہ بڑے اچھے ہیں پیش کرتا ہے کہ صاحب یہ تقاضہ نہیں ہوگا تو میں بدنگاہی نہ کروں گا۔ بھائی اگر یہ تقاضہ نہ ہو، تمہارے اندر سے یہ مادہ نکل جائے، تمہارے دل کے اندر کوئی میلان ہی نہ ہو غیر کی طرف تو پھر تمہارا گناہ سے بچنے کا کمال کون سا ہوگا؟ اندھا اگر فخر کرے میں بدنگاہی نہیں کرتا ہوں تو کیا فخر بجا ہے؟ کر ہی نہیں سکتا۔ ایک ہیجڑا ہے جو بالکل کچھ ہے ہی نہیں اس کا۔ وہ کہے کہ صاحب میں بڑا عفیف ہوں پاک صاف ہوں تو آپ کہیں گے تمہارے اندر کوئی تقاضہ ہی نہیں ہے وہ بات ہی نہیں ہے تو کیا کر سکتا ہے؟

”کمال یہ ہے کہ تقاضا پر عمل نہ ہو“

لطف اور کمال تو یہ ہے کہ گناہ کر سکے انسان اور پھر اپنے دل کو اور اپنے اعضا کو روکے، گناہ کرنے پر قادر بھی ہے گناہ کر سکتا ہے لیکن پھر اللہ کا

خوف حائل ہو جاتا ہے، اللہ کا حکم سامنے آجاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سامنے آجاتی ہیں اور اپنے آپ کو روک لیتا ہے، یہ ہے میلان کو روکنے کا کمال۔ تقاضہ ہو اور پھر روکے۔ اب یہ دیوار ہے، دروازے ہیں، چٹائیاں ہیں، لوٹے ہیں یہ کہیں جناب ہم بڑے پاک صاف ہیں، ہمارے دل کے اندر کسی غیر کا تقاضہ بالکل نہیں ہوتا، بڑے باحیا ہیں تو آپ یہی کہیں گے کہ تمہارے اندر وہ شعور ہی نہیں ہے، تمہارے پاک صاف ہونے کا کیا مطلب؟ اس واسطے اگر انسان یہ خیال کرے کہ میرے دل کے اندر وہ میلان نہ رہے مجھے تقاضہ ہی پیدا نہ ہو، یہ مادہ جاتا رہے یہ بالکل غلط خیال ہے شیطانی وسوسہ ہے، مادہ رہے گا جب تک صفات رجولیت کی رہیں گی تب تک یہ مادہ رہے گا۔

''انسان آزاد نہیں ہے''

انسان کو یہ چاہئے کہ انسان اپنے آپ کو سنبھال کے رکھے یہ نہیں کہ انسان کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے جو چاہے کرتا رہے۔ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہمارے دل کے اندر آئے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ ہے اور پھر غیروں پر نظر رکھتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ کی محبت کو چھوڑ دے آدمی، ان سے تعلق چھوڑ دے۔ اس کو حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ بڑے غیور ہیں، بڑی دوٹوک بات کرتے ہیں، کہتے ہیں یہ تم کیا کر رہے ہو، کر نہیں سکتے کر نہیں سکتے۔

سرمد می باید گرد

یک کار ازیں دو کار می باید کرد

سرمد کہتے ہیں میں تو چھوٹی سی بات کرتا ہوں کہ دو باتوں میں سے ایک بات کرلو، دو کاموں میں سے ایک کام کرلو۔

یا تن برضائے دوست می باید دار

یا تو بدن کو دوست کے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دو، جو وہ کہیں وہ کرو اور اگر نہیں کر سکتے۔ یا ایسے یار کو ایسے دوست کو ایسے خدا کو چھوڑ دو کوئی اور خدا تلاش کر دو وہ تو اتنے غیرت میں آکے کہہ دیتے ہیں۔

''عشق مجازی کا سبق آموز واقعہ''

اسی طرح ایک حکایت لکھی گئی ہے کہ ایک عورت جارہی تھی اور ایک جنس پرست، شہوت پرست، آزاد آدمی یہ اس کے دل میں خیال نہیں کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے یہ خیال نہیں کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے، یہ استحضار نہیں کہ انہوں نے مجھے منع کیا ہوا ہے، یہ استحضار نہیں کہ مرتے وقت ان کے سامنے پیش ہونا ہے، آزاد جارہا ہے اس کے پیچھے لگ گیا، وہ بیچاری حیادار بھی تھی اور سمجھدار بھی تھی، عقل مند بھی تھی۔ کافی دیر تو وہ برداشت کرتی رہی پھر اس نے مڑ کے پوچھا کہ بھائی تم کیوں میرے پیچھے آرہے ہو؟ کیوں آوازیں کس رہا ہے؟ اس نے جناب لمبی چوڑی تمہید باندھی کہ میرے دل میں تیرا یہ حال ہے یہ

حال ہے، یہ حال ہے۔ اس سمجھدار عورت نے باحیا عورت نے کہا کہ تو بڑا دھوکے میں آیا ہے، ارے! میرے پیچھے میری ایک بہن چلی آرہی ہے وہ مجھ سے ہزار درجہ خوبصورتی میں، رنگت میں، خوبیوں میں، پڑھنے میں، لکھنے میں، سینے میں، پرونے میں، سلیقہ داری میں، مجھ سے کئی درجہ بڑھی ہوئی ہے، تو کیوں میرے پیچھے ہے؟ بڑا بے وقوف احمق ہے۔ ارے اگر جانا ہے تو کسی اچھی کے پاس جا پیچھے جب اس نے پیچھے دیکھنا شروع کیا تو اس عورت نے ایک زور سے دھول رسید کی، چماٹ مارا۔

کہنے لگی اے بے وقوف! اے احمق! اگر تو عاشق ہوتا میرا، اگر تو اپنے بیان میں اور دعوے میں سچا ہوتا تو تو نے پھر غیر پر نظر کیوں ڈالی؟

ایں بود دعویٰ عشق اے بے ہنر

اے پاگل آدمی! اے نالائق آدمی! کیا عشق کا دعویٰ یہی ہوا کرتا ہے؟ جب میں نے کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے تو تو ادھر دیکھنے لگا میرا عاشق نہیں ہے تو۔

"نفس کا مقابلہ کرنا ہے"

یہ بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ کل اگر اللہ جل شانہ نے اپنے سامنے کھڑا کر کے بندے سے پوچھ لیا کہ تو میری محبت کا دعویٰ کرنے والا، تو ہم کو چھوڑ کے تو غیروں کو دیکھ رہا تھا، غیروں کے پیچھے پڑ رہا تھا تو کیا جواب دیں گے بتاؤ؟

تو بات یہ چل رہی تھی کہ اگر انسان یہ خواہش کرے کہ مادہ میرے اندر نہ رہے تا کہ تقاضہ پیدا نہ ہو، یہ میلان میرے اندر نہ رہے غیر کی طرف، تو یہ محال ہے۔ جب تک رجولیت کی صفات رہیں گی میلان بھی رہے گا، مادہ بھی رہے گا تقاضہ بھی رہے گا اور انہیں تقاضوں کی موجودگی میں، کسی شیطان کے ورغلانے میں، کسی نفس کے بہکانے میں ہی مقابلہ کرنا ہے۔ اسی میں کامیابی حاصل کرنی ہے، جو کامیاب ہوئے ہیں وہ سارے اسی طرح کامیاب ہوئے ہیں۔

اللہ کی رضا کیلئے نفس کی ناگواری کو برداشت کرنا ہے

اب فرماتے ہیں کہ ایک ہے تقاضے کو روکنا، ایک ہے تقاضے کو کمزور کرنا، اب مثال کے طور پر آپ جا رہے ہیں اور آپ کا تقاضہ بڑا ابھر رہا ہے غیر کو دیکھنے کیلئے، اب اس وقت کیسے روکا جائے اس کو؟ یہ ترکیب بتا رہے ہیں۔

آپ جا رہے ہیں تقاضہ تو رہے گا نا، میلان بھی رہے گا، مادہ بھی رہے گا، اس مادے میں شیطان نے تحریک دی، کوئی چیز دکھا دی اور پھر وہ تقاضہ شروع ہو گیا۔ اب تقاضہ تو ہو رہا ہے، پیدا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم سر آنکھوں پر یہ اللہ کے خوف سے بچنا چاہتا ہے، یہ تقاضے کی کرے گا مخالفت، یہ تقاضہ ہے گناہ، یہ گناہ کا تقاضہ ہے اس کو میں کبھی پورا نہیں کروں گا۔ اب کیا کرے؟ سوچے کہ یہ میرے اختیار میں روکنا ہے کہ نہیں ہے؟ روک سکتا ہوں کہ نہیں روک سکتا؟ اگر میں نے باوجود تقاضے کے نہ دیکھا تو کیا میں اندھا ہو جاؤں گا؟

کیا بہرا ہو جاؤں گا؟ کیا گونگا ہو جاؤں گا؟ کیا میری کوئی ہڈی ٹوٹ جائے گی؟ کیا دست لگ جائیں گے؟ کیا الٹیاں ہو جائیں گی؟ کیا نمونیہ ہو جائے گا، کیا ہو جائے گا؟ دل کو بڑی تکلیف ہے، تکلیف بھی اس لئے کہ بری عادت تو نے خود ڈالی ہوئی ہے اگر عادت نہ ڈالی ہوتی تو مزہ آتا روکنے میں۔ اس کو برداشت کرو جب ان کا حکم ماننا ہے تو ان کا حکم ماننے کے لئے کتنی بھی تکلیف آئے مشقت آئے برداشت کرو اس کو۔

تو فرماتے ہیں اپنے اختیار سے کام لو اس اختیار سے کام لے کہ انسان کیسے دشمن کے اندر گھس جاتا ہے، جان کی پروا نہیں کرتا، مارنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ قتل و غارت گری اور خون گرنا گرانا ہوگا یہ تو صرف نفس کی ناگواری ہے یہ کیوں نہیں برداشت کر سکتے ہو بھائی؟ اللہ کو راضی کرنے کیلئے نفس کی ناگواری کو برداشت کرنا پڑے گا۔

"بدنگاہی کا ایک علاج"

اور فرماتے ہیں کہ ایک طریقہ اور ہے ہمت کو قوی کرنے کیلئے ایک طریقہ اور ہے اگر خیال ادھر ہو رہا ہے تو کسی بری شکل والے کو دیکھنا شروع کردو کوئی بری شکل والا ادھر ادھر ہو اس کو دیکھنا شروع کردو، کیوں؟ قانون ہے یہ قدرت کا کہ آپ ایک آن واحد میں دو طرف توجہ نہیں کر سکتے، آپ نے اس طرف سے توجہ ہٹانی ہے تو کسی اور طرف دیکھنا شروع کردو اور وہ بھی بری

صورت کو دیکھنا شروع کردو، ادھر سے خیال ہٹ جائے گا نا، کامیاب ہو گئے بس، اور کیا چاہئے۔

اب یہ کوئی صاحب کہے کہ اگر اس وقت کوئی بری صورت والا نہ ہو تو پھر کیا کرے؟ تو فرماتے ہیں کہ اگر بری صورت والا کوئی نہ ہو تو اس دماغ سے بیٹھے بیٹھے کئی صورتیں سوچ لیتے ہو کہ نہیں؟ مثال کے طور پر ایک آدمی کو لاہور جانا ہے کام کیلئے تو اس کام کے سارے منصوبے یہاں بیٹھے بیٹھے دماغ میں سوچ سوچ کے سارے لکھ لے گا، تیار کرلے گا اپنے آپ کو جانے کیلئے تیار کرلے گا، کسی سے بات نہ کرے اور بات سنے بھی نہ تو دماغ میں سارا منصوبہ تیار کرلیتا ہے کہ نہیں کرلیتا؟ فرماتے ہیں یہ تمہاری قوت متخیلہ ہے اس سے کام آج لو۔ وہ کیا ہے؟ یہ کہ دماغ کے اندر سوچو کسی نہایت بدشکل صورت کا، مثال کے طور پر ایک شخص ہے بڑی بری صورت ہے اس کی، کالا سیاہ، چیچک کے داغ، آنکھوں سے اندھا، سر سے گنجا ہے، رال بہہ رہی ہے، دانت اور ہونٹ آگے کو نکلے ہوئے ہیں، ناک کٹی ہوئی ہے اور ناک سے بھی سنک بہہ رہا ہے مکھیاں اس کے اوپر بیٹھی ہوئی ہیں، صبر کرنا ہے نا! اب فرماتے ہیں چاہے تم نے ایسا شخص نہ دیکھا ہو لیکن قوت متخیلہ سے کب کام لو گے؟ آج اللہ کا حکم ماننے کے لئے، غیر پر سے نظر بچانے کے لئے اس قوتِ متخیلہ سے سوچنا شروع کردو اور فرضی سوچنا شروع کردو کہ ایک شخص ہے اس کا کالا رنگ ہے، چیچک کے داغ ہیں، ہونٹ

بڑے بڑے ہیں اور دانت باہر نکلے ہوئے ہیں آنکھوں سے اندھا ہے، سر سے گنجا ہے، ناک کٹا ہوا ہے رال بہہ رہی ہے، مکھیاں بیٹھی ہوئی ہیں، اس تصور میں تم لگو گے خیال ہٹ جائے گا بس کامیاب ہو گئے۔

دوسری طرف۔ سے گناہ والی جگہ سے نظر ہٹا کے ادھر نظر کرلو گے تمہاری توجہ ہٹ جائے گی توجہ ہٹ جائے گی کامیاب ہو جاؤ گے اور کیا چاہیے۔

"دوسرا علاج"

اور فرماتے ہیں اگر یہ تصور تمہارے لئے کافی نہ ہو تو یہ سوچو کہ کل کو یہ شخص اگر مر جائے، مرنے سے پہلے اگر اس کو اتنے زور سے دست لگیں اور الٹیاں آئیں کہ شکل بیٹھ جائے تو تم تو دیکھ بھی نہ سکو اس کو۔ جب مر جائے تو تین چار دن کے بعد جا کے تو دیکھو جب قبر کھولو گے تو سارا جسم سڑ رہا ہوگا، بدبو آرہی ہوگی، پیپ بہہ رہی ہوگی، آنکھیں باہر آرہی ہوں گی دیکھنا ناگوار ہوگا کہ یہ شخص جس کا یہ حشر ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

عاشقی با مردگاں نباشد پائیدار
عشق را باحی و باقیوم دار

جو مرنے والے ہیں ان سے کیا محبت لگانی ہے، لگانی ہے تو اللہ کے ساتھ لگاؤ جو حیی وقیوم ہیں۔

"قیامت کے دن ہر ایک عضو سے سوال کیا جائیگا"

قرآن مجید میں آتا ہے: اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿٣٦﴾

ایک دن آنیوالا ہے کان سے بھی پوچھا جائے گا، کان بول بول کے بتائے گا کہ میرے ذریعے سے یہ یہ فحش باتیں سنیں یہ یہ گانے سنے، یہ یہ باجے سنے۔ والبصر آنکھ بھی آج دیکھ رہی ہے، کل کو بول بول کے بتائے گی کہ فلاں کو دیکھا فلاں کو دیکھا، فلاں کو دیکھا، فلاں کو دیکھا۔ اسی طرح دل بولے گا۔ ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴿٣٦﴾ ہر ایک سے سوال کیا جائے گا ہر عضو ہمارا بتائے گا۔ یہ ہونے والا ہے واقعہ ہے۔

قیامت کے دن ہر شخص کا گناہ دکھایا جائے گا

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری ساری جو خبریں دے دی ہیں یہ واقعے ہونے والے ہیں۔ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا، قرآن مجید کی آیت ہے اس کی تشریح اور تفسیر حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس جس عضو سے جو جو گناہ کیا ہے وہ گناہ کرتا ہوا قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے دکھایا جائے گا، جس میں ہمارے ماں باپ بھی ہوں

گے، بہن بھائی بھی ہونگے، بیوی بھی ہوگی بچے بھی ہونگے، محلے والے، مسجد والے، بازار والے بھی ہونگے، اپنے بڑے استاد اور پیر بھی ہونگے، اپنے چھوٹے شاگرد بھی ساتھ ہونگے، ان کی موجودگی میں گناہ کرتا ہوا دکھایا جائے گا، کتنی رسوائی ہوگی؟ کتنی ذلت ہوگی؟ آج چھپ کر انسان اس لئے کرتا ہے کہ کسی کو پتہ نہ چلے وہاں سب کے سامنے ہوگا پھر کیا کرے گا؟ تمام اولین اور آخرین کھڑے ہونگے۔

بیوی کہے گی شوہر ہوکے تو یہ کام کرتا تھا؟ بچے کہیں گے باپ ہوکے تو یہ کام کرتا تھا؟ بھائی کہیں گے، ماں کہے گی تو بیٹا ہوکر ایسی ایسی حرکتیں کرتا تھا؟ ہمیں تو پتہ نہیں تھا تو یہ کرتا ہے؟ ہر شخص لعنت ملامت کرے گا۔ سبکہیں گے ہم تمہیں بڑا مقدس آدمی سمجھتے تھے تیرا یہ حال تھا؟ ہونے والی ہے یہ بات۔

"گناہ چھوڑنے کا نسخہ"

پھر ایک اور بڑی غیرت کی بات ہے، ہماری محبت کا بڑا جوش اٹھتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے، حضور کا نام لے کر ہم قربان ہونے کو تیار ہوجاتے ہیں لیکن حقیقی محبت نہیں ہوتی۔ اگر حقیقی محبت ہو تو حضور کا کہنا مانا جائے اور فرماتے ہیں ہمارے اعمال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں۔ اس محبت کا دعویٰ اور حضور کو رنجیدہ کرنا کتنے افسوس کی بات ہے؟ حضور اعمال اچھے دیکھ کے خوش ہوتے ہیں اور برے اعمال دیکھ کے رنجیدہ

ہوتے ہیں، تو محبت کا دعویٰ کرنے والا حضور کو قبر مبارک میں رنجیدہ کرے یہ خیال نہیں آتا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ اعمال ہمارے پیش ہو رہے ہیں، فلاں شخص نے آج یہ کیا فلاں نے یہ کیا یہ کیا۔

اسی طرح ماں باپ کے سامنے بھی ہفتہ میں ایک مرتبہ پیش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی پیش ہوتے ہیں۔ پیر، جمعرات دو دن پیش ہوتے ہیں اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے تاکہ میرے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو میں روزے کی حالت میں ہوں تو اس طرح انسان سوچ کے اپنے آپ کو روک کے رکھے لگام لگا کے رکھے، کنٹرول کرے اپنے آپ پر، آزادی کو چھوڑ دے اب۔

"دوسرا نسخہ"

یہ ہوا تقاضے کے وقت میں، ایک یہ کہ آئندہ تقاضہ نہ ہو، اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جب تم بار بار مقابلہ کرتے رہو گے تو تقاضہ تمہارا کمزور ہوتا رہے گا ایک دن کامیابی ہوجائے گی پھر جیسے اب عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں جاننے والے ہیں، عذاب دینے والے ہیں، لوگوں کے سامنے رسوائی ہونے والی ہے یہ سوچو تو صحیح کہ جب یہ ہونے والا ہے تو کیوں ایسے کام کرتے ہیں؟ اور اگر اسی دنیا میں انہوں نے پکڑ لیا مجھے اسی دنیا میں اندھا کردیا تو کیا کروں گا میں؟

تیسرا نسخہ

اور ایک یہ کہ اللہ کو یاد کرے بندہ، یہ تسبیحات ہوتی ہیں یہ بھی اللہ کی یاد ہیں، اللہ والوں کے واقعات پڑھو یہ بھی اللہ کی یاد کیلئے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھو یہ بھی اللہ ہی کی یاد ہے، اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں لگے رہو یہ بھی اللہ ہی کی یاد ہے، زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا دل میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کو تصرفات کو سوچنا کہ کیسی قدرت کاملہ کے مالک ہیں، دل میں سوچنا اور زبان سے ذکر کرنا اور سارے اعضا کو ان کی فرمانبرداری میں لگانا یہ بھی یاد ہے اللہ پاک کی۔ فرمانبرداری تب ہی کرے گا جب اللہ یاد ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کو بندہ جتنا یاد کرے گا اتنے برے کاموں سے بچے گا۔

اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ یہ کرتے کرتے تقاضہ مٹ جائے، تقاضہ مٹے گا نہیں کمزور ہوجائے گا، کامیابی میں آسانی ہو اس کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، یاد کے عنوانات مختلف سنادیے ہیں اس میں چاہے تلاوت آجائے، چاہے نوافل آجائیں، تسبیحات آجائیں یا اللہ کی فرمانبرداری آجائے اچھی کتابیں پڑھنی آجائیں، اچھے بیانات سننے میں آجائیں، اچھے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا آجائے سب اللہ کی یاد ہیں۔

جیسے کرتا رہے گا تو ان شاء اللہ کامیابی ہوگی تقاضہ کمزور ہوتا رہے گا۔

"کوشش نہ چھوڑو"

اور جب بار بار آدمی سوچتا رہے جیسے ذکر کیا کہ وہ سننے والے ہیں جاننے والے ہیں سب چیزوں سے واقف ہیں، کان سے بھی سوال ہوگا، آنکھ سے بھی سوال ہوگا، ہر عضو سے سوال ہوگا بار بار سوچے، بار بار سوچے، بار بار سوچے، سوچ کے بار بار روکے اپنے آپکو، بار بار روکے، بار بار روکے، بار بار روکے ہوتے ہوتے ایک دن کامیابی ہوجائے گی۔

اب آپ صاحب کہیں جی میں نے آج ہی کوشش کی ہے آج ہی کامیاب ہوجاؤں، ارے ادھورا سدھرا ہو کے ایک دن آئے گا کامیاب ہوجاؤ گے، کوشش نہ چھوڑو کرتے رہو، لگے رہو، لگے رہو، لگے رہو کامیابی ہوجائے گی۔

"سلطان محمود غزنوی کا واقعہ"

سلطان محمود غزنوی، انہوں نے ایک قلعہ فتح کیا اس کے اندر تھا مندر اور مندر کے اندر ایک پجاری پوج رہا تھا بت کو، سپاہی نے کہا کہ یا تو ہماری حکومت مان لے اب قلعہ تو ہم نے فتح کرلیا ہے یا تو ہماری رعایا بن کے جزیہ دے تو تم ہمارے امن میں ہو اور اگر تو یہ نہیں کرتا ہے تو پھر ہم تمہیں ماریں گے کیونکہ تو دشمن ہے ہمارا، تو وہ رام رام کررہا تھا بت کے سامنے بیٹھا ہوا۔ اس نے کہا تھوڑا ٹھہر جاؤ ذرا تاکہ رام رام کرلوں پھر کرتا ہوں۔ وہ کھڑا رہا سپاہی پھر

اس نے اعلان کیا اس نے کہا تھوڑی دیر ٹھہرو میں کرلوں رام رام اس نے پھر تقاضہ کیا سپاہی نے، تو وہ پجاری کہنے لگا حضور بات یہ ہے کہ نوے سال بعد رام جو ہے نکلتے نکلتے نکلے گا اتنی جلدی تھوڑا نکل جائے گا۔

یہ مثال دے کر فرماتے ہیں اللہ والے تم بننا چاہتے ہو تو لگے رہو، یہ نہیں کہ آج ہی کامیابی ہوجائے اور اگر کامیابی نہیں ہوتی تو چھوڑ دیں سلسلے کو؟ غلط بات ہے یہ، کامیابی ہوتی رہتی ہے آہستہ آہستہ، ہر کام جو ہے اس میں آہستہ آہستہ کامیابی ہوتی ہے۔ بچہ کہے کہ آج ہی میں پہلی جماعت میں بیٹھا ہوں اور آج ہی انجینئر بن جاؤں، پروفیسر بن جاؤں، ساری دنیا کہے گی احمق ہے بےوقوف ہے۔ آج ہی کسی نے کشتی سیکھنی شروع کی اور پل جھپکنے میں سب سے بڑا پہلوان بن جاؤں تو بن جائے گا کیا؟ خوش نویس ہے اس نے آج سبق لینا شروع کیا اور کہے کہ کل میں بہترین خوش نویس بن جاؤں نہیں ہوگا، ہر شخص یہی کہے گا بار بار کوشش کر، بار بار کوشش کر کامیاب ہوجائے گا۔

اسی طرح اللہ کو راضی کرنے کے لئے ان کی ناراضگی سے بچنے کیلئے، آخرت کے مواخذے سے بچنے کیلئے، آخرت کی رسوائی اور ذلت اور عذاب سے بچنے کیلئے انسان اپنی آنکھوں کو روکے، نفس کے تقاضے کو روکے، بار بار مقابلہ کر کے ان شاءاللہ کامیابی ہوجائے گی۔

”جب گناہ ہو فوراً توبہ کرے“

اور فرماتے ہیں کہ ایک طریقہ اور بھی ساتھ میں ہے کہ جب آپ سے بدنظری ہوجائے تو آپ فوراً وضو کرو اور دو نفل پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو کہ یا اللہ میری آنکھ بہک گئی ہے میں نادم ہوں، پشیمان ہوں، مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے حکم کی مخالفت کی ہے، مجھے اس پر بڑی پشیمانی ہے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں مہربانی فرما کر میرے یہ گناہ معاف کردیں اور یا اللہ میں عہد کرتا ہوں آئندہ میں نہیں کروں گا۔ یہ کرنا شروع کرے ان شاءاللہ چند دن میں کامیابی ہوگی۔ وجہ کیا ہے؟ شیطان یہ سمجھے گا کہ میں نے تو اس کو بہکایا تھا تھوڑی دیر کا مزہ لینے کیلئے، یہ تو اور میرے گلے میں چھری ڈال رہا ہے، نمازوں میں لگ گیا ہے یہ، میں تو اللہ سے دور کرنے کی کوشش کی اور یہ اور اللہ کے نزدیک جارہا ہے تو یہ ورغلانا چھوڑ دے گا۔ کامیابی ہوجائے گی، فرماتے ہیں یہ بھی ایک ترکیب ہے۔

”کامیابی کام سے ہوگی“

لیکن چاہے لاکھوں کی ترکیب ہو یا کروڑوں کی ترکیب ہو جب تک انسان استعمال نہ کرے کامیابی کہاں ہوگی؟ کامیابی تو کام سے ہوگی، نہ کہ حسن کلام سے ہوگی۔ اس واسطے انسان لگا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جب جائے تو پاک صاف ہو کے جائے، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہو تو وہ ہم سے

راضی ہوں، ان کے سامنے جائیں تو وہ ناراض نہ ہوں اس طرح زندگی گزارے انسان کہ پاک صاف ہو اور قبر میں چلا جائے، قبر میں بھی آرام مرتے وقت بھی آرام، حشر محشر کے میدان میں آرام اور آگے سارے منازل میں بھی آرام میں رہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اہل اللہ کی صفات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اہل اللہ کی صفات

خطبۂ مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ۔ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا۔

اَمَّا بَعۡدُ: فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (۵۶)

”تخلیق انسانیت کا مقصد“

حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے جنوں کو اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، میری بندگی کریں،

میری تابعداری فرمانبرداری کریں، جتنا جتنا وہ مجھ سے قریب ہوتے چلے جائیں گے اتنی ان کو میری معرفت حاصل ہوتی چلی جائے گی۔

دوسرے لفظوں میں حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے ہمیں پیدا فرمایا ہے۔

اللہ کی معرفت کیسے حاصل ہو؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل ہو؟ اللہ تعالیٰ کی شان کا کیسے اندازہ ہو؟ تو فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو جانتے ہیں جن کو اللہ کی معرفت حاصل ہے جو اللہ کی عظمت اور جلالت شان سے واقف ہیں ان سے پوچھا کرو الرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا۔ رحمن کے باخبر جو بندے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے تم کو۔

نیک لوگوں کا راستہ صراطِ مستقیم ہے

سورۃ الفاتحہ میں ہم روزانہ پڑھتے ہیں: اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۵ یا اللہ ہمیں سیدھا راستہ عطا فرمایئے تو سیدھا راستہ کون سا ہوتا ہے؟ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ جو آپ کے انعام یافتہ بندے ہیں ان کا راستہ ہمیں چاہئے وہ انعام یافتہ بندے جو ہیں وہ رحمن کی شان کے واقف ہوتے ہیں اور وہ کون ہیں؟ اُولٰٓئِكَ

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ تو فرماتے ہیں ایسے لوگ جو رحمن کی شان سے باخبر ہیں ان سے لینا یہ۔ جب ان سے اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھتے رہو گے اللہ تعالیٰ کی صحیح تابعداری اور صحیح فرمانبرداری نصیب ہوگی، افراط اور تفریط سے بچ کر اعتدال کے راستے پر چل کر، صراط مستقیم کے راستے پر چل کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی۔

باخبر بندوں کی صفات

تو فرماتے ہیں وہ باخبر بندے کون ہیں اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا ۝۵۹

ان باخبر بندوں کی پہچان کیسے ہو؟ اس کا بیان چل رہا تھا جن کے متعلق تین صفات بیان کردی گئی تھیں۔ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا رحمن کے خاص بندے جن پر رحمن کی عظمت اور کبریائی کی شان مستحضر ہوگئی ہو، راسخ ہوگئی ہو واقف ہوگئے ہوں، اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والی نظر پیدا ہوگئی ہو۔

پہلی صفت

اس عظمت کے ہوتے ہوئے یہ تواضع اختیار کرتے ہیں، حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کے سامنے اپنے آپ کو پست کرتے ہیں، ان کے سارے رویے جو ہوتے ہیں ان کے اندر تواضع ہوتی ہے اور اس کا نمایاں اثر چال کے اندر ہوتا ہے۔ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا ۔ جب وہ چلتے ہیں تو عاجزی کی چال چلتے ہیں، اکڑ کے نہیں چلتے ہیں اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل اور متواضع سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی شان سے واقف ہوتے ہیں اس واسطے تذلل کی چال چلتے ہیں۔

دوسری صفت

اور پھر دوسری صفت یہ بیان فرمائی۔ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ جب جاہل لوگوں سے مڈبھیڑ ہوتی ہے، جاہل لوگ جہالت کے ساتھ پیش آنا چاہتے ہیں تو ان سے ہمارے بندے الجھتے نہیں ہیں اس واسطے کہ جتنی دیر ان سے الجھیں گے بحث مباحثے میں جھگڑے میں لگے رہیں گے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہیں گے تو وہ اپنے اللہ کی یاد کیلئے، اللہ کی عظمت کی شان سامنے رکھتے ہوئے دل کو سب چیزوں سے، جھگڑے سے فارغ رکھتے ہیں اس واسطے اگر ان کا تعلق کسی سے ہو جائے کوئی سامنے آ جائے اور چھیڑ چھاڑ

کرے تو اس کی چھیڑ چھاڑ میں حصہ نہیں لیتے ہیں۔ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ سلامتی کی بات کر کے ٹال دیتے ہیں اپنے وقت کو برباد نہیں کرتے ہیں، رفع شر کرتے ہیں، شر کو ہٹا دیتے ہیں، الجھتے نہیں ہیں یہ ہمارے بندوں کی شان ہے۔

تیسری صفت

اور تیسری صفت بیان ہوئی تھی۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ بندوں کے ساتھ تو یہ تعلق ہے اور ہمارے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ رات آتی ہے تو بس ہماری یاد میں کبھی کھڑے ہیں، کبھی لیٹے ہیں کبھی بیٹھے ہیں، کبھی قعدے میں ہیں، کبھی رکوع میں ہیں ہماری یاد کرتے ہیں۔ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ کبھی قیام میں ہیں کبھی سجدے میں ہیں ہمیں یاد کرتے رہتے ہیں، رات کو ہمیں یاد کرنے کے لئے خوب اچھی طرح۔ لگے رہتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں یہ ساری باتیں ہونے کے باوجود ہم سے ڈرتے بھی رہتے ہیں۔ ہماری شان کے مطابق عبادت نہ کر سکنے کی وجہ سے ڈرتے بھی رہتے ہیں۔ یہ ڈر جو ہے یہ بھی ایک بڑی اونچی حالت ہوتی ہے یہ ان کی ولایت کی نشانی ہوتی ہے۔ اگر یہ ڈر ختم ہو جائے تو اسی وقت یہ ولایت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے تقویٰ اور ایمان کا مجموعہ ہوتے ہیں

ہمارے ولی ہمارے دوست ہمارے مقرب ہمارے مقبول ان کا یہ حال ہے ہمارا قرب ہماری عبادت کرتے کرتے ان کو ہم ثمرہ یہ دیتے ہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾ وہ ڈرتے نہیں ہیں، مخلوق سے نہیں ڈرتے، ڈرتے ہیں تو ہم سے ڈرتے ہیں، غم نہیں کھاتے ہیں، تقدیر پر یقین ہمارے فیصلے پر یقین ہوتا ہے اور وہ کون ہیں ان کی شان بیان فرماتے ہیں الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ وہ تقویٰ اور ایمان کا مجموعہ ہوتے ہیں تو ڈرتے رہتے ہیں ہم سے ان کی شان یہ ہے۔

اللہ کے خاص بندوں کی شان

اللہ کے بندوں کی ایک شان یہ ہے کہ کرتے بھی رہتے ہیں ڈرتے بھی رہتے ہیں۔ مرنے سے پہلے ڈر ان پر مسلط ہوتا ہے پتہ نہیں ہمارا کیا حال ہوگا؟ پتہ نہیں ایمان کو لے کر قبر میں ہم جاتے ہیں نہیں جاتے ہیں؟ پتہ نہیں راستے میں شیطان اور نفس ہمارے ایمان کو خراب کردے پتہ نہیں اگلے جہاں میں قبر میں کیا ہوگا؟ حشر میں کیا ہوگا؟ آگے فیصلے ہوں گے تو کیا ہوگا؟ جہنم

میں کیا ہوگا؟ ڈرتے رہتے ہیں اور اسی لئے وہ دعا مانگتے رہتے ہیں رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿۶۶﴾ ڈرتے رہتے ہیں ہاں البتہ ان لوگوں کو جب دنیا سے چل چلاؤ کا وقت ہوتا ہے، دنیا سے رخصت ہونے کا وقت ہوتا ہے دنیا چھوڑنے کا وقت ہوتا ہے اور قبر میں اللہ کے پاس جانے کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت پھر اللہ تعالیٰ ان کے غم اور فکر کو دور کردیتے ہیں۔

نیک لوگوں کو بوقت موت خوشخبری سنائی جاتی ہے

قرآن مجید میں اسی طرح فرماتے ہیں: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۰﴾ اے میرے بندے! اب تو اس دنیا کو چھوڑنے والا ہے فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ پیغام دیتے ہیں۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ فرشتے نازل ہوتے ہیں، فرشتے آتے ہیں ایک ایک فرشتہ الگ الگ۔ خوشخبری دیتا ہے اور خوشخبری کیا ہوتی ہے۔ أَلَّا تَخَافُوا کہ جہاں تم جا رہے ہو وہاں کا خوف نہ کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوا اور جس دنیا کو چھوڑ رہے ہو اس کا بھی غم نہ کرنا، ہم والی وارث ہیں ہم سارے انتظام کریں گے۔ وَأَبْشِرُوا

بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ ایمان اور اعمال صالحہ کا بدلہ جنت ہے دیکھو وہ جنت ہے اس جنت میں تم جارہے ہو۔ جنت اس مرنے والے کو دکھادی جاتی ہے تو وہ بڑا خوشی خوشی جان دے دیتا ہے، زندگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرتا ہے اور مرتے وقت اللہ تعالیٰ خوشخبریاں سنا دیتے ہیں، زندگی میں یہ لرزاں ترساں رہتا ہے۔ کیوں؟ اپنے عیوب پر ہر وقت نظر ہوتی ہے، نیکی کرتے بھی ہیں لیکن پھر بھی ڈرتے رہتے ہیں اس لئے کہ یہ لغزش ہوگئی یہ کوتاہی ہوگئی یہ کمی ہوگئی۔

چوتھی صفت

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ اس کے باوجود بھی پھر کیا ہوتا ہے۔ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ یا اللہ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے، وہ عذاب بڑا سخت ہے۔

تو چونکہ یہ بندے ہماری شان سے باخبر ہیں، ہماری عظمت اور کبریائی کو انہوں نے پہچان لیا ہے اس لئے باوجودیکہ راتیں سجدے کرتے گزار دیتے ہیں رکوع میں گزار دیتے ہیں، قیام میں گزار دیتے ہیں۔ دعائیں مانگنے میں گزار دیتے ہیں، اس کے باوجود بھی اپنی عبادت پر ناز نہیں ہوتا، میری عظمت کے سامنے اپنی طاعت پر نگاہ نہیں ہوتی ان کی یہی دلیل ہے کہ یہ اللہ

تعالیٰ سے باخبر ہیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت شان کے استحضار سے لرزاں اور ترساں رہتے ہیں۔ اتنی فرمانبرداری کے باوجود بھی پھر بھی اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ جہنم میں چلے گئے تو کیا بنے گا؟ اس واسطے رورو کے دعائیں مانگتے ہیں۔
رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اللہ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا کے رکھنا۔
یہ ہمارے باخبر بندے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اپنے باخبر اور مقبول بندوں کی نشانیاں بیان فرماتے ہیں کہ کرتے بھی رہتے ہیں ڈرتے بھی رہتے ہیں۔

پانچویں صفت

اور پھر پانچویں صفت یہ بیان فرماتے ہیں: وَالَّذِیْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝

لوگوں کے ساتھ تو وہ معاملہ تھا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کا یہ معاملہ ہے، اطاعاتِ بدنیہ میں ان کی یہ حالت ہے جب مالی طاعت میں، مال کے متعلق بھی ہماری تابعداری کرتے ہیں۔ اسراف بھی نہیں کرتے، بخل بھی نہیں کرتے، فضول خرچی بھی نہیں کرتے، کنجوسی بھی نہیں کرتے۔ وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ اور درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اعتدال سے خرچ کرتے ہیں، فضول خرچی اور گناہ سے بچتے ہیں اور یہ بھی نہیں جہاں ضرور کرنا خرچ کرنا ہو وہاں تنگی کریں ہمارے بندوں کی ہر وقت نظر ہمارے اوپر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ

کا کیا حکم ہے۔ جہاں ہم خرچ کرنے کے لئے بتائیں وہاں خرچ کرتے ہیں، جو حدود ہم متعین کریں ان حدود کے تحت خرچ کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ انہوں نے ہماری غلامی اختیار کرلی ہے، اس واسطے کہ وہ ہماری عظمت سے باخبر ہیں، اس واسطے وہ مال کے متعلق بھی ہمارے غلام بن کر رہتے ہیں، ہمارے بن کے رہتے ہیں۔ ان کو ہماری معرفت حاصل ہے اس لئے وہ مال کو بھی اپنا نہیں سمجھتے کہ جس طرح چاہیں اڑائیں یا جہاں خرچ کرنا ہو نہ کریں، نہیں! ہماری تابعداری ہماری فرمانبرداری، ہماری معرفت کی وجہ سے مال کو بھی صحیح حدود کے ساتھ صحیح جگہ خرچ کرتے ہیں۔

چھٹی صفت

اور اس کے بعد چھٹی صفت یہ بیان کی کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بھی بچاتے ہیں یہ ہمارے بندوں کی شان ہے۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو مارتے نہیں قتل نہیں کرتے۔ وَلَا يَزْنُوْنَ اور زنا بھی نہیں کرتے۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ اور جو ایسا کرتا ہے اس کو سزا ملے گی۔ وہ ہمارے بندے جو ہیں ہر طرح کی نافرمانی سے اپنے آپکو بچاتے ہیں ہر طرح کے گناہوں سے بھی اپنے آپکو بچاتے ہیں۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ہاں تو یہ جب کرتا ہے انسان نیک کام کرتا ہے اور آئندہ گناہ سے بچتا ہے تو وہ بھی گناہ سے بچا رہتا ہے تو ہمارے بندے ایسے ہیں کہ گناہوں سے بچتے ہیں، خدانخواستہ گناہ ہو جاتا ہے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں تو وہ بھی عذاب جہنم سے بچے رہیں گے اور برابر ہمارے مقبول بندے بنے رہیں گے۔

ساتویں صفت

اور فرماتے ہیں: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ ہمارے بندے جو ہیں جن کو ہماری معرفت حاصل ہے، ہمارے عباد الرحمن جو ہیں ان کی ایک صفت یہ بھی ہے لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ بے ہودہ باتوں میں، خلاف شرع باتوں میں شامل نہیں ہوتے۔ شیطانی باتوں میں شامل نہیں ہوتے ہیں، شرافت کے ساتھ رہتے ہیں، بے ہودہ باتیں ہوں، خلاف شریعت باتیں ہوں، کوئی تماشے کی باتیں ہوں ان میں شامل نہیں ہوتے۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ اور اگر اتفاقاً، اول تو ایسی جگہ جاتے نہیں ہیں جہاں برے بیٹھتے ہوں کھیلتے ہوں ان کے پاس جاتے نہیں، خدانخواستہ وہاں سے گزرنا پڑے تو پھر بھی خلاف شریعت باتوں میں شامل نہیں ہوتے ہیں اور سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں،

ان کو برا بھلا بھی نہیں کہتے ان سے جھگڑتے بھی نہیں ہیں ان کے ساتھ مشغول بھی نہیں ہوتے ہیں، اپنی جان بچا کر اپنے آپ کو بچا کر نکل جاتے ہیں۔

جس طرح انسان جھاڑیوں سے گزرے تو اپنے کپڑے پھٹنے سے بچانے کیلئے اوپر سمیٹ لیتا ہے اور جھاڑیوں سے گزر جاتا ہے، بارش ہو رہی ہو چھینٹیں پڑ رہی ہوں تو اپنے کپڑوں کو بچا کے چلتا ہے، اسی طرح ہمارے بندے ایسے ہیں جہاں لغویات ہوتی ہے، گناہ کی باتیں ہوتی ہیں نافرمانی کی باتیں ہوتی ہیں تو ایسے لوگوں سے شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں ان میں شامل نہیں ہوتے ہیں بس سنجیدگی کے ساتھ نکل جاتے ہیں، نہ تو ان کو حقیر سمجھ کر ان کو برا بھلا کہتے ہیں نہ اپنی بڑائی بیان کرتے ہیں بلکہ شرافت کے ساتھ گزرتے ہیں۔ یہ عبادالرحمن جو رحمن کے خاص بندے ہیں ان کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان فرماتے ہیں۔

آٹھویں صفت

آگے آٹھویں صفت یہ بیان فرمائی وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ جب اللہ تعالیٰ کے احکام ان کو سنائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم ہوتا ہے تو بہرے ہو کر، اندھے ہو کر ان پر ہجوم نہیں کرتے مطلب یہ ہے کہ وہ سوچتے ہیں، سمجھتے ہیں، اللہ والوں سے پوچھتے ہیں باخبر بندوں سے پوچھتے ہیں تو پھر اس پر عمل کرتے ہیں

یہ نہیں کہ کسی ایک حکم پر جو ان کو معلوم ہے لگے رہتے ہیں دوسرے حکموں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ تمام احکام کو سامنے رکھتے ہوئے پھر جس طرح اس حکم پر چلنا چاہئے اس طرح چلتے ہیں۔

ہمارے بندے ایسے فرمانبردار ہیں چونکہ ہماری معرفت ان کو حاصل ہے تو ان کا ہر شعبہ زندگی کا ہماری تابعداری میں گزرتا ہے۔

نیک لوگ اپنے اہل وعیال کو بھی دین پر چلاتے ہیں

پھر آگے فرماتے ہیں: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

ہمارے جو بندے خاص بندے ہیں ان کی شان یہ بھی ہے کہ جس طرح خود دین کے عاشق ہیں، جس طرح خود دین کے طالب ہیں جس طرح خود ہمیں راضی کرنے کیلئے کوشاں ہیں اسی طرح اپنے اہل وعیال کیلئے بھی کوشش کرتے ہیں ان کی بھی نگرانی کرتے ہیں ان کی بھی دین پر چلنے کیلئے ہر طرح سے کوشش کرتے ہیں ان کو دین پر چلاتے ہیں اور پھر دعائیں بھی مانگتے ہیں وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

یا اللہ ہماری اولاد کو ہماری اہل وعیال کو بھی ایسا بنا دے کہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بن جائیں اور چونکہ اللہ والوں کی آنکھوں کی

ٹھنڈک اللہ کی تابعداری فرمانبرداری میں ہوتی ہے تو مفہوم اس کا یہ ہوا کہ ہماری اولاد ہمارے اہل وعیال اور گھر والے یہ سب نیک بن جائیں، پکے دین دار بن جائیں سارا خاندان دین دار بن جائے، متقی بن جائے، اتقیٰ خاندان بن جائے یعنی پورے متقی بن جائیں۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

یہ ساری علامات جو بیان ہوئی ہیں، تو فرماتے ہیں: اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۞ تو خبردار بندوں سے رحمٰن کی شان معلوم کرنی چاہئے، رحمٰن کی شان معلوم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اللہ تعالیٰ کی تابعداری سے حاصل ہوتی ہے

اور اللہ تعالیٰ کی معرفت جو ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری سے حاصل ہوتی ہے۔ جتنا انسان اللہ کا فرمانبردار بنتا چلا جائے جتنا ان کا تابعدار بنتا چلا جائے اتنا اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہوتا چلا جاتا ہے اور جتنا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے اتنی اللہ تعالیٰ کی معرفت پہچان بڑھتی چلی جاتی ہے تو اس پہچان اور معرفت کو بڑھانے کیلئے تابعداری اور فرمانبرداری شرط ہے اور تابعداری اور فرمانبرداری سیکھنے کیلئے جو صحیح طور پر اللہ کے تابعدار

ہیں ان سے پوچھ پوچھ کے چلنا چاہئے اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۞ اور رحمٰن کے بندوں کی شان اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ بیان فرمائی ہے کہ ہمارے بندوں کی یہ شان اور یہ شان اور یہ شان ہے۔ لوگوں سے بھی واسطہ ہمارے ساتھ بھی واسطہ ہر طرح سے ٹھیک رکھتے ہیں جاہلوں سے بھی واسطہ ٹھیک رکھتے ہیں، گناہگاروں سے بھی اپنا واسطہ ٹھیک رکھتے ہیں، مالی عبادت، بدنی عبادات میں بھی پورے اترتے ہیں۔ کوئی شعبہ ان کا خراب نہیں ہوتا عقائد بھی ان کے بڑے پختہ ہوتے ہیں عبادات میں بھی جتنا زیادہ سے زیادہ کوشش ہو سکتی ہے کرتے ہیں، معاملات بھی ان کے صحیح ہوتے ہیں، معاشرت بھی صحیح ہوتی ہے، اخلاق بھی صحیح ہوتے ہیں۔

نیک لوگوں کو جنت میں فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں

فرماتے ہیں یہ لوگ جو ہیں: اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۞

فرماتے ہیں یہ لوگ جو ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بہشت میں رہنے کو بالاخانہ دیں گے اور دین اور طاعت پر چونکہ ثابت قدم رہتے تھے اس لئے بہشت میں فرشتوں کی جانب سے ان کو دعائیں ملتی رہیں گی، سلام ملتا رہے گا۔ وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا

(٦٠) بہشت بہت ہی اچھا ٹھکانہ ہے یہ اس کا ثمرہ عطا فرماتے ہیں عباد الرحمن کو اگلے جہاں میں اس طرح ثمرہ عطا فرمائیں گے۔

اللہ کے نیک بندوں سے عمل سیکھنا پڑتا ہے

تو یہ تفصیل قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے سمجھائی ہے بتائی ہے کہ جن لوگوں سے تم نے دین سیکھنا ہو جن لوگوں سے اللہ کی تابعداری سیکھنی ہو ان کے اندر یہ صفات ہونی چاہئیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان صفات کے ساتھ پرکھنا ہر ایک کا کام نہیں، ہر شخص ایک ایک صفت کو صحیح طور پر نہیں پرکھ سکتا ہے جن کی نظریں اونچی ہیں وہ تو پرکھ لیتے ہیں وہ تو اس معیار پر جانچ لیں گے لیکن سب کی نظریں تو ایسی نہیں ہوں گی تو اس کیلئے فرماتے ہیں کہ تم کو اگر پرکھنا نہیں آتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تابعداری تو ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کی غلامی ضروری ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت ضروری ہے ان کی پہچان ان کا قرب ضروری ہے اس کیلئے علم ضروری ہے علم کے ساتھ عمل ضروری ہے تو علم حاصل کرنے کیلئے اور علم پر عمل حاصل کرنے کیلئے جو مشکلیں پیش آتی ہیں وہ کسی سے حل کرانی پڑتی ہیں اس واسطے ان صفات کے مالک جو ہیں ان سے یہ دین کا علم حاصل کرو دین پر عمل کرنے کیلئے جو مشکلات ہیں ان سے حل کرنی چاہئیں اور اگر تم کو ان صفات سے پرکھنا نہیں آتا ہے جو پرکھ سکتے ہیں وہ تو بڑی اچھی بات ہے اگر خود نہیں آتا ہے تو جو لوگ قرآن مجید اور حدیث شریف کی رو سے قرآن مجید اور حدیث شریف کے

معیار سے پرکھنے والے ہیں ان سے پوچھو۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ انعام یافتہ بندے جو ہیں، صلحاء ہیں، اتقیاء ہیں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں ان سے پوچھو عام لوگ تو نہیں بتاسکیں گے ان کو یہ پرکھنا نہیں آتا لیکن اللہ کے جو باخبر بندے ہیں جن کو پہچاننا پرکھنا آتا ہے وہ ہم کو بتاسکیں گے۔ اس واسطے اگر عام پہچان ہم نہ کرسکیں تو ان باخبر بندوں سے پوچھ لیں کہ آپ یہ بتائیے کون کون سے بزرگ ہیں؟ کون کون سے علماء ہیں؟ کون کون سے خاص لوگ ہیں؟ جن سے ہم دین حاصل کریں، دین کا حاصل کرنا تو ضروری ہے اللہ کی غلامی ضروری ہے، اللہ کی فرمانبرداری ضروری ہے، اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کسی سے پوچھنا ضرور پڑتا ہے خود بخود ہر چیز نہیں آتی ہے تو اس واسطے فرماتے ہیں رحمن کے باخبر جو بندے ہیں یا تو ان کو پہچانو نہیں تو باخبر بندوں سے پوچھو کہ کون سے لوگ ہیں جن سے ہم راستہ دین کا سیکھیں؟ صراط مستقیم پر چلنے کیلئے کون سے لوگ ہیں؟ ہمیں ان کا بتادیجئے اشارہ کردیجئے کہ فلاں شخص ہے اس وقت اس زمانے میں فلاں شخص ہے اس سے تم کو صحیح ہدایت، صحیح راہ، صحیح علم، صراط مستقیم حاصل ہوسکتا ہے۔

اصلاحی تعلق کیلئے مناسبت ضروری ہے

اس کے بعد پھر جس کے متعلق وہ بتائیں ان سے ملنا جلنا شروع کریں اگر ان کی باتیں دل کو لگتی ہیں، اگر ان کی باتوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے اگر ان کی باتوں سے آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے اگر ان کی باتوں سے دنیا سے نفرت پیدا ہوتی ہے، ان کی باتیں دل کو لگتی ہیں، ان پر اعتبار آجاتا ہے کہ یہ بات جو بھی کہتا ہے سچی کہتا ہے پھر فرماتے ہیں ان سے تعلق جوڑ کے ان سے پوچھ پوچھ کے چلتے رہو اور اگر کسی کے ساتھ دل نہیں ملتا ہے تو وہ دین کی اونچی سے اونچی بات بھی کریں گے تم کو اعتبار نہیں آئے گا تو فائدہ کیا ہوگا تم کو؟ اس کو مناسبت کہا جاتا ہے کہ اگر اللہ کا مقبول کوئی مل جائے اس سے دین کا طریقہ پوچھنے کیلئے دین پر عمل کرنے کیلئے جو مشکلات ہیں وہ حل کرنے کیلئے اس بندے کے ساتھ دل ملنا چاہئے تاکہ اس کی باتوں پر پورا پورا اعتبار ہو وہ تو اونچی سے اونچی اللہ تعالیٰ کی بات کریں گے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کریں گے ہمیں یقین نہ آئے اور ہم عمل نہ کریں تو حاصل کیا ہوگا؟ اس واسطے فرماتے ہیں دو آدمی ہیں دونوں صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ دونوں ہی عباد الرحمن ہیں لیکن ایک سے آپکا دل ملتا ہے ایک سے نہیں ملتا ہے تو جس کے ساتھ دل کی مناسبت ہو جس کے قول فعل پر کوئی اعتراض نہ ہوتا ہو تو پھر اس سے ہدایت طلب کرو، اس سے صراط مستقیم کی رہنمائی حاصل کرو۔

جس وقت جو حکم ہو اس کو بجالانا عبدیت ہے

الرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿٥٩﴾ رحمن کے بندے جو ہوتے ہیں وہ باخبر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت سے، اللہ تعالیٰ کی کبریائی سے، اللہ تعالیٰ کی جلالت شان سے وہ واقف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہیبت جانتے ہیں تو جو بات بھی کریں گے اللہ تعالیٰ کی محبت چونکہ ان کو حاصل ہے اور ساتھ ان کے دل میں اللہ کی عظمت اور ہیبت بھی ہے تو جو بات بھی کریں گے صحیح بھی کریں گے اور اعتدال سے کریں گے ان سے آدمی مل کے بیٹھ کے پوچھ کے سن کے جو بھی مشکلیں دین کی ہیں حل کرائے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا بھی ہمیں اس لئے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کریں اللہ تعالیٰ کی پوری پوری بندگی حاصل کریں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی غلامی پوری طرح حاصل کریں ہم غلام ہیں ہم عبد ہیں جس وقت کا جو حکم ہو اس کو بجالانا عبدیت ہوتی ہے۔

اس واسطے فرماتے ہیں رحمن کے جو بندے ہیں ایسے لوگوں کی صحبت کو لازمی پکڑ لینا چاہئے ان کے پاس جانے آنے سے ان کی باتیں سننے سے'' ان کے پاس بیٹھنے سے دین کا شوق پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا شوق پیدا ہوتا ہے کیونکہ وہ دین کے پابند ہوتے ہیں ان کی وضع قطع شریعت کے مطابق ہوتی ہے ان کی عبادات شریعت کے مطابق ہوتی ہیں تو ان کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آتے

ہیں پھر چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے واقف ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی غلامی خوب چھائی ہوئی ہوتی ہے تو اس واسطے وہ جو گفتگو کرتے ہیں وہ بھی صحیح کرتے ہیں ان کی گفتگو سے تو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور پھر جب انسان کے دل کے اندر اللہ کی محبت آجاتی ہے تو پھر انسان کو عمل کی توفیق ہوتی ہے اللہ کو یاد کرنے کی توفیق ہوتی ہے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے اٹھنے سے ان کی باتیں سننے سے ان کی باتوں پر عمل کرنے سے یا مشکلاتیں حل کرانے سے ان کے پاس جانے آنے سے اللہ تعالیٰ کی یاد کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ

اسی واسطے قرآن مجید میں دوسری جگہ فرماتے ہیں: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ کی توحید کا اقرار کرلیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرلیا۔ دوسرے نبیوں کو مان لیا، آسمانی کتابوں کو مان لیا، فرشتوں کو مان لیا قیامت کو حساب کو مان لیا اور تقدیر کو مان لیا یہ ایمان کی صفات ہوتی ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ہمارا حکم یہ ہے اتَّقُوا اللّٰهَ ایمان کو بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھو اور ڈرنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کی تابعداری ہوگی اور اس کا طریقہ کیا ہے وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾

وہ لوگ جو سچے لوگ ہیں ان کے ساتھ ہو جاؤ جو صادقین فی الاعمال ہوں، صادقین فی الاقوال ہوں، صادقین فی الاحوال ہوں ان کی باتیں بھی سچی ہوتی ہیں، ان کے اعمال بھی سچے ہوتے ہیں ان کے حالات بھی سچے ہوتے ہیں یہ لوگ ہیں ان لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے ان سے تعلیم حاصل کرنے سے ان سے دین کی باتیں پوچھنے سے دین کی باتیں سننے سے تمہارے دل کے اندر بھی اللہ کا ڈر آجائے گا اور اللہ کا ڈر آئے گا تمہارا ایمان محفوظ رہے گا ایمان کی حفاظت کیلئے اللہ کا ڈر ضروری ہے اللہ کے ڈر کیلئے صادقین کی صحبت ضروری ہے۔

سچے لوگ اپنے اعضاء کو غلط استعمال نہیں کرتے

تو اس واسطے فرماتے ہیں صادقین جو ہیں سچے لوگ جو ہیں ان کے ساتھ رہنا سہنا چاہئے۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگ صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کا ظاہر بھی ٹھیک ہوتا ہے باطن بھی ٹھیک ہوتا ہے دل بھی انکا بنا ہوا ہوتا ہے سنورا ہوا ہوتا ہے، دل کے اندر کسی غیر کی گنجائش نہیں ہوتی ان کے اندر اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا ظاہر جو ہوتا ہے وہ بھی سارا ٹھیک ہوتا ہے ان کا دل بھی اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے اور ان کے ہاتھ پاؤں آنکھ کان ناک ظاہری اعضاء یہ بھی اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔ یاد کا معنی ہوتا ہے کہ بھولے نہیں انسان دل سے بھی نہیں بھولتے ہیں جب آنکھوں کے استعمال کا موقعہ آتا ہے تو آنکھوں سے بھی نہیں بھولتے ہیں غلط جگہ نہیں دیکھتے

ہیں وہ جب کانوں کے استعمال کا موقعہ آتا ہے تو غلط جگہ کان نہیں لگاتے ہیں اس لئے کہ ان کے کان اللہ کی یاد میں لگے رہتے ہیں وہ اللہ کی حلال اور جائز چیزیں سنیں گے اور حرام چیزیں ناجائز چیزیں نہیں سنیں گے، جب بولتے ہیں تو زبان میں بھی اللہ کی یاد رچی ہوئی ہے کبھی غلط بات نہیں کہتے، ہاتھوں میں اللہ کی یاد اس طرح رچی ہوئی ہے کہ ہاتھ غلط جگہ نہیں لگائیں گے، ہم آپ جہاں چاہتے ہیں ہاتھ لگا لیتے ہیں لیکن جو اللہ کے خاص بندے ہیں جن کے ظاہر بھی ٹھیک ہیں باطن بھی ٹھیک ہیں وہ ہاتھ کو غلط جگہ استعمال نہیں کریں گے، پاؤں کو غلط جگہ نہیں لے جائیں گے اس طرح ان کی سوچ جو ہوتی ہے وہ بھی نورانی ہو جاتی ہے تو ایسے لوگ جو ہوتے ہیں ان سے ہمیں دین کی صحیح سمجھ حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ جو ہیں چونکہ ساری سچی باتیں بتاتے ہیں اس لئے ہمارے دل میں اثر کرتی ہیں اور جب انسان ان کے ساتھ ملتا جلتا ہے تو پھر اللہ کو یاد کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارے دل کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی یاد رچ جائے اور دل کے اندر یاد رچنے کیلئے زبان پہلے کام آتی ہے زبان سے اللہ کا نام لینا شروع کردے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوراد ووظائف بتائے ہیں یا بزرگ جو اپنے تجربہ سے کوئی وظیفہ بتاتے ہیں وہ زبان سے یاد کرتے کرتے، زبان سے تکرار کرتے کرتے تو دل کے اندر اللہ کی یاد رچ جاتی ہے۔ بار بار اللہ کا نام لیتے لیتے زبان سے تو اس مذکور کی یاد دل کے

اندر رچ جاتی ہے جب دل کے اندر اللہ کی یاد رچ جاتی ہے تو پھر اس کا اثر ہمارے اعضاء میں آتا ہے ہماری آنکھوں میں آئے گا ہمارے کانوں میں آئے گا ہماری زبانوں میں آئے گا ہاتھوں میں آئے گا پاؤں میں، پیٹ میں ہر جگہ آئے گا ایسے اللہ تعالیٰ کی یاد رچ جاتی ہے، ایسے اللہ تعالیٰ کی یاد اتنا اثر کرتی ہے کہ کوئی کام کرتے وقت کوئی بات کرتے وقت اللہ کو بھولتا نہیں ہے یہ شخص اللہ کی تابعداری میں لگا رہتا ہے۔

نیک لوگ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگا رہتا ہے ایسی یاد دل کے اندر آ رہی ہے کہ کھڑے ہوں۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ کھڑے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ! بیٹھے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ، لیٹ کر بھی کہتے ہیں اللہ یہ تینوں حالتیں انسان پر ہوتی ہیں یا انسان کھڑا ہے یا بیٹھا ہے یا لیٹا ہے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ تعالیٰ پھر ایسے یاد آ جاتے ہیں ایسے یاد آ جاتے ہیں کہ ہر جگہ پھر اللہ ہی کو یاد کرتے ہیں ہر وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں ہر چیز سے اللہ کا سبق لیتے ہیں، چیز دیکھتے ہیں دنیا داری کی، مادی چیز دیکھتے ہیں ان کا دھیان اللہ کی طرف چلا جاتا ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ عارفیؒ کا ایک واقعہ

ایک بزرگ کراچی میں گزرے ہیں جن کا نام ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا وہ ایک دفعہ سکھر آئے تو یہاں دریا کے اوپر ایک پل بنا تھا اور نیا نیا بنا تھا اس کے اندر کونڈیاں نہیں ہیں کناروں پر بوجھ ڈال دیا گیا تو ہمارے ساتھیوں نے کہا کہ یہ پل نئی قسم کا بنا ہے ذرا اس کو دیکھ لیجئے وہ دیکھ کے آئے تو آ کے بڑی تعریف کی، بڑا قابل دید پل ہے انجینئروں کا بڑا کمال ہے کہ ادھر سے بھی شروع کر دیا ادھر سے بھی شروع کر دیا۔ بناتے بناتے درمیان میں جا کے ملا دیا ایسے انداز سے بنایا ہے ایسے طریقے سے بنایا ہے کہ ریل گاڑی گزر رہی ہے اوپر سے اور یہ گرتا نہیں ہے بڑی تعریف کرتے رہے پھر فرمایا کہ یہ کمال ہے تو صحیح لیکن یہ کمال اس انجینئر کا ہے جس نے ولایت میں بیٹھ بیٹھ کر نقشہ بنایا ہے اس کا اور نقشے میں بتادیا کہ اس کی بنیاد اس قسم کی ہونی چاہئے اس میں فلاں فلاں چیز استعمال کی جائے، بنیاد میں گاڈر ایسے ہونے چاہئیں۔ ریبٹ ایسے ہونے چاہئیں جوں جوں اوپر جاؤ آہستہ آہستہ کم کرتے جاؤ۔ ان کا سائز بتادیا ان کی لمبائی بتادی، ان کا طریقہ لگانے کا بتادیا۔ اس نے وہاں بیٹھ کر یہ نقشہ بتایا اس نقشے کے مطابق ان سب نے ساری چیزوں کو اکٹھا کر کے پل بنا دیا، ان کا بھی کمال ہے۔ سب سے بڑا اس شخص کا ہے جس نے وہاں ولایت میں بیٹھے بیٹھے یہ نقشہ بنا دیا پھر فرمایا اس شخص کا بھی کمال نہیں ہے کمال

اس کے دماغ کا ہے کیسی اچھی اور صحیح سوچ اس کے دماغ میں آئی کہ ایک ایک پرزے کا پورا پورا دھیان بنا کے ایسا بہترین نمونہ بنا کے پیش کر دیا کہ وہ کامیاب چل رہا ہے اس کے بعد فرمایا کہ اس کے دماغ کا بھی کمال نہیں ہے کمال اس کا ہے جس اللہ نے اس کا دماغ بنایا ہے جس اللہ نے اس کا ایسا دماغ دیا ہے۔ اب دیکھئے وہ کہاں سے کہاں پہنچے ہیں؟ یہ اللہ کی یاد کا اثر ہوتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ہر چیز کو دیکھ کر اللہ یاد آتے ہیں

بس مصنوع کو دیکھ کر صانع تک جا پہنچتے ہیں۔ چیز کو دیکھ کے اللہ تعالیٰ پر نظر جاتی ہے اسی کو کسی نے خوب کہا ہے؟

مجھے ہر شئے ہے ساقی جب سے تو ہے دل نشیں ساقی

یعنی اللہ کی محبت جو ہے جب سے میرے دل کے اندر رچی ہے تو ہر چیز سے مجھے اللہ کی محبت ٹپکتی ہے۔

مجھے ہر شئی ہے ساقی جب سے تو ہے دل نشیں ساقی
شجر ساقی حجر ساقی فلک ساقی زمین ساقی

میں پتھروں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اللہ یاد آتے ہیں، میں درختوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اللہ یاد آتے ہیں پہاڑوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اللہ یاد آتے ہیں زمین کو دیکھتا ہوں تو مجھے اللہ یاد آتے ہیں۔

مجھے ہر شئے ہے ساقی جب سے تو ہے دل نشیں ساقی

اے اللہ جب سے آپ میرے دل میں آئے ہیں مجھے ہر چیز میں آپ کی محبت نظر آتی ہے۔

مجھے ہر شئے ہے ساقی جب سے تو ہے دل نشیں ساقی
شجر ساقی حجر ساقی فلک ساقی زمین ساقی

آسمان کو دیکھتا ہوں تو اے اللہ آپ نظر آتے ہیں کتنا بڑا آسمان بغیر ستون کے کب سے قائم ہے۔ ہم ایک لنٹر بناتے ہیں چند سالوں کے بعد لنٹر خراب ہو جاتا ہے ایسا بنایا ہے آسمان۔ اور آپ کو معلوم ہوگا روایتوں میں آتا ہے کہ ایک آسمان کی جو مسافت ہے یعنی نیچے سے اوپر کی سطح تک پانچ سو سال کا راستہ ہے اور انتہا کہاں شمال سے جنوب، مغرب سے مشرق تک اس کی انتہا ہے کتنا بڑا آسمان بغیر ستونوں کے بنا دینا اور اس میں کوئی دراڑ نہ آئے کوئی خرابی نہ آئے کتنی بڑی قدرت کاملہ کی نشانی ہے۔

مجھے ہر شئے ساقی سب سے تو ہے دل نشیں ساقی
شجر ساقی حجر ساقی فلک ساقی زمیں ساقی

آسمان کو دیکھ کے اللہ یاد آجاتا ہے، سورج کو دیکھ کے اللہ یاد آجاتے ہیں، آپ دیکھتے ہیں سورج مقررہ وقت پر نکلتا ہے اور مقررہ وقت پر غروب ہوتا ہے جس طرح اس کی روشنی پہلے دن تھی آج بھی ویسے ہی قائم ہے جس طرح اس کی گرمی پہلے تھی آج بھی ویسے قائم ہے، یہ کون رکھ رہا ہے قائم؟

مجھے ہر شئے ہے ساقی جب سے تو ہے دلنشیں ساقی
شجر ساقی حجر ساقی فلک ساقی زمین ساقی

نیک عمل سے قرب حاصل ہوتا ہے

ہر چیز کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے، ہر چیز کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے تو اس کو فرماتے ہیں اس کا طریقہ یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد دل کے اندر رچ جائے بس جائے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے اللہ تعالیٰ کا صحیح اور قوی تعلق پیدا ہو جائے، اللہ تعالیٰ سے عشق اور محبت کا تعلق پیدا ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے اس کا طریقہ یہی ہے کہ اس کو یاد کیا جائے ان کی فرمانبرداری کی جائے اور ان کی یاد اور فرمانبرداری کیلئے عمل کرنا ہوتا ہے اور عمل کے طریقے اللہ والوں سے پوچھنے ہوتے ہیں اور اللہ والے صحیح ہونے چاہئیں جن کی صفات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ یہ نو، دس صفات جو بیان کی ہیں ان صفات کے مالک ہوتے ہیں اور اگر ان صفات کے ذریعے ہم کسی اللہ والے کو نہ پہچان سکیں تو جو باخبر بندے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ آپ ہمیں بتائیں کون اللہ کا باخبر بندہ ہے؟ جس سے ہمیں دین کی صحیح رہنمائی مل سکتی ہے۔ دین کی صحیح سمجھ حاصل ہو سکتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر صحیح طریقے سے چلانے والے کون آدمی ہیں؟ ہمیں ان کی نشاندہی کرا دیجئے

توان سے پوچھ کے پھر جن کے ساتھ مناسبت ہو جن کے ساتھ دل ملے جن کی بات دل کو لگتی ہو جس کی دل کے اندر قدر ہوتا کہ اس کی دین کی باتیں قدر سے سنی جائیں سمجھی جائیں اور اس پر عمل کیا جائے اس طریقے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جتنی انسان ترقی کرتا چلا جاتا ہے عبادت کرتا چلا جاتا ہے فرمانبرداری کرتا چلا جاتا ہے۔ اعمال میں بڑھتا بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا ہی اللہ کا قرب حاصل ہوتا چلا جاتا ہے اور جتنا قرب حاصل ہوتا چلا جائے گا اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی چلی جائے گی اور معرفت حاصل ہوگئی تو سمجھو مقصود حاصل ہوگیا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ جنوں اور انسانوں کو پیدا کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے اللہ کی پوری پوری عبادت کرے۔

مثال کے طور پر آپ دیکھیے ایک نوکر ہے ہمارا، نوکر بڑا جانثار ہے بڑا فرمانبردار ہے، بڑا ہمارا خیر خواہ ہے، بڑا دیانت دار ہے بڑا سچا ہے اس کو ہم نے نوکر رکھا اس کی ایک ایک صفت دیکھ کے ہمارا اس کے ساتھ دل ملتا چلا جاتا ہے ہماری اس سے محبت بڑھتی چلی جاتی ہے ہمیں اس پر اعتبار ہوتا چلا جاتا ہے ہم اس کو اندر کے کام باہر کے کام بتا دیتے ہیں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے جہاں ہمارا روپیہ پیسہ ہے اس کی چابی دے دیتے ہیں کہ جا وہاں سے اتنے پیسے لے کے آ۔ ہمیں اس پر اعتبار ہے، غلط کام نہیں کرے گا تو اس غلام نے تابعداری

کرتے کرتے اپنے آقا اور مالک کو پہچان لیا مالک نے اس کو پہچان لیا اب اس کے اوپر اعتبار ہوگیا۔ اس طرح ہمیں بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرتے، کرتے، کرتے، کرتے، ایسا ہو کہ ہمیں بھی اللہ کی پہچان اور معرفت حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ یہ میرے بندے ہیں۔ عباد الرحمن میں ہم بھی شامل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ازواج مطہرات کی دینداری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

ازواج مطہرات کی دینداری

تاریخ بیان 20-9-89

خطبۂ مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ۔ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا۔

اَمَّا بَعۡدُ. فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ اِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَزِیۡنَتَھَا فَتَعَالَیۡنَ اُمَتِّعۡکُنَّ وَاُسَرِّحۡکُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡکُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾

''آیات مبارکہ کا شانِ نزول''

یہ آیاتِ مبارکہ جب اتریں تو اس سے پہلے جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، حضور کی گھروالیاں سب اکٹھی ہوئیں اور آپس میں مشورہ کیا کہ الحمد للہ اب بہت فتوحات ہوئی ہیں۔ بہت مال غنیمت ہاتھ آیا ہے۔ ہمارے مدینہ منورہ کے مرد اور عورتیں بڑی امیر ہوگئیں ہیں۔ بڑی آسائش میں ہیں کھانا، پینا، پہننا ان کا بڑا اچھا ہوگیا ہے۔ تو ہم بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ یا رسول اللہ ہمارے وظیفے میں بھی کچھ اضافہ فرمائیں یہ آپس میں مشورے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فیصلہ بتایا گیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس بات پر بڑا غصہ آیا۔ ایک تو یہ بات کہ جب ضرورت ہوگی تو میں خود بڑھادوں گا۔ کیا مجھے علم نہیں ہے؟ اللہ اور اللہ کے رسول کو کیا علم نہیں ہے؟ دوسری یہ بات کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا سے، سب سے بڑے زاہد تھے۔ زہد کا مطلب ہے قلت رغبت دنیا کی طرف۔ دنیا کی طرف رغبت کا کم ہونا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھروالوں کیلئے بھی یہی پسند کرتے تھے کہ اصل گھر تو ہمارا آخرت ہے۔ اصل اس گھر کی آبادی کا انتظام کرنا ہمارے ذمے ہے۔ دنیا میں جس طرح بھی گزارہ ہوجائے ہوجائے اس کا فکر نہیں کرنا چاہئے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ تھا کہ جو مل رہا ہے اسی میں گزارہ کرنا چاہئے

تھا۔ ان عورتوں نے کیوں مطالبہ کیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل کے اندر دنیا کی محبت گو زیادہ نہیں کچھ پڑگئی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور ایک مہینے تک کسی بیوی کے گھر تشریف نہیں لے گئے۔ ایک حجرہ مبارکہ میں رہنا شروع کردیا۔ اور اس انتظار میں رہے کب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم آئے گا اس کے مطابق میں عمل کروں گا۔ چنانچہ ایک مہینے کے بعد یہ آیات اتریں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارک کے مطابق تھی۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے ان آیات میں فرمایا ہے کہ اے ہمارے نبی آپ اپنی بیویوں کو فرمادیجئے گا کہ اگر تم کو دنیا کی زندگی کی خواہش ہے اور اس کی زینت چاہتی ہو۔ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾

تو پھر آؤ میں تم کو بہت سی دنیا دے کر رخصت کردیتا ہوں اپنے گھر میں تمہیں نہیں رکھوں گا۔ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ

اور اگر تم کو اللہ کی رضا چاہئے اللہ کے رسول کی رضا چاہئے اور آخرت کی کامیابی چاہئے فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾

تو یہ خوب سن لو، یاد رکھو جو بھی تم میں سے آخرت کی تیاری کرلیں گی۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ازواج مطہرات کی سمجھداری

ان آیات کے اترنے کے بعد جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی جب نکاح ہوا۔ اور مدینہ منورہ میں آکر نو برس کی عمر تھی جب رخصتی ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اتنی حدیثیں یاد کرلیں تھیں اتنا دین کا علم ہوگیا تھا کہ صحابہ کرام ان کے پاس آکر دین سیکھا کرتے تھے۔ تو چونکہ یہ سب سے کم عمر کی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ اے عائشہ جس وجہ سے میں ایک مہینے تک تم سب عورتوں سے الگ رہا ہوں اس سلسلے میں یہ آیات اتری ہیں۔ اور دیکھو تم جلدی نہ کرنا اپنے والدین سے جو والد تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والداور والدہ سے مشورہ کرکے پھر تم جواب دینا۔ ابھی جواب مت دو۔ لیکن وہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ تھیں۔ دین دل کے اندر گھر کئے ہوئے تھا۔ فوراً جواب دیتی ہیں۔ أَفِي ذَالِكَ أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ یا رسول اللہ کیا اس معاملے میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں اِخْتَرْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ یا رسول میں نے پسند کیا اللہ کی رضا کو اور اس کے رسول کی رضا کو اور آخرت کو میں نے پسند کیا۔ جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بڑے خوش ہوئے۔

اور پھر دوسری ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے تو سب ازواج نے یہی جواب دیا کہ ہم تو آپ کے پاس رہنا چاہتی ہیں۔ ہمیں اللہ کی رضا کی ضرورت ہے آپ کی خوشنودی کی ضرورت ہے اور ہم اپنے گھر کو آباد کرنا چاہتے ہیں۔ آخرت کی کامیابی چاہتے ہیں ہمیں دنیا سے کوئی غرض نہیں جیسے گزارہ ہورہا ہے، ہورہا ہے۔ ہم اسی پر راضی ہیں۔ لیکن ہم آپ کو کسی صورت پر نہیں چھوڑ سکتے۔

"وطن اصلی آخرت ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے اندر انہماک یا زیادہ دنیا کا اکٹھا کرنا۔ یا دنیا کی محبت دل کے اندر آنا۔ یہ مذموم چیز ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں کیا۔ دنیا میں تو جیسے کیسے بھی ہے انسان کا وقت گزر جاتا ہے۔ وطن اصلی ہمارا آخرت کا گھر ہے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے اور دنیوی زندگی کے مقابلے میں وہ بہت بڑی مدت ہے۔ اس واسطے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام تمام صحابہ کرام تمام اقطاب، ابدال، غوث تمام صلحاء تمام مقبولین اور تمام اولیاء اللہ۔ اور تمام صحیح علماء جو ہیں ان سب کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ آخرت کی تیاری کرنا چاہئے اور دنیا کو بقدر ضرورت استعمال کرنا چاہئے۔ اب اس کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ نہیں دنیا کی ضروریات جتنی آپ کو ہیں بے شک اکٹھا کیجئے گا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایسا کوئی کام نہ کیجئے جس سے آخرت خراب ہوتی ہو۔ جس کام کے ذریعے سے اپنی آخرت خراب ہو اس کام کو چھوڑنا چاہئے۔ اور وہ ضرورت پوری کرنے کے لئے اس میں اعتدال پیدا کر کے صحیح رخ پر چلنا چاہئے۔

''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے''

اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ حُبُّ الدُّنیا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ۔ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ آپ اس میں اندازہ فرما دیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی محبت کی مذمت فرما رہے ہیں۔ دنیا کمانے سے منع نہیں کر رہے۔ کوئی یہ سمجھے کہ دنیا کمانا نہیں چاہئے۔ تجارت نہیں کرنی چاہئے۔ ملازمت نہیں کرنی چاہئے۔ یا اور کوئی روزگار کا ذریعہ نہیں کرنا چاہئے۔ نہیں جتنی آپ کو ضرورت ہے بے شک کریں لیکن اس کی محبت دل کے اندر نہ لائیں۔

دنیا کی محبت کی مثال

اللہ والوں نے ایک مثال دی ہے کہ تمہارے دل کے اندر اللہ کی محبت ہونی چاہئے، دنیا کی محبت نہیں ہونی چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ ایک کشتی ہے کشتی جب تک پانی اس کے ارد گرد ہے تو کشتی تیر رہی ہے دور دور تک چلی جاتی ہے جو کشتی کا مقصد ہے سارا پورا ہوتا ہے۔ اگر وہ پانی کشتی کے اندر آنا شروع

ہو جائے۔ تو وہی پانی اس کو ڈبو دے گا۔ اسی طرح مال کی محبت ہمارے دل کے اندر آئی تو ہمارے ایمان کو ڈبو دے گی۔ محبت جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اللہ کے رسول کی اور آخرت کی غالب ہونی چاہئے حُبُّ الدُّنیا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ۔

ایک بزرگ کی بیوی کا عبرتناک واقعہ

پہلے زمانے میں ایک بزرگ تھے جن کا نام تھا۔ دسوس۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی راہ و رسم تھی۔ ایک دفعہ اللہ کی عبادت کرتے کرتے۔ ذکر کرتے کرتے حق تعالیٰ جل شانہ نے الہام فرمایا کہ تمہاری تین دعائیں جس طرح بھی تم مانگو گے ویسے کی ویسے منظور ہو جائیں گی۔ تین دعائیں من وعن جس طرح تم مانگو گے ویسے قبول ہو جائیں گی۔ اب انہوں نے تہیہ کر لیا کہ میں یہ دعائیں جو ہیں اپنی آخرت بنانے کے لئے کروں گا۔ تہیہ کر لیا۔ اتفاق سے بیوی سے ذکر کر بیٹھے۔ اب بیوی کو جب پتہ لگا کہ تین دعائیں بالکل ایسی قبول ہو جائیں گی جیسے کہ یہ مانگیں گے تو ان کے سر ہو گئی ان کے پیچھے پڑ گئی کہ ایک دعا تم میرے لئے کرو۔ انہوں نے انکار کیا۔ انہوں نے کہا میں تو اپنی آخرت کے لئے دعاؤں کو استعمال کروں گا۔ میں بیوی کے مقاصد کے لئے یا اور کسی کے لئے نہیں کروں گا۔ لیکن ان کی بیوی نے اتنا زور لگایا۔ اتنا زور لگایا۔ اتنا پیچھے پڑ گئی آخر ان کو ماننا پڑا۔ تو کہا کیا دعا مانگوں تیرے لئے؟ اگر اس عورت کے دل کے اندر دین کی محبت ہوتی، آخرت کا خیال ہوتا تو اپنے لئے اپنی

آخرت کی کامیابی کی دعا کراتی۔ اب دعا کیا منگواتی ہے۔ اس نے کہا آپ یہ دعا کرو کہ میں ساری دنیا کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہو جاؤں پھر انہوں نے انکار شروع کیا یہ کوئی مانگنے کی چیز ہے؟ مانگو تو اپنی آخرت مانگو۔ لیکن اس کا دل وہی۔ کہ بس بھئی وہ ضد پر ضد کرتے کرتے آخر یہ دعا منگوائی اس نے۔ اب اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ جس طرح بھی دعا مانگو ویسے قبول ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ساری صورت کو بدل کر بہترین صورت بنا دیا حتیٰ کہ بہترین خوبصورت ہوگئی۔ اب خوبصورتی آنے کے بعد اس کے نازنخرے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ بدچلن ہوگئی اور یہیں تک نہیں پھر اس گھر کو بھی چھوڑ دیا اپنے شوہر کو بھی ناپسند کرلیا۔ ان بزرگوں کو بڑی غیرت آئی بڑا غصہ آیا کہ ہائے افسوس میں نے کیوں ایسی دعا کی؟ بڑے پچھتائے کہ ایسی بے وفا نکلی اور ایسا اس نے میرے ساتھ دھوکہ کیا مجھ سے دعا کرائی اور میرے ساتھ ہی دھوکہ کر کے چلی گئی۔ بڑا غصہ آیا۔ اس غصے میں آ کے دعا کی یا اللہ اس کو کتیا بنا دیجئے۔ ساری خوبصورتی خاک میں مل گئی۔ اور وہ عورت کتیا بن گئی۔ تین دعاؤں کا وعدہ تھا پہلی دعا جو اس عورت نے کروائی وہ یہ کہ میں ساری دنیا کی عورتوں سے خوبصورت ہو جاؤں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بدچلن ہو کہ گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ شوہر کو غصہ آیا۔ اس نے غصے میں پھر دوسری دعا کی یا اللہ اس کو کتیا کی شکل بنا دیجئے۔ اس کو ہوش آجائے کہ میں بڑی خوبصورت عورت ہوں ناز ٹوٹ جائے سارا اس کا تو کتیا

بن گئی۔ کتوں کی طرح پھرتی تھی۔ اب اس کے بچے جو تھے ان کو بڑا خیال آیا کہ ہماری ماں کتیا بن گئی۔ لوگ بھی طعنے دیتے ہیں کہ ان کی ماں کتیا بن گئی ہے۔ انہوں نے اپنے والد کو مجبور کیا کہ آپ دعا کریں کہ ہماری ماں جو ہے انسان بن جائے کتیا نہ رہے۔ ایسا مجبور کیا۔ ایسا مجبور کیا۔ ایسا مجبور کیا پھر انہوں نے دعا مانگی یا اللہ اس کو کتیا سے بدل کر انسان بنا دیجئے۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ دنیا کی محبت تمام برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہوتی ہے۔ ان اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے تین دعاؤں کی بالکل من وعن قبولیت کا وعدہ جو کیا تھا۔ اب ساری دعائیں دنیا کے لئے ہوگئیں آخرت کے لئے کوئی دعا نہ کی۔ حالانکہ ان کی نیت پکی یہ تھی کہ میں اپنی آخرت بنانے کے لئے جنت کیلئے کوشش کروں گا۔ لیکن ان کی عورت نے دنیا کی طرف راغب کر کے۔ ساری دعائیں جو ہیں وہ رائیگاں کردیں ضائع ہوگئیں۔ تو دنیا کی محبت اس طرح تمام برائیوں کی جڑ بن جاتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کے اوپر جب پردہ کی آیات اتریں۔

ازواج مطہرات کی دینداری

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ اپنے گھروں میں جڑی بیٹھی رہو۔ جب سے پردے کی آیات اتریں تو بڑا گہرا پردہ ازواج مطہرات نے شروع کر دیا۔ جوں جوں احکام شریعت کے نازل ہوتے جاتے تھے۔ توں توں ساری

شریعت کے احکام پر عمل ہوتا چلا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں۔ آدمی آتے جاتے۔ مسائل پوچھنے جاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے مبارک یہ ہوئی کہ یارسول اللہ اس گھر میں پردہ ہونا چاہئے۔ ہر مرد آجاتا ہے۔ کوئی بات پوچھنے کیلئے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر میں اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا محکوم ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ حکم دیں گے میں ضرور کروں گا۔ چنانچہ چند دن کے بعد پردے کی آیات آگئیں اور صاف کہہ کر پردے کی آیات کے کہ اے مومنو! اگر تم نے کوئی بات پوچھنی ہے تو پردے سے پوچھا کرو۔ سامنے نہ آیا کرو۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ بتادیا کہ پردہ میں جمی بیٹھی رہو۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا۔ حضور کے گھر والوں میں سے تھی۔ انہوں نے اس آیت پر اتنا عمل کیا کہ اس دن کے بعد وہ گھر کی دہلیز سے باہر نہ نکلی۔ حتیٰ کہ جس دن فوت ہوئیں ہیں جنازہ باہر گیا ہے۔ اتنا پردہ کیا۔

غیر محرم سے بات کرنے کا ادب

اور یہ بھی حکم آیا فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ...... کہ جب بھی کوئی بات کرنے کی نوبت آئے کسی غیر محرم سے، تو نرمی سے بات نہیں کرنا۔ کیونکہ اگر نرمی سے بات کی جائے تو جس شخص کے دل کے اندر روگ ہوگا بیماری ہوگی اس کو طمع پیدا ہوگا یہ ادب سکھایا ہے کہ جب بھی کسی

غیر محرم سے بات کرنی ہو تو پھر نرم لہجے سے نہیں کرنا۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ...... جب بھی بات کرنی ہو تو نرم لہجے سے بات مت کرو۔ فقہائے کرام نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ اگر گھر میں کسی عورت کا کوئی شوہر یا بھائی یا باپ نہ ہو اور اس عورت کا کسی مرد سے مسئلہ پوچھنا ضروری ہو تو پردے کا اتنا اہتمام کرنا چاہئے کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لے لے۔ پرانی میلی کچیلی چادر اوپر لے اور کبڑی بن کر جائے اور منہ کے اندر سنگریزے رکھ لے۔ تاکہ جس سے مسئلہ پوچھا جائے اس کو معلوم ہو کہ جوان نہیں ہے بڑھیا ہے۔ اس قدر اہتمام پردے کا کرنا چاہئے تو جب سے یہ آیات وقرن فی بیوتکن...... جب سے ازواج مطہرات نے بڑی سختی سے پردہ کیا جیسے عرض کیا ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اس دن کے بعد اپنے گھر کی دہلیز سے بھی باہر نہیں نکلیں۔ حتیٰ کہ جس دن انتقال ہوا جنازہ باہر نکلا۔

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نابینا صحابی سے پردہ کرانا“

ایک دفعہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یہ دونوں ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ بیٹھی ہوئیں تھیں گھر کے اندر۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے بات چیت ہو رہی تھی اتنے میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں نابینا تھے تو دور سے، ابھی بالکل قریب نہیں آئے۔ سلام عرض کیا اور عرض کیا عَلِّمْنِي يَا رَسُولَ

اللہ مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰہ... یارسول اللہ جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے احکام بتائے ہیں جو آپ پر وحی تازی تازی اتری ہے مجھے بھی سنا دیجئے۔ بتا دیجئے۔ اتنے میں یہ دونوں بیویاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: اِحْتَجِبَا... تم پردہ کرلو۔ دونوں بیویوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ تو نابینا ہیں ہمیں دیکھ تو نہیں سکتے ہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا۔ کیا تم بھی اندھی ہو؟ جس طرح غیر مرد کا غیر عورت کو دیکھنا منع ہے اسی طرح غیر عورت کا غیر مرد کو دیکھنا بھی منع ہے۔ اس وجہ سے پردے میں ہو جاؤ۔ اب اندازہ کیجئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ان سے بڑھ کر کون پارسا ہوگا؟ ان سے کوئی شبہ بھی نہیں ہوسکتا کوئی بدگمانی بھی نہیں ہوسکتی لیکن پھر بھی پردے کا حکم ہے۔ تو آج ہماری بیویوں کو پردہ کرنا نہیں چاہئے کیا؟

پردہ کرنے کا طریقہ

تو پردے کی آیات میں یہ بھی ہے يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ کہ جب بھی باہر نکلیں تو اپنے اوپر چادر اوڑھ کر چہرے کو چھپا لیا کریں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے چہرے کو چھپانے کا طریقہ یہ بتایا کہ چادر کو اس طرح کرے کہ صرف ایک آنکھ کھلی رہے اس ایک آنکھ سے راستہ دیکھنا ہے کسی غیر مرد کو دیکھنا نہیں ہے۔ اور ان آیات کے بعد مدینہ منورہ میں۔ ساری

مسلمانوں کی عورتیں اس طرح نکلتی تھیں کہ چادر زمین پر کھسکتی ہوئی جاتی تھی۔ صرف ایک آنکھ سے دیکھتی تھیں۔ اوّل تو بلا ضرورت شدیدہ نکلتی نہیں تھیں۔ اگر کسی ضرورت شدیدہ سے نکلنا ہوتا تو پھر اس طرح جاتی تھیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھایا کہ یوں کرو کہ ایک آنکھ کی جگہ کھول کے باقی سارا اوپر سے لے کر نیچے تک پردہ کرنا۔ اس قدر پردے کا اہتمام فرمایا گیا۔

حضرت فاطمہؓ کی شان

اب پردے کی پابندی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بڑی پابندی کیا کرتی تھیں پردے کی اسی طرح سے اور کوئی عورت بھی ایسی نہیں تھی جو پردہ نہ کرتی ہو تو پھر حضور کے گھرانے والی عورتیں کیسے نہ کرتیں؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ محبت تھی۔ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو حضور فرط محبت میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے اپنی بیٹی کیلئے۔ اور جب کہیں باہر سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملتے تھے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے ان کو ملتے تا کہ جدائی کا فصل کم ہو۔ جدائی کا وقت تھوڑا ہو۔ بڑی محبت تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس بیماری میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس بیماری میں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی

اللہ عنہا کو کان میں فرمایا کہ اب میرا وقت آ رہا ہے اور میں یہاں سے جانے والا ہوں۔ تو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ رو رہی ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کان اپنے منہ مبارک، ہونٹ مبارک کے قریب کر کے فرمایا کہ دیکھو تم سب میں سے، تم سب سے پہلے مجھے ملو گی۔ اس پر وہ ہنس پڑیں لوگوں نے بہت پوچھا لیکن نہیں بتایا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس کے بعد بتایا چھ مہینے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضور کے وصال کے بعد یہ بڑی مغموم رہتی تھیں۔ ایک تو اپنے والد ماجد کا صدمہ وہ تو ایسے حضرات تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے والے بھی تھے صبر کرنے والے بھی تھے دوسرا سب سے بڑا صدمہ یہ تھا کہ ان دنوں میں عورتوں کے جنازے کو چارپائی پر لے جاتے تھے جنازے کیلئے۔

جس طرح ہمارے یہاں...... گھوارہ بناتے ہیں۔ اوپر کپڑا ڈالتے ہیں۔ اس وقت رواج نہیں تھا۔ تو حضرت فاطمہ کو پردہ باقاعدہ کرتے کرتے اب اتنی شرم اور حیا پیدا ہو چکی تھی کہ جب میرا جنازہ لے جایا جائے گا تو میرے اعضاء لوگوں کو معلوم ہوں کتنی بڑی غیرت کی بات ہے؟ اس پر ان کو کبھی ہنسی نہیں آئی اس کے بعد۔ ایک دفعہ حبشہ سے کچھ عورتیں آئیں۔ اس غم کا اظہار ان سے بھی کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ نہیں ہمارے ہاں ایک رواج ہے ہمارے ہاں جب عورت کا جنازہ جاتا تو گھوارہ بنا لیتے ہیں اوپر کپڑا ڈال دیتے ہیں تو پھر

عورت کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا۔ تو اس دن مسکرا دی تھیں اس خوشی سے کہ الحمدللہ میرے پردے کا انتظام ہو گیا۔ یہ ایک انتہا ہے کہ جب پردے کا اہتمام ہوتا ہے تو پھر یہاں تک خیال جاتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی میری بے پردگی نہ ہو۔

"ایک نوجوان کا تقویٰ اور دینداری"

ایک نوجوان اللہ والے تھے۔ وہ ایک نہر کے کنارے بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ وضو کرتے کرتے۔ دیکھا کہ اوپر سے ایک سیب آ رہا ہے۔ اس سیب کو پکڑ لیا۔ اور کھا لیا اب کھانے کے بعد انکا تقویٰ اس قدر تھا اس قدر پرہیز گاری تھی کہ یہ خیال ہوا کہ یہ سیب تو میں نے کھا لیا ہے لیکن نہ میں نے مالک سے اجازت لی نہ میں نے خریدا تو بلا اجازت بلا خریدے میں نے کھا لیا ہے۔ تو بڑا ظلم کیا ہے میں نے اپنی جان پر۔ کل قیامت میں کیا جواب دوں گا؟ گو شرعاً ایسی گری پڑی چیز کھا لینا کوئی حرج نہیں ہوتا لیکن وہ بڑے اونچے درجے کے متقی تھے۔ اب سوچ رہے ہیں کہ کیا کروں۔ سوچتے سوچتے۔ سوچتے سوچتے آخر دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا۔ اور یہ خیال آیا ان کو کہ یہ نہر کا پانی جس طرف سے آ رہا ہے ادھر سے ہی سیب بہے آ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نہر کے کنارے کوئی باغ ہو۔ باغ میں سیب ہوں۔ سیب کوئی گرا ہو۔ وہ نہر کے اندر بہہ کے آ گیا ہو چنانچہ جدھر سے پانی آ رہا تھا اس طرف نہر کے جانا شروع کر دیا چلتے چلتے

چلتے۔ کئی میل کے فاصلے پر واقعی دیکھا کہ باغ بھی ہے اور سیب بھی لگے ہوئے ہیں اور نہر کے کنارے پر ہی ٹہنی جھک رہی تھی۔ ان کو اپنے دل کے اندر غالب گمان ہو گیا کہ یہی باغ ہو گا یہی سیب کا درخت ہے اسی میں سے گرا ہو گا۔ دل میں کچھ تسلی ہوئی تو باغ کے مالک کے پاس پہنچے اور اس سے کہا، ایسا ایسا واقعہ ہے میں نے سیب تو کھا لیا ہے کھانے کے بعد مجھے ہوش آیا ہے۔ اور یہ یہ مجھے خیال آیا۔ اس واسطے میں اتنی دور سے سفر کر کے تمہارے باغ میں پہنچا ہوں۔ مہربانی فرما کر یا اس کے پیسے لے لو یا مجھے معاف کر دو۔ اس باغبان نے اوپر سے نیچے تک بڑے غور سے دیکھا اس نوجوان کو۔ دیکھ دیکھ کے پھر کہنے لگا میں تو معاف نہیں کرتا۔ ان کو اور بھی رنج بڑھ گیا کہ آج یہاں معافی نہیں ملی کل قیامت میں میرا کیا بنے گا؟ یہ اللہ والے جو تھے ان کو فکر آخرت مار جاتا ہے کہ آخرت میں کیا بنے گا۔ یہاں تو جیسے کیسے گزر ہو جائے آخرت میں کیا بنے گا؟ بڑا غم بڑے مغموم بڑے رنجیدہ۔ اسے ہاتھ جوڑ کر کہا بھائی آپ مہربانی فرمائیں کوئی صورت معافی کی ہو۔ کہنے لگا معاف نہیں کروں گا۔ بار بار کے اصرار سے ان کے بار بار کے اصرار سے۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو دو شرطیں ہیں۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ ایک سال تک میرے باغ میں تم نے مزدوری کرنی ہو گی یہ بڑے حیران کہ ایک سیب کے لئے اتنی بڑی شرط؟ لیکن ان کو اپنی آخرت کا فکر بھی کھائے جا رہا ہے۔ میری آخرت بن جائے چاہے دنیا میں کتنی

بھی محنت کرنی پڑ جائے میں ضرور محنت کر لوں گا۔ لیکن میں اپنی آخرت بنانے کے لئے ایک سال محنت کر لوں گا۔ چنانچہ محنت قبول کر لی اور کام کرنا شروع کر دیا۔

”ایک سیب کے بدلہ میں ایک سال کی مزدوری“

اب اندازہ فرمائیے۔ ایک سیب کے بدلے میں ایک سال محنت کرنا۔ کس قدر تقویٰ تھا؟ کس قدر فکر آخرت تھا ان کے دل کے اندر؟ اور اپنی آخرت بنانے کے لئے کتنا اپنے آپ کو تیار کیا انہوں نے؟ ایک سال مزدوری منظور کر لی۔ ایک دو دن کام بڑا اچھا کیا۔ باغبان بڑا خوش ہوا۔ اس نے کہا اپنی دوسری شرط بھی پوری کرو اور دوسری شرط یہ ہے کہ میری ایک لڑکی ہے وہ اندھی ہے وہ بہری ہے وہ گونگی ہے۔ وہ لنگڑی ہے اور اس کے ہاتھ بھی نہیں ہیں۔ اس سے تم کو شادی کرنا ہو گی۔ اب ان کی حیرانی اور بڑھ گئی۔ چلو مزدوری تو جیسے بھی ایک سال کر لوں۔ ایسی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے میں کیا کروں گا؟ جو اندھی بھی ہو بہری بھی ہو، گونگی بھی ہو لنجی بھی ہو لنگڑی بھی ہو۔ نہ وہ کھانا کھلانے کی نہ کھانا پکانے کی۔ نہ لیٹنے کی نہ بیٹھنے کی۔ نہ اٹھنے کی۔ اس کی ساری خدمت تو مجھے کرنی پڑے گی نہ وہ دیکھ سکے نہ بول سکے نہ سن سکے تو ایسی کو میں کیا کروں گا؟ آپ اندازہ کیجئے کتنا ان کے اوپر بوجھ پڑا اس چیز کا سوچ سوچ کے، سوچ سوچ کے۔ وہی غم آخرت وہی فکرِ آخرت۔ وہی اپنی آخرت بنانے کے

لئے۔ کہا بہت اچھا۔ جیسے بھی ہو میں دنیا میں گزارہ کرلوں گا دنیا جیسی بھی ہے گزر جائے گی لیکن میں اپنی آخرت خراب نہیں کروں گا۔ میں ضرور شادی کرلوں گا اس سے۔ چنانچہ دو دن جب کام کیا باغ بان جب خوش ہوا تو باغ بان نے کہا کہ دوسری شرط بھی مانو ابھی۔ چنانچہ نکاح کردیا اس کا نکاح کرنے کے بعد اس نے کہا کہ دیکھو وہ مکان تمہارے لئے میں نے مخصوص کیا ہے اور تمہاری بیوی اس مکان میں ہے تم چلے جاؤ یہ وہاں گئے تو دیکھا کہ ایک عورت چارپائی پر بیٹھی ہوئی ہے جوں ہی دروازہ کھولا تو آہٹ سے اس نے دیکھنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کان بھی ٹھیک ہیں اس کے اور دیکھنا شروع کیا اور بولی تم کون ہو اور ہاتھ بھی ہلا لئے یہ فوراً باہر نکل آئے یہ تو کوئی غیر عورت ہے۔ مجھے باغ بان نے دھوکہ دیا ہے۔ کیوں کہ جس بیوی سے اس نے میرا نکاح کیا ہے وہ تو بہری بھی ہے گونگی بھی ہے اندھی بھی ہے لنجی بھی ہے لنگڑی بھی ہے اور اس عورت نے تو فوراً آہٹ سنتے ہی دیکھنا شروع کردیا اور بولنا شروع کردیا بولی کون ہے ہاتھ ہل گئے ہیں اس کے یہ تو دوسری عورت ہے۔ واپس آیا اس باغ بان کے پاس کہ آپ نے مجھے غلط جگہ پر بھیج دیا۔ میری ساری زندگی کا تقویٰ ختم کررہے ہیں۔ مجھے عذاب میں مبتلا کررہے ہیں۔ اس باغبان نے کہا۔ کہ نہیں یہ تمہاری ہی بیوی ہے۔ میری لڑکی ہے میں نے نکاح کیا ہے۔ اور میں نے تمہیں کہا تھا کہ اس سے شادی کرنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ عجیب بات ہے

ایک تو تم نے کہا کہ وہ اندھی بہری گونگی لنگڑی ہے اور یہ ہے وہ ہے اور وہ صحیح سالم ہے کہنے لگا سن یہ میری بچی جب جوان ہوئی تو مجھے فکر تھا اس کا نکاح کروں اور میں اس تلاش میں تھا کہ متقی پرہیزگار ملے دین دار ملے جس کو آخرت کی فکر ہو اس کے ساتھ نکاح کروں تاکہ میری بچی خوشحال رہے دین دار رہے اور میری بچی کی بھی آخرت بن جائے وہ آدمی جو شوہر ہوگا وہ بھی دین دار ہوگا حق نبھانے والا ہوگا، آخرت کی فکر اس کے اندر ہوگی جب تم ایک سیب کی خاطر کئی میل کا سفر کرکے میرے پاس آئے اور میں نے تم کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ تو میں نے اندازہ لگایا کہ تم جیسا متقی پرہیزگار مجھے نہیں مل سکتا ہے۔ اس واسطے میں نے اس بچی کے متعلق تم کو کہا کہ تم نے نکاح کرنا ہے باقی یہ میں نے بیان کیا تھا اندھی ہے۔ سنو اس نے ساری عمر جب سے بچی پیدا ہوئی ہے آج تک غیر محرم کو دیکھا نہیں اس نے، اس واسطے اندھی ہے آج تک کسی غیر محرم سے اس نے بات نہیں کی ہے۔ اس واسطے گونگی ہے۔ آج تک کسی غیر محرم کی آواز اس کے کان میں نہیں پڑی۔ اس واسطے بہری ہے۔ آج تک اس کا ہاتھ کسی غیر جگہ نہیں لگا ہے۔ پاؤں سے کہیں چل کے نہیں گئی اس واسطے لنجی بھی ہے لنگڑی بھی ہے۔ تم بے فکر رہو تمہاری بیوی ہے۔ تم بھی خوش رہو تمہاری گھر والی بھی خوش رہے۔ تم جاؤ تمہاری بیوی ہے اب دیکھئے کتنا اونچا تقویٰ اس عورت کا بھی اور نوجوان کا بھی اور ایسے صالح متقی، اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگار پھر آپ

دیکھیں ان کی اولاد میں سے پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ ہوتا ہے تقوی کا اثر۔ پردے کا اہتمام کرنا تقوی کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے۔

غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا منع ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: لَا یَخْلُوَنَّ اَحَدُکُم بِامْرَءَۃٍ...... کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں نہیں بیٹھنا چاہئے اِلَّا کَانَ ثَالِثُھُمَا الشَّیْطَانُ جب بھی تم تنہائی میں بیٹھو گے تیسرا شیطان ہوگا۔ بڑی تاکید فرمادی کہ جہاں دو غیر محرم ہوں۔ ایک غیر محرم عورت ہو ایک غیر محرم مرد ہو۔ تو آپس میں تنہائی میں نہ بیٹھیں۔ اگر بیٹھیں گے تو تیسرا شیطان ہوگا۔ غیر محرم وہ ہوتا ہے جس سے ساری عمر میں کبھی بھی شادی ہو سکے۔ اور محرم وہ ہے جس سے ساری عمر شادی نہ ہو سکے۔ جس سے شادی ہو سکتی ہے وہ غیر محرم ہے۔ اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔

''ایک بزرگ کو پردے میں کوتاہی پر تنبیہ کا واقعہ''

ایک بزرگ تھے بہت عمر رسیدہ ہو گئے۔ عورتیں ان کے پاس تعویذ، گنڈے کے لئے دم کرانے کے لئے آیا کرتی تھیں۔ اور بہت دفعہ ایسا موقع ہوتا تھا کہ اس وقت کوئی اور موجود نہ ہوتا تھا عورت تنہائی میں ان سے بات کرتی۔ یا تعویذ وغیرہ لیتی۔ ایک دوسرے بزرگ تھے ان کے ہم عصر اسی شہر

میں رہنے والے۔ وہ ان کو کہا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث تم کو یاد ہے یا نہیں۔ حضور نے جب فرمادیا ہے کہ تنہائی میں دو غیر محرم کو رہنا نہیں چاہئے تو تم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ میں اتنا بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے کسی قسم کا خیال بھی نہیں آتا ہے۔ تو پھر مجھے احتیاط کی کیا ضرورت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ایسے ہی ارشاد فرمادیا ہے۔ کیا انہوں نے جوانوں کے لئے فرمادیا۔ بوڑھوں کے لئے نہیں فرمایا؟ لیکن ان کے دل میں وہ اہمیت نہ بیٹھی۔ وہ ایسی بے احتیاطی کرتے رہے گو ان کے دل میں خیال برائی کا نہ آتا۔ لیکن وہ کرتے رہے۔ احتیاط نہیں کرتے تھے۔ کہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے احتیاط نہیں کرتے تھے۔ برابر عورتیں دم تعویذ کے لئے آتی رہیں۔ یہ بار بار ٹوکتے رہے۔ دوسرے بزرگ کو۔ کہ یہ جو غیر محتاط بزرگ تھے جو احتیاط نہیں کرتے تھے۔ ان کو ایک دن خواب میں زیارت ہوئی۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب زیارت ہوئی تھی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں بزرگ جو ہیں۔ وہ مجھے روزانہ منع کرتے ہیں ہمیشہ منع کرتے ہیں اور یا رسول اللہ میرے دل کے اندر کوئی ذرا بھی خیال نہیں آتا۔ مجھے بالکل میلان بھی نہیں ہوتا ہے اس واسطے میں کہتا ہوں۔ جو ضرورت ہے پوری ہوتی رہے عورتوں کی۔ میں احتیاط نہیں کرتا ہوں لیکن وہ مجھے برابر ٹوکتے رہتے ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ زمانہ تھا جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا عورتوں میں حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سب سے اونچی بزرگ مانی جاتی تھیں اس وقت۔ اور مردوں میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سب سے اونچے بزرگ مانے جاتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو میری حدیث جو ہے سچی ہے اس پر تمہیں عمل کرنا چاہئے۔

اگر ایک مجلس میں رابعہ بصریہ ہوں اور حضرت حسن بصری ہوں دونوں اکٹھے ہوں ایک جگہ تیسرا ان کا بھی شیطان ہوگا۔ ایک وقت آئے گا شیطان ورغلا کے ان کو گناہ میں مبتلا کرادے گا۔ اس واسطے آج کے بعد تم احتیاط کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بالکل اٹل ہوتے ہیں۔

''حضرت عمر کی دینداری''

اسی تقویٰ پر ایک اور واقعہ یاد آ گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ ایک دفعہ، اکثر ان کا یہی شغل ہوتا جب تک وہ خلیفہ رہے مدینہ منورہ میں رات کو نکل جاتے ساری جھونپڑیوں کو اور گھروں کو دیکھتے۔ کوئی بے عنوانی، شرعی طور پر ہوتی یا قانونی طور پر ہوتی اس کا پھر محاسبہ کرتے تھے۔ کوئی حاجت مند ہوتا تھا اس کی حاجت پوری کرتے تھے کوئی پریشان حال ہوتا تھا اس کی پریشانی دور کرتے تھے یہ ان کا معمول تھا۔ نہ دن کو سوتے نہ رات کو صبح تھوڑی دیر اشراق

کے بعد آرام فرماتے تھے۔ کسی نے کہا حضرت آرام فرمالیا کریں۔ اس طرح تو کب تک چلے گا؟ فرمایا اگر میں رات کو سوجاؤں تو میں تباہ ہوجاؤں گا۔ اگر دن کو سوجاؤں تو مخلوق رعایا میری تباہ ہوجائے گی۔ مجھے دونوں کا خیال کرنا ہے۔ اپنا بھی خیال کرنا ہے اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے اس کو بھی رکھنا ہے قائم اور مخلوق کا بھی خیال کرنا ہے۔ اس قدر فکر آخرت تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ تاکہ کل کو مجھ سے مواخذہ نہ ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی دوستی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بعد میں فوت ہوئے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے فوت ہوئے ہیں۔ تو ان کو فکر تھا کہ عمر کسی وقت مجھے خواب میں نظر آجائیں تو پتہ لگ جائے کیا حال ہے کیسے گزری؟

چھ مہینے کے بعد جب خواب میں نظر آئے تو۔ دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرہے ہیں اور پسینہ پونچھتے آرہے ہیں، پوچھا اے عمر! کیسی گزری؟ فرمایا الحمدللہ چھ مہینہ حساب میں لگے ہیں آج فارغ ہوا ہوں الحمدللہ نجات ہوگئی ہے اندازہ فرمایئے یہ وہ ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یہ وہ ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر نبی ہوتا تو عمر ہوتے یہ وہ ہیں جن کی لڑکی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھیں۔ لیکن باوجود ان ساری باتوں کے اتنا فکر آخرت تھا کہ راتوں کو گشت کیا کرتے تھے تاکہ کسی حاجت مند کی حاجت پوری کردیں۔ یا کوئی بے عنوانی ہورہی ہے اس کو دور کیا جائے۔

''ایک نوجوان لڑکی کی دینداری اور تقویٰ''

ایک دفعہ رات کو گزر رہے ہیں۔ تو ایک دروازے سے گزرے اندر سے آواز آ رہی تھی۔ یہ وہاں کھڑے ہو گئے دیکھوں کیا آواز آ رہی ہے؟ کان لگا کر کھڑے ہو گئے تو آواز یہ آ رہی تھی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو کہہ رہی تھی۔ کہ بیٹی یہ جو دودھ آیا ہے اس میں پانی ملا دو بیٹی جواب دے رہی ہے کہ اماں خلیفۃ المسلمین حضرت عمر نے حکم دیا ہے کہ کسی چیز میں کوئی ملاوٹ نہ کی جائے۔ اس کی ماں کہتی ہے کہ بیٹی عمر دیکھ تھوڑی رہے ہیں یہاں موجود تھوڑی ہیں وہ کوئی دیکھ رہے ہیں کہ پانی ملا رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ سن رہے ہیں اور بیٹی کا سنئے کیا جواب دیتی ہے۔ بیٹی کہتی ہے اماں اگر عمر موجود نہیں ہیں وہ اگر ہماری بات سن نہیں رہے دیکھ نہیں رہے تو کیا ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ کہ جس اللہ کے حکم سے انہوں نے حکم دیا وہ اللہ تو دیکھ رہا ہے۔

اندازہ کیجئے۔ کیسا تقویٰ ہوتا تھا؟ کیسی آخرت کی فکر ہوتی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گھر کو اچھی طرح دیکھ لیا کون سا گھر ہے۔ نشانی لگالی اپنے دل میں۔ متعین کر لیا کہ اس گھر کا یہ حصہ ہے گلی کا یہ حصہ ہے۔ یہ مکان ہے۔ پوری طرح جانچ کر کے دوسرے دن صبح ایک آدمی کو بھیجا اور پوچھا کہ یہ لڑکی جو ہے اس کا کہیں رشتہ ہوا ہے یا نہیں؟ یا شادی ہوئی ہے یا نہیں۔ وہ شخص معلوم کر کے آیا معلوم ہوا نہ کہیں شادی ہوئی ہے نا رشتہ ہوا ہے۔ تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ ایسی پرہیزگار لڑکی میرے لڑکے کیلئے کب کہاں مل سکتی ہے؟ تو عمر نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کا پیغام دیتا ہوں۔ آپ کی لڑکی کے ساتھ اس سے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ رشتہ منظور ہو گیا۔ نکاح ہو گیا لڑکے بھی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے اونچے درجے کے صحابی اور لڑکی بھی ایسی پرہیزگار۔ اب ان کی اولاد میں سے پیدا ہوتے ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سید التابعین پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ہوتا ہے جب انسان متقیہوتا ہے آخرت کی فکر ہوتی ہے تو اس کے بڑے اچھے ثمرات حاصلہوتے ہیں۔

والدین کے اعمال کا اولاد پر اثر ہونے کا واقعہ

ایک بزرگ تھے انہوں نے اپنی بیوی سے کہا دیکھو بھی۔ اگر ماں باپ نیک ہوں تو ان کا اثر اولاد میں ہوتا ہے۔ آج کے بعد تم بھی تہیہ کر لو پکا ارادہ کر لو اور عزم مصمم کر لو۔ اور میں بھی عزم مصمم کرتا ہوں آج کے بعد ہم نے کوئی گناہ نہیں کرنا وہ لوگ تو پہلے ہی...... پاک ہوتے ہیں لیکن اس عزم کے بعد بالکل چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی بچنا شروع کر دیا۔ تاکہ اگر ہماری اولاد ہو نیک ہو۔ اب اولاد جو ہے وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے بری نہ بنے۔ اگر وہ بری بنی اور اس کی آخرت خراب ہوگی تو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوگی۔ اور جب تک ہم زندہ رہیں گے اولاد بری دیکھ دیکھ کر ہمارا دل بھی کڑھے گا۔

اس واسطے پکا تہیہ تو انہوں نے کرلیا اور یہ ارادہ کرلیا عورت نے بھی اور شوہر نے بھی۔ اب ہم نیکی کی زندگی گزاریں گے تو ہر طرح سے حق تعالیٰ جل شانہ کے جتنے بھی احکام ہیں ان کی پابندی کرتے رہے۔ تمام اوامر کا اتباع۔ اور تمام نواہی سے اجتناب جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے وہ بجالا رہے ہیں۔ جن سے منع کیا گیا اس سے رک رہے ہیں۔ اور نفلیں عبادات جو اُن سے ہو سکی کرتے ہے۔ پورا تقویٰ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی پوری فرمانبرداری اختیار کی۔ ہوتے ہوتے بچہ پیدا ہو گیا بچہ پیدا ہوا کچھ بڑا ہوا۔ حتیٰ کہ تین چار سال کا ہو گیا۔ ایک دن باپ کے ساتھ بازار گیا تو ایک دکان پر باپ کھڑے تھے کہ بچے نے وہاں سے ایک بیر اٹھایا اور کھالیا۔ ان کو اس کے کھانے کے بعد جب پتہ چلا کہ بیر اٹھا کے کھا گئے ہیں ان کو بڑا صدمہ ہوا۔ بڑا افسوس ہوا کہ یہ بچے نے کیا حرکت کی ہے۔ اپنے اوپر غور کیا کہ مجھ سے کوئی گناہ تو نہیں سرزد ہوا؟ مجھ سے کوئی اللہ تعالیٰ کا حکم تو نہیں ٹوٹا؟ مجھ سے کوئی نافرمانی تو نہیں ہوئی ہے؟ بڑا غور کرتے رہے غور کرتے رہے۔ کرتے رہے کرتے رہے۔ تو دل میں یہ خیال آیا کہ الحمدللہ مجھ سے تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو قابل گرفت ہو۔ جو میرے علم میں ہے وہ یہی ہے۔ اب بیوی سے چل کے پوچھتا ہوں بیوی سے جا کے کہا آج یہ معاملہ ہوا ہے۔ یہ بچہ اچھا بھلا چل رہا تھا آج اس نے ایک بیر اٹھا کے کھالیا ہے۔ یہ ضرور ہماری کوتاہی کا نتیجہ ہے میں نے اپنے متعلق بڑا غور کیا بڑا غور کیا۔

بڑا غور کیا۔ الحمدللہ مجھے یہ ہی احساس ہے کہ میری کسی اختیاری کوتاہی کی وجہ سے یہ کام نہیں ہوا۔ ہو نہ ہو کوئی تیرے اندر کوتاہی ہوئی ہوگی سچ سچ بتاؤ۔ ان کی بیوی نے کہا اس بچے کی والدہ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب یہ بچہ میرے پیٹ میں تھا اور ہمسائیوں کے گھر میں ایک بیر کا درخت تھا۔ اس کی ٹہنی ہمارے گھر میں جھک رہی تھی تو میں نے اس سے ایک بیر توڑ کر کھالیا تھا۔ کہا یہ غلطی واقعی ہوئی ہے۔ فرمایا یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اولاد پہ بھی اثر پڑتا ہے۔ تقویٰ اختیار نہیں کرتا تو پھر اولاد پہ بھی برا اثر پڑتا ہے۔

ٹی وی، اور گانے کے آلات تفریح یا عذاب کا سامان؟

آج بہت سے گھروں میں۔ اب تو حالت یہاں تک آگئی ہے کہ کہنے والے کو شرم آتی ہے ان باتوں کو بیان کرنے کی بہت سے ہمارے گھروں میں ٹی وی چل رہے ہیں۔ وی سی آر چل رہے ہیں۔ یہ کیسٹیں آگئی ہیں جس میں فحش گانے ہوتے ہیں۔ فحش ڈرامے ہوتے ہیں یہ آج ہمارے گھروں میں ایک تفریح کا سامان ہو رہا ہے۔ یہ تو پتہ اس دن چلے گا جب آنکھیں بند ہوں گی اور پیشی ہوگی۔ تفریح کا سامان تھا یا عذاب کا سامان تھا؟ جب پتہ چلے گا آج تو ہم چونکہ ہمارے دل کے اندر دنیا چھائی ہوئی ہے دنیا کی محبت چھائی ہوئی ہے اس واسطے ہمیں کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اگر آخرت کی فکر سوار ہو تو اس کے نزدیک بھی نہ جائے انسان۔

''زنا کاری کی مختلف صورتیں ہیں''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ اور آنکھوں کا زنا یہ ہے کہ غیر محرم کو دیکھنا اور کان بھی زنا کرتے ہیں انکا زنا یہ ہے کہ غیر محرم کی باتیں سننا اور زبان بھی زنا کرتی ہے۔ اور اس کا زنا یہ ہے غیر محرم سے بے حیائی کی باتیں کرنا اور دل اور دماغ بھی کرتے ہیں۔ اسے بے حیائی کی باتیں سوچنا اختیاری طور پر اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں کہ کسی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں کہ کسی جگہ جانا برائی کی نیت سے تو پاؤں کا زنا کرنے جانا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق ہم جب بھی کسی غیر محرم کو دیکھیں گے آنکھ کا زنا لکھا جائے گا ہمارے اعمال نامے میں، آپ کو معلوم ہے ناں کہ ہمارے دونوں کندھوں پر فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں دائیں کندھے پر نیکیاں لکھنے والے بیٹھے ہیں۔ بائیں کندھے پر گناہ لکھنے والے بیٹھے ہیں جب بھی انسان کچھ کرتا ہے لکھ لیتے ہیں۔ جب تک توبہ نہیں کرتا وہ لکھا رہتا ہے تو ہم نے کسی غیر محرم کو دیکھ کر اپنے اعمال نامے میں اندراج کرا دیا کہ میں نے آنکھ کا زنا آج کیا ہے۔ ایک دفعہ کیا ہے دو دفعہ کیا ہے چار دفعہ کیا ہے۔ سب لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح کان کا اسی طرح زبان کا اسی طرح ہاتھ کا اسی طرح پاؤں کا جب آدمی ٹی وی دیکھتا ہے اس میں غلط پروگرام دیکھتا

ہے۔ وی سی آر دیکھتا ہے غلط چیزیں دیکھتا ہے تو آنکھوں کا زنا بھی ہو رہا ہے کانوں کا زنا بھی ہو رہا ہے اگر وہ باتیں کسی کو بیان کر رہا ہے تو زبان کا زنا بھی ہو رہا ہے۔ دل و دماغ میں جو باتیں سوچ رہا ہے دل و دماغ کا زنا ہو رہا ہے۔ ہاتھ سے اس کو چلاتا ہے ہاتھ کا زنا ہو رہا ہے۔ پاؤں سے جا کے وہاں بیٹھتا ہے تو پاؤں کا وہ زنا ہو رہا ہے۔

گناہوں کی نحوست سے اولاد کا نافرمان ہونا

اور پھر اس قدر ہماری اولادیں، اب ہمارے اختیار سے باہر ہو رہی ہیں۔ اس قدر بے حیائی کے ان کو سبق مل رہے ہیں۔ اس قدر وہ ہماری نافرمان ہو رہی ہیں کہ آج ہمارے سامنے وہ گناہ کرتے ہیں اور ہمیں اختیار نہیں ہوتا ہمیں اتنی ہمت نہیں کہ انہیں روکیں یہ ہمارے عمل کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جو آدمی گانے باجے سنتا ہے، یہ غنا جو ہے گانا بجانا سننا جو ہے فرماتے ہیں یہ دل کے اندر نفاق اس طرح بوتا ہے بڑھاتا ہے۔ جس طرح زمین کے اوپر پانی دیا جائے تو کھیتی اوپر اٹھتی ہے۔ یہ جیسے کھیتی اگانے میں پانی مدد کرتا ہے اسی طرح گانا جو ہے نفاق کو پیدا کرنے میں بڑھانے میں مدد دیتا ہے۔ اور نفاق آ جائے تو ایمان چلا جائے گا اسلام چلا جائے گا۔ تو آج تقویٰ انسان کو اختیار کرنا چاہیئے فکر آخرت اختیار کرنی چاہیے جہاں تک ہو سکے جہاں تک ہو سکے اپنی کوشش پوری کرے انسان۔ کہ میں

نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرنی ہے۔ اور اگر کروں گا تو مرنے کے وقت سے عذاب شروع ہو جائے گا۔ جان بھی مشکل سے نکلے گی۔

"دیندار کی موت آسان اور بے دین کی سخت ہوتی ہے"

جو اللہ کا مقبول ہوتا ہے اس کی جان تو اس طرح نکلتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ نیچے گر جاتا ہے یا آٹا ہو اس کے اندر بال ہو آرام سے نکال لیتے ہیں لیکن جو نافرمان اور سرکش اور باغی ہو مشرک ہو کافر ہو اس کی جان بڑی سختی سے نکلتی ہے بڑی تکلیف ہوتی ہے ملک الموت بڑی بُری شکل میں آتے ہیں بال کھڑے ہوتے ہیں۔ سیاہ رنگ ہوتا ہے آنکھوں سے، ناک سے، منہ سے، آگ نکل رہی ہوتی ہے۔ بڑی ڈراونی آواز سے بولتے ہیں بڑی سختی سے جان کھینچتے ہیں۔ فرماتے ہیں جیسے گیلی روئی کے اندر کانٹے دار سلاخ ڈال کر کھینچیں تو روئی تار تار ہو جاتی ہے۔ اس طرح ساری روح کو کھینچتے ہیں۔ بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ اس کو معلوم جس کی روح کھینچی جا رہی ہوتی ہے۔

"آج ہی فکر کر لے"

آج جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اعتبار کیا جائے تو ٹھیک ہے۔ پھر عالم برزخ میں قبر کا عذاب الگ ہے۔ بچھوؤں کا عذاب ہے۔ سانپ کا عذاب ہے قبر کا بھینچنا الگ ہے۔ ہر ایک دوزخ کی طرف کھڑکی یا دروازہ کھل جانا اس میں گرم ہوائیں آ رہی ہیں۔ بدبودار

ہوائیں آ رہی ہیں۔ تکلیف ہو رہی ہے کوئی ایک عذاب ہے؟ اور پھر آخرت کا عذاب دوزخ کا عذاب اس کا تو پوچھنا ہی کیا اس وقت جو شخص یہ چاہے کہ میرا مرنا بھی سنور جائے میری قبر بھی سنور جائے عالم برزخ میرا ٹھیک ہو جائے قیامت کے میدان میں مجھے تکلیف نہ ہو اور اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ملیں اور نیکیوں کے پلڑے بھاری ہو جائیں وزن اور پل صراط سے نجات ہو اس کو آج فکر کرنا چاہئے کہ آج میں اپنا اُلو ٹھیک کرلوں تو میرا کام بن جائے گا ورنہ پھر رسوائی ہوگی ذلت ہوگی، عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ تو ہم دنیا کی چند دن کے عیش کو دیکھ کر بڑے ریجھ جاتے ہیں۔

"اصل خوشی آخرت کی خوشی ہے"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا العَیشُ عَیشُ الاٰخِرَۃ

اگر کوئی خوشی کی چیز ہے تو آخرت کی خوشی ہے یہاں کوئی خوشی، خوشی نہیں ہے۔ یہاں کی خوشی ہے مبدل بہ صدغم۔ ایک خوشی ہے ہزاروں غم اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اس واسطے ہمیں دن رات یہ فکر کرنا چاہئے۔ دن رات یہ تہیہ کرنا چاہئے۔ کہ دنیا کے اندر جب تک رہنا ہے جائز کام کریں ناجائز چھوڑ دیں۔ حلال اختیار کریں حرام چھوڑ دیں۔ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان کو چھوڑ دیں جن سے خوش ہوتے ہیں وہ کرتے رہیں پھر آپ کسی شعبہ زندگی میں ہوں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ چاہے ملازمت ہو چاہے تجارت ہو

چاہے زراعت ہو چاہے کوئی پیشہ صنعت وحرفت ہو۔ ہر جگہ آپ کی دنیا پھر دین بن جائے گی اگر حکم کے مطابق چلیں اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

دین کے بنیادی شعبے اور ان کی اصلاح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

دین کے بنیادی شعبے اور ان کی اصلاح

خطبۂ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾

آیات مبارکہ کا مفہوم

اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو جنت میں بھیجیں گے تو وہ بطور کلمۂ شکر کے یہ کہیں گے کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یہ وعدہ ہے کہ جو کوئی نیک اعمال کرے گا اس کو جنت ملے گی تو اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اور اس وعدے کے مطابق آج اللہ نے ہمیں جنت میں بھیج دیا ہے۔ اور ہمیں جنت میں ٹھکانہ عطا فرمایا کہ ہم جہاں چاہیں اٹھیں بیٹھیں، کھیلیں، کھائیں، پئیں، گھومیں پھریں اور سیر کے لئے دوسرے جنتیوں کے پاس ان کے درجات میں بھی جانے کی اجازت ہوگی۔

فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۞

کیا ہی خوب بہترین بدلہ ہے نیک عمل کرنے والوں کے لئے۔

اور آپ بروز قیامت فرشتوں کو بھی دیکھیں گے کہ انہوں نے عرش الٰہی کا احاطہ کیا ہوا ہے، اور وہ اپنے رب کی حمد کیساتھ تسبیح بیان کرتے ہوں گے اور لوگوں کے اعمال کے جو فیصلے ہو رہے ہوں گے تو وہ بالکل ٹھیک ہوں گے اس لئے ہر طرف سے فرشتے جوش وخروش سے یہی کہیں گے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

بزرگی کا معیار نیک اعمال ہیں

ان آیات مبارکہ میں نیک لوگوں کے لئے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور نیک وہ لوگ کہلاتے ہیں جو پورے کے پورے اتباع شریعت اور اتباع سنت کرنے والے ہوں۔ چاہے ان کی طرف سے کسی قسم کی کیفیات، کرامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں اصل نیک کہلانے کے وہی لوگ مستحق ہیں جن کا ایک ایک عمل سنت کے مطابق ہو، شریعت کے مطابق ہو، اس کی نظر عمل پر ہوتی ہے کیفیات پر نہیں ہوتی۔ اصل بزرگی اور نیکی کا معیار یہی عمل ہے جیسا کہ آیت میں بھی فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۞ کا لفظ ہے یعنی یہ اجر عمل کرنے والوں کے لئے ہے تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیمتی چیز عمل ہے کیفیات مطلوب نہیں ہیں۔ اعمال صالحہ کی پابندی ضروری ہے۔ کیفیات حاصل ہوں یا نہ ہوں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا واقعہ

حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک شخص دس سال رہا، جب جانے لگا تو حضرت جنیدؒ سے کہنے لگا کہ حضرت میں تو آپ کو بہت بڑا بزرگ اللہ کا ولی سمجھ کر آیا تھا میں نے آپ کی بڑی شہرت سنی تھی میں یہاں دس سال آپ کی خدمت میں گزارنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میرا اندازہ غلط تھا، میں نے جو سنا وہ غلط تھا کیونکہ دس سال کے عرصہ میں میں نے آپ کی کوئی کرامت

نہیں دیکھی۔ اگر آپ واقعی بزرگ ہوتے تو آپ کی کچھ تو کرامات نظر آجاتیں۔اس لئے اب میں مایوس ہوکر جارہا ہوں۔حضرت جنید نے فرمایا کہ بزرگی کا تو میرا دعویٰ بھی نہیں ہے البتہ میں ایک بات پوچھتا ہوں، وہ یہ کہ تو یہ بتا کہ دس سال کے عرصہ میں میں نے کوئی کام خلاف سنت کیا ہے؟ اگر میرا کوئی کام خلاف سنت دیکھا ہو تو وہ بتا وہ کہنے لگا کہ خلاف سنت تو آپ کا کوئی عمل میں نے نہیں دیکھا، حضرت جنید نے فرمایا کہ کیا یہ چھوٹی کرامت ہے؟ کہ دس سال میں میرا کوئی کام خلاف سنت نہیں ہوا۔فرمایا بندۂ خدا اصل چیز تو یہی عمل ہے اسی کو فرماتے ہیں

اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ

یعنی عمل پر استقامت سنت پر استقامت ہر کرامت سے بڑھ کر ہے۔

کیفیات مقصود نہیں عمل مقصود ہے

یہ کیفیات کیا ہوتی ہیں؟ مثلاً اچھی خوابیں نظر آنی شروع ہوگئیں کچھ ذکر کے دوران میں انوار نظر آنے شروع ہوگئے دعائیں قبول ہونی شروع ہوگئیں کوئی کشف ہونا شروع ہوگیا کوئی ابھی پہنچا نہیں ہے مگر معلوم ہوگیا وہ آرہا ہے وہ واقعی تھوڑی دیر بعد آگیا کوئی آیا اس کے دل کی بات معلوم ہوگئی اس کو کشف کہتے ہیں، کوئی کرامت کا ظہور ہوگیا، اب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو بڑے اونچے ہوگئے بڑے پہنچ گئے ہمیں تو جو ملنا تھا مل گیا ہے ان لوگوں کی ایک غلطی

دوسری بھی ہے، وہ سمجھتے ہیں ہماری دوڑ ختم ہوگئی جو ہمیں چاہئے تھا وہ حاصل ہوگیا ہے اب سمجھتے ہیں ہمیں اعمال کی بھی ضرورت نہیں رہی گویا کہ اعمال اس واسطے کئے جاتے تھے کہ یہ کیفیات حاصل ہوجاتیں صاحبو! واقعہ میں اس کا عکس ہے اس کا الٹ ہے، مقصود اعمال ہیں، یہ کیفیات مقصود نہیں ہیں، بھئی عمل کرتے کرتے تم کو یہ چیز حاصل ہوگئی۔ ایک آدمی کھیت بو رہا ہے ایک آدمی نے درخت لگایا ہے آپ اس کو پانی پہنچا رہے ہیں اس کی خدمت کررہے ہیں جب پھل آیا تو سب چھوڑ دو یہ مقصود حاصل ہوگیا تو پھل بھی خشک ہوجائے گا ختم ہوجائے گا، کھیت بھی خشک ہوجائے گا، تو یہ جہالت ہے، یہ نا سمجھنا ہے، انسان جو ہے عبداللہ ہے عبداللذات نہیں ہے، عبدالکیفیات نہیں ہے اللہ کا بندہ ہے لذات کا بندہ نہیں ہے کیفیات کا بندہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو احکام فرمائے ہیں ان کے اوپر عمل کرتے رہیں ساری عمر کرتے رہنا چاہئے۔ اس طرح اللہ کا بندہ بن جائے گا باقی یہ جو کیفیات آجاتی ہیں بڑا ذوق شوق ہورہا ہے کبھی رونا دھونا ہورہا ہے کبھی دعائیں قبول ہورہی ہیں کبھی انوار نظر آرہے ہیں کبھی اچھے اچھے خواب نظر آرہے ہیں کبھی کشف ہورہا ہے۔ کبھی کرامت ہے یہ چیزیں جو ہوتی ہیں ان پر نظر نہ کرے کیونکہ یہ مقصود نہیں ہیں۔

کیفیات کی مثال

حضرت جنید بغدادیؒ ان کیفیات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ خیالات اور حالات جو آتے ہیں ناں۔ اس کے ذریعے جو طریقت کے بچے ہیں ناں یعنی نیا نیا عمل جنہوں نے شروع کیا ہے ان کی تربیت کی جاتی ہے جیسے بچے جب چھوٹے ہوتے ہیں جب پڑھنے نہیں جاتے پہلی دوسری جماعت میں یا قاعدہ پہلا سپارہ ہوتا ہے تو اس کو پیسے دیتے ہیں اس کو مٹھائی دیتے ہیں اس کو چیزیں دیتے ہیں وعدے کرتے ہیں تم آؤ گے تو یہ دیں گے جاتے ہوئے دیتے ہیں کیوں؟ تاکہ جانا سیکھ جائے جانے سے محبت ہو جائے جب سمجھتے ہیں کہ جانے کا چسکا لگ گیا ہے پڑھائی میں دل لگ گیا ہے تو پیسے بھی چھوڑ دیتے ہیں یہی حال کیفیات کا ہے مطلب اللہ پاک کا یہ ہے کہ ان کو اعمال کا شوق ہو جائے۔

کیفیات کی دوسری مثال

اس کی مثال ایک اور ایسے ہے جیسے بخار کے لئے دوا دی جاتی ہے بعضوں کو کڑوی ہوتی ہے اس سے مریض کو نفرت ہو جاتی ہے اس واسطے اس پر قند دیتے ہیں تاکہ خوشذائقہ معلوم ہو یا میٹھا کر دیتے ہیں تاکہ طبیعت قبول کرے اور جو حکماء حضرات ہیں وہ کہیں سونے چاندی کے ورق لپیٹ دیتے ہیں کئی معجونیں میٹھی بنا دیتے ہیں کئی خمیرے بنا دیتے ہیں تاکہ خوشذائقہ ہو خوشبودار اور مریض خوشی سے کھا لے اب اگر کوئی شخص چینی کو مقصود بنا لے اور

سونے اور چاندی کے ورقوں کو مقصود بنا لے اور اصل چیز نہ لے آپ اس کی غلطی سمجھیں گے نہ سمجھیں گے؟ اصل مقصود تو بیماری کی دوا ہے چاہے کیسی کڑوی کیوں نہ ہو۔ قند تو مقصود نہیں ہے یہ ورق تو مقصود نہیں ہے تو اس لئے فرماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم قند کے اندر چینی کے اندر مٹھاس کے اندر رہ جاؤ اور سونے چاندی کے ورقوں کے اندر رہ جاؤ۔ جو اصل دوا ہے اس سے رہ جاؤ یہ دھوکہ ہوگا تو کام کی چیز صرف دوا ہے قند اور ورق صرف حلق میں اتر جانے کے لئے معین ہے، اسی طرح سمجھو کہ یہ حالات اور کیفیات ہیں یہ قند اور ورق کے مثل ہیں کہ طالب کے لئے اللہ کی طرف چلنے کے لئے شوق کی زیادتی کا باعث بن جاتے ہیں، جو اللہ کا طالب ہے جو طالب سلوک ہے، جو اللہ کی راہ پر چلتا ہے، ان کو اس چیزوں کی وجہ سے اور شوق بڑھ جاتا ہے شوق بڑھانے کے لئے ہوتے ہیں خود مقصود نہیں ہوتیں۔

دین کے بنیادی شعبے پانچ ہیں

اچھا جب یہ چیزیں مقصود نہیں تو پھر اصل مقصود چیز کیا ہے؟ اصل مقصود جیسے عرض کیا ہے کہ وہ ہے اللہ کی طرف قرب حاصل کرنا۔ (تقرب الی اللہ) چنانچہ اللہ کا قرب ہوتا ہے عبودیت سے، عبودیت تو ابھی باقی ہے، کیفیات تک پہنچے ہیں ابھی عبودیت تو باقی ہے۔ عبودیت نام کس کا ہے؟ اعمال کا۔ پورے دین پر عمل کرنا یعنی وہی اجزائے خمسہ جس کا بیان ابھی ہوا یعنی

عقائد عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق یہی پانچ اجزاء کا مجموعہ ہے اصل دوا یہ ہے اور کیفیات اور حالات قند اور ورق کی طرح ہیں ان پر نہیں بھولنا چاہئے۔ ان کو ذریعہ سمجھو ان کو معین سمجھو لیکن رکھو نظر مقصود پر۔

اچھے حالات محمود ہیں مقصود نہیں

اسی واسطے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اکثر لکھا کرتے تھے جب کوئی حالات لکھتا ناں تو فرماتے محمود ہیں مقصود نہیں اچھی چیز ہے، اچھی اس واسطے فرمایا کہ تم چل رہے ہو اور چلنے والوں کو نظر آتے ہیں جو نہیں چلتے ان کو نظر نہیں آتے تو محمود، اچھی چیز تو ہے لیکن مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود آگے ہے۔

کیفیات کی تیسری مثال

اسی طرح ان حالات، کیفیات کی یہ بھی مثال ہے کہ جیسے ایک آدمی یہاں سے ریلوے سٹیشن کو جاتا ہے اور اس کو آگے گاڑی پکڑنی ہے راستے میں کوئی کباب کھا رہا ہے بڑی اچھی خوشبو آرہی ہے کوئی دودھ پی رہا ہے کوئی لسی پی رہا ہے۔ کوئی کچھ، ویسے مناظر دیکھتا چلا جاتا ہے کہیں باغیچہ ہے کہیں پھلواڑی ہے کوئی کچھ ہے کوئی کچھ ہے اگر یہ شخص ان پھلواڑیوں کو باغیچوں کو دودھ کو لسی کو کباب کو مقصود بنا کے رہ جائے تو وہ وہیں نہ رہ جائے گا؟ اسٹیشن پر کیسے جائے گا؟ وہیں رہ جائے گا رک جائے گا، اور مقصود ختم ہو جائے گا اسی طرح فرماتے ہیں مقصود تمہارا آگے ہے اور مقصود کیا ہے؟ اللہ کو راضی کرنا۔

عبودیت حاصل کرنا (تقرب الی اللہ) حاصل کرنا اللہ کا قرب حاصل کرنا اور وہ کس سے ہوگا؟ اعمال سے، اور اعمال مجموعہ کس کا ہے؟ یہی پانچ چیزوں کا عقائد انسان صحیح رکھے، عبادات صحیح رکھے، معاملات صحیح رکھے، معاشرت صحیح رکھے اخلاق صحیح رکھے۔ اگر صرف ان کیفیات سے قرب نصیب ہو جائے تو پھر تو یہ بڑا آسان ہے کیا بات ہے۔

عرفی شاعر کا قول

ایک عرفی شاعر ہے کہتے ہیں کہ

عرفی گر بہ گریہ میسر شدے وصال
صد سال بتمامے بتمنا گریستن

عرفی اگر صرف رونے سے محبوب مل جاوے تو سو برس رونے میں کیا حرج ہے؟ تمنا کرتا رہے سو برس روتا ہی رہوں گا تو یاد رکھنا چاہئے کہ جنت اور جو کچھ آخرت میں ملے گا وہ عمل سے ملے گا۔ ان کیفیات سے یا خالی تمنا کرنے اور رونے سے نہیں ملے گا، نرے علم سے نہیں ملے گا بلکہ عمل سے ملے گا لہذا جو جانتے ہو اس پر عمل کرو۔

بروز قیامت سب سے پہلے پانچ چیزوں کا سوال ہوگا

ایک حدیث میں آتا ہے کہ قدم ہٹنے نہیں پائیں گے جب تک پانچ چیزوں کے جواب نہیں دیں گے۔ قیامت میں قدم اٹھا کے آگے نہیں جاسکتے جب تک پانچ چیزوں کے جواب نہ دے دیں۔ ان میں سے (۱) ایک چیز یہ ہے کہ اپنے جانے ہوئے کے اوپر کیا عمل کیا؟ یہ جواب دیں گے پھر آگے چلنا پڑے گا۔ (۲) مال کس طرح کمایا؟ (۳) کس طرح خرچ کیا؟ سب کا جواب دینا پڑے گا (۴) ایک سوال زندگی کے بارے میں ہوگا کہ کیسے گزاری؟ اور (۵) ایک سوال جوانی کے بارے میں ہوگا کہ کیسے گزاری؟ اس واسطے کوشش یہ کرنی چاہئے کہ جو سمجھیں جو معلوم ہوجائے جو ہم جانیں اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

عمل کرنے والوں کا بڑا ہی اچھا بدلہ ہے

اسی واسطے فرماتے ہیں: (فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝) جنت میں جانے کے بعد جنت کی نعمتیں گنوانے کے بعد جنت کے حالات بتانے کے بعد (فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝) داخل ہوگئے ناں یہ جنت میں فرشتے کہیں گے داخل ہوجاؤ ہمیشہ یہاں رہو گے۔ (فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝) عمل کرنے والوں کا بڑا ہی اچھا بدلہ ہے۔

تسبیح اور حمد کا مطلب

اس کے آگے فرماتے ہیں:

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

بروز قیامت آپ دیکھو گے فرشتوں کو ان کو دیکھو گے عرش کے آس پاس تسبیح کرتے ہوں گے حق تعالیٰ کی حمد کررہے ہوں گے۔ تسبیح کہتے ہیں سبحان اللہ اور اللہ کی حمد کہتے ہیں۔ الحمدللہ۔ تسبیح کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ کہ اللہ پاک جتنے بھی رذائل ہیں سب سے پاک صاف ہیں۔ رذیلہ سے صاف، صفات رذیلہ سے پاک سبحان اللہ۔ اللہ میں کوئی عیب ہی نہیں ہے یہ بے عیب ہے اور جتنی بھی اچھی باتیں ہیں وہ اللہ میں موجود ہیں اس کو الحمدللہ کہتے ہیں (وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ) اور بالکل فیصلہ صحیح طور پر بندوں کا ہوگا کسی کا حق مارا نہ جائے گا۔ اب یہ جو کہتے ہیں کہ فرشتے وہاں بڑے اطمینان کے ساتھ احسان جتا رہے ہیں کہ فرشتے وہاں تسبیح بیان کررہے ہوں گے وہ تحمید کررہے ہوں گے۔ حالانکہ وہ تو اب بھی کررہے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ذکر بہت بڑی نعمت ہے۔ بلکہ ذکر جو ہے تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے پھر کوئی تو بات ہے جو وہ فرشتے ذکر کررہے ہوں گے اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں جب یہ فرشتوں کو نصیب ہے تو اہل جنت کو پھر نصیب کیوں نہیں ہوگا؟

ذکر اللہ جنت میں بھی ہوگا

اصل مقصود تو جنت سے کیا ہے؟ نعمتیں دنیا میں ہیں اور جنت میں بھی ہونگی اور ذکر جو ہے وہ سب سے بڑی نعمت ہے تو جو سب سے بڑی نعمت ہے وہ کیسے نہیں ملے گی؟ فرمایا:

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

اور ایک جگہ ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾

اور ایک جگہ فرمایا۔

دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ

اور فرمایا کہ

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ

ان سب آیات سے ثابت ہورہا ہے کہ اہل جنت بھی ذکر کریں گے لیکن اہل جنت اس کے مکلف نہیں ہوں گے جیسے یہاں ہم کہتے ہیں کہ بھی تسبیح لیں اس کو پڑھیں سوچ کر سمجھ کر پڑھتے ہیں استغفار کرتے ہیں یاد رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ جیسے اب تمہارے سانس آجارہے ہیں ناں غیر اختیاری طور پر اس طرح ذکر غیر اختیاری طور پر جاری ہوجائے گا اب سانس بند کرنا چاہئیں سونے میں بند نہیں ہوگا نا (یُلْهَمُوْنَ تَسْبِیْحَ كَنَفْسٍ) جس طرح سانس

جاری ہے اسی طرح یہ معاملہ جاری رہے گا کوئی ذکر کا اہتمام با مقصد کی ضرورت نہیں ہوگی نہ کوئی تھکان ہوگی بلکہ طبیعت کے اندر ذکر داخل ہوجائے گا اندر سے خود بہ خود طبیعت کے فعل سے ذکر برابر ہوتا رہے گا جیسے سانس لینے کا حال ہوتا ہے اور نہ اس سے کچھ تھکان ہوگی بلکہ قرب اور بقائے حیات سب اسی پر موقوف ہوتی ہیں اسی طرح جنت میں ذکر ہوگا کہ سانس کے ساتھ خود تسبیح تھلیل سب جاری ہوں گے۔ سبحان اللہ، الحمدللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ اکبر ہر چیز جاری ہے۔ اب جو ذکر کرنے والے ہیں جن کو یہاں ذکر کا شوق ہے فرماتے ہیں ان کے لئے تو بڑے مزے کی بشارت ہے ہم تو ذکر ہی نہیں کرتے جو ذکر کرتے ہیں جن کو ذکر کا شوق ہوتا ہے ان سے پوچھو کیا حال ہوتا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ (جو دم غافل سو دم کافر) وہ تو یہاں تک پہنچ جاتے ہیں سو دم کافر یہ ان کا حال کہہ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل کی ترجمانی کیسے ہو رہی ہے؟ اللہ کے بندے ہو اور اللہ سے غافل یہ بھی کوئی بات ہے؟ اللہ کو ماننا اور پھر ان کا نام نہ لینا فرماتے ہیں جن کو عادت ہے جن کو ذوق ہے شوق ہے جو ذکر کرتے رہتے ہیں ان کے لئے تو بڑی بشارت ہے وہاں پاس انفاس جاری ہوگا ہر سانس کے ساتھ اللہ کا نام نکل رہا ہے بے تھکان ہر وقت مزے لیں گے۔ پھر فرشتوں کے متعلق سنایا کہ فرشتے بھی ذکر کررہے ہوں گے تو جن کو محبت ہو وہ جان سکتا ہے کہ محبوب کا ذکر اپنی زبان سے تو لذیذ ہے ہی محبوب کا ذکر دوسرے

سے سننا بھی لذیذ ہوتا ہے دوسرے سے جب محبوب کا ذکر سنتا ہے اس میں اور لذت آتی ہے اپنی تو عادت ہوجاتی ہے ناں سنتے سنتے دوسرے سے سنتے ہیں تو اور تلذذ بڑھتا ہے۔

سماع ناجائز کی مثال

اہل ذکر اور اہل قلب اسی واسطے تو سماع کرتے ہیں سماع سے جائز سماع مراد ہے اور آج کل جو سماع ہے یعنی ڈھول، ڈھمکے، طبلے، باجے والا یہ سماع ناجائز ہے اس کی مثال ایسے جیسے فیرنی بنی ہو اور اس میں پخانہ پیشاب ڈال دو یہ ایسی چیز ہے ڈھول ڈھمکے، طبلے سرنگی کے ساتھ جو آدمی دین کی باتیں سنے تو ایسے ہے کہ فیرنی میٹھی بنی ہے اور اس میں گند ڈال دو ذکر تو اچھی چیز ہے جیسے فیرنی لطیف اور مرغوب چیز ہے ناں اور اس میں ذکر کے ساتھ آدمی گانے باجے کی چیز کو شامل کردے تو ایسے جیسے فیرنی میں غلیظ ملا دینا یہ کثیف اور نامرغوب اور قابل نفرت چیز ہے۔

جائز سماع سے کیا مراد ہے؟

جائز سماع سے مراد کیا ہے؟ سماع سے مراد اچھی آواز کے ساتھ دوسرے سے کوئی اچھا کلام سن لینا۔ اس میں قرآن پاک بھی آجاتا ہے کسی خوش آواز قاری سے سنو یہ بھی اس میں آجاتا ہے یا کوئی اللہ کی محبت کی باتیں شعر اشعار وغیرہ لیکن اس کے ساتھ کچھ شرائط لگائی گئی ہیں فرماتے ہیں کہ مضمون

ایسے لغو نہیں ہونا چاہئے مضمون اللہ کی صحیح صحیح ترجمانی کرتا ہو اللہ کے خوف والا ہو یا اللہ کی راہ پر چلنے کی ترغیب ہو دوسرا یہ ہے کہ جو سنانے والا ہو نہ وہ عورت ہو نہ وہ بے ریش لڑکا ہو بلکہ بالغ مرد ہو اور صالح اور نیک ہو اور سننے والا جو ہے وہ لچا لفنگا نہ ہو اس کے دل کے اندر اللہ کی محبت بھری ہوئی ہو تاکہ اللہ کی محبت کی باتیں سنیں تو اللہ کی محبت بڑھے اور جس کے اندر اللہ کی محبت نہیں ہے وہ غیروں کی محبت کی طرف لے گا ہر بات کو، باتیں اللہ کی محبت کی ہو رہی ہیں وہ غیروں کی طرف چسپاں کردے گا، وہ حقدار نہیں ہے سننے کا، اب سن لیجئے یہ سماع کی شرائط ہوتی ہیں۔ تو فرماتے ہیں چونکہ ذکر کرنے والا اپنی زبان سے ذکر کرتے کرتے اس سے مانوس ہوجاتا ہے اس کو اتنا لطف نہیں آتا جتنا دوسرے سے سننے سے لطف آتا ہے تو حقیقی سماع کی حقیقت تو یہ ہے جس میں لوگوں نے اس قدر غلو کیا کہ محتاج بیان نہیں۔

سماع جائز کی دلیل

اصل اس کی ضرور ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سے قرآن مجید سنا تھا فرمایا میرا دل چاہتا ہے تم سناؤ بس اس کو بعضے لوگوں نے آڑ بنا کر تمام لغو منہیات کا دروازہ کھول دیا ہے انصاف سے تو دیکھئے اس سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قران مجید سنا تھا اب اس میں اتنی چیزیں شامل کردینا یہ کوئی حق کی بات ہے؟ یہ تو ایسے

ہی ہوگا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانا پینا بھی ثابت ہے تو کیا اس کے ساتھ گندی چیزوں کا کھانا پینا بھی ثابت ہو جائے گا؟ تو کیا پیشاب پخانہ کا کھانا بھی ثابت ہو جائے گا؟

جنت میں فرشتوں کا ذکر اہل جنت کی لذت کیلئے ہوگا

اصل بات یہ ہو رہی ہے کہ محبوب کے ذکر کا سننا بھی لذیذ ہے اس واسطے فرشتے ذکر کر رہے ہوں گے تاکہ جنت والے اس سے بھی لذت حاصل کریں جنت کی نعمتیں تو ہیں ہی ناں مختلف قسم کی نعمتیں ہوں گی ناں تو فرشتوں کا ذکر سننے سے اور لذت آجائے گی اور جنت میں کیا ہوگا؟ حوروں کا گانا بجانا بھی ہوگا، وہ گانا بجانا اور ہوگا، یہاں اور ہے، وہاں گناہ کی باتیں تھوڑی ہوں گی؟ سب جائز حلال جائز چیزیں ہونگی، کیونکہ یہ بھی لگن سے خالی نہیں ہوتیں، مگر فرماتے ہیں حوروں کا گانا بجانا کہاں اور فرشتوں کی تسبیح اور ذکر کہاں؟ وہاں مذاق بالکل صحیح ہوگا، ایسے جیسے اب گندے مذاق آرہے ہیں ویسے جنت میں نہیں ہوں گے، اس لئے جو لذت ذکر میں آئے گی وہ گانا بجانے میں نہیں آئے گی، یہاں کے لوگوں کے مزاج الٹے ہیں ناں۔ گانے بجانے میں ان کو زیادہ لذت آتی ہے وہاں یہ بات نہیں ہوگی۔ لیکن اللہ پاک نے سارے انعامات وہاں رکھے ہیں تاکہ ہر قسم کا انعام جو ہے اس سے لذت حاصل ہو جائے کسی قسم کی کوئی حسرت نہیں رہے گی، کسی قسم کا کوئی ملال نہیں رہے گا، جنت میں جو چاہیں گے، جو دل میں خیال آئیگا وہ سارا پورا ہوگا۔

عمل کا خلاصہ دین کے پانچوں شعبوں کی اصلاح کرنا

لیکن اس کے لئے شرط کیا ہے؟ عمل کرنا اور عمل کا خلاصہ کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ تعلق صحیح جوڑ لو اور اس کو مضبوط کر لو اور کیسے مضبوط ہوتا ہے؟ یہی اپنی عبادات صحیح کر لو، اور اپنے عقیدے صحیح کر لو، معاملات صحیح رکھو، معاشرت صحیح رکھو، اخلاق صحیح رکھو، یہی سارا نچوڑ ہے، دین کا اس پہ عمل کرو گے تو انشاء اللہ ایسا حال ہوگا، کہ خاتمہ ایمان پر ہو جائے گا مرنے کے بعد قبر بھی جنت اور باغ و بہار بن جائے گی۔ حشر میں بھی معلوم نہیں ہوگا، لوگوں کے لئے تو پچاس ہزار سال کا دن ہوگا، جو اللہ کے نیک بندے ہیں ان کے لئے ایسے جیسے ایک نماز کا وقت ہوتا ہے، پل صراط پر گزر بھی جائیں گے پوچھیں گے پل صراط کہاں ہے؟ کہیں گے راستے میں ایک باغ آیا تھا وہ پل صراط تو تھی پتہ بھی نہیں چلے گا۔ اور پھر اللہ کے کئی بندے ایسے بھی ہونگے جو بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ ان سے حساب کتاب ہی نہیں ہوگا یہ سارا نچوڑ ہے اس کا کہ پانچ چیزیں فرض واجب ہیں، بالکل یہ نہیں کہ معاشرہ خراب کر دو، معاملات خراب کر دو، اور یہ اخلاق سب چیزیں فرض واجب ہیں، جیسے نماز ضروری ہے۔ روزہ ضروری ہے، ایسے اخلاق بھی ضروری ہیں، ایسے ہی اصلاح معاشرت بھی ضروری ہے۔ ایسے اصلاح معاملات بھی ضروری ہیں، بس یوں سمجھیں پانچ مضمون ہیں پانچوں میں پاس ہونا ضروری ہے، ایسا ہی حساب ہے اس کو دل

کے اندر خوب بٹھانا چاہئے کہ میں نے پورے دین کے اوپر عمل کرنا ہے، یہ نہیں کہ صرف نمازوں تک رہے نمازیں پڑھنی ضروری ہیں کوئی انکار نہیں کرے گا، انکار کرے گا کافر ہو جائے گا، انکار نہیں لیکن اس پر رہ نہیں جانا پورے دین پر عمل کرنا ہے، تب جا کے انسان بندہ بنتا ہے، بندہ بننا یعنی عبدیت یہ سب سے اونچا مقام ہے، عبدیت حاصل ہوتی ہے بہت عرصے کے بعد، لیکن ہاں انسان اس پر کوشش کرتا رہے جب جا کے کامیاب ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا سب سے اونچا مقام عبدیت ہے

اسی واسطے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اونچا مقام جو ہے عبدیت کا دیا گیا ہے جب معراج شریف کی طرف لے گئے تو فرماتے ہیں (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ) پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو۔ تو معلوم ہوا (عبد) تو سب سے اونچا مقام ہے سب سے اونچی جگہ جا رہے ہیں ایسی جگہ گئے جہاں انبیاء میں سے کوئی نہیں گیا تو لقب کیا ڈلوایا۔ (عبد) کا ہے معلوم ہوا عبدیت سب سے اونچا مقام ہے کوئی معمولی چیز نہیں ہے اسی عبدیت کو پانے کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنتیں کی ہیں اور ہمیں بھی محنت کرنی چاہئے۔ اور اسکا طریقہ یہی ہے کہ کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کرلیا جائے اللہ تعالی ہم سب کو جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔

”اہمیت دینی مدارس“

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

''اہمیت دینی مدارس''

خطبۂ مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا كَثِیۡرًا كَثِیۡرًا۔

اَمَّا بَعۡدُ: فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ ۖ وَالۡاَرۡضُ جَمِیۡعًا قَبۡضَتُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطۡوِیّٰتٌۢ بِیَمِیۡنِہٖ ؕ

تمہید

قدر نہیں کی جو قدر کرنی چاہئے تھی کہ لوگوں نے اللہ کی قدر کی نہیں۔ حالانکہ بڑی عظمت والے ہیں ان کی شان تو ایسی ہے کہ ساری جتنی بھی زمینیں ہیں ساری ان کی مٹھی میں ہوں گی اور سارے آسمان لپٹے ہوئے ہتھیلی کے اوپر ہوں گے اب کیسی ہتھیلی کیسی مٹھی؟ اس کی شان ہے ہم کیا سمجھیں؟ پھر آگے جو ہے سارا قیامت کا بیان کیا ہے۔ معاد کا بیان تھا کہ یوں ہوگا منافقوں کا یہ حال

ہوگا کفار کا یہ ہوگا مومنین کا یہ ہوگا ساری بیان کر کے فرمایا کہ اتنی قدرت والے ہیں اتنی قدرت عظیمہ کے مالک ہیں ان کے ساتھ کسی کو شریک کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ کو تمام کمالات میں یکتا ماننا ضروری ہے

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر کی نہیں ان کا جو حق تھا قدر کرنے کا کیا نہیں، اتنی عظمت والی ذات، اتنی بزرگی والی ذات، اتنی جلالت شان والی ذات پھر ان کے ساتھ تم شرک کرتے ہو؟ یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں ناں؟ اس کا مطلب ان کا یہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ استغفر اللہ خدا کی ذات میں کوئی کمی ہے اس وجہ سے دوسرے کو ماننے کی ضرورت پیش آئی جو کمی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے دوسروں کو خدا بناتے ہیں، دوسروں سے مرادیں مانگتے ہیں، تو یہ تو بڑی سخت بات ہوئی ناں، تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کو کمالات میں بھی یکتا ماننا پڑے گا اور جو کمالات کے جتنے آثار ہیں اس میں بھی یکتا ماننا پڑے گا، جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مشرک سے پوچھا تمہارے کتنے معبود ہیں؟ اس نے کہا ہمارے سات ہیں، ایک سب سے بڑا آسمانوں میں وہ تو بڑے بڑے کاموں کے لئے ہے اور جو چھوٹے چھوٹے کام ہیں وہ ہم دوسروں سے کراتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ میں کوئی کمی سمجھی ہے۔ معاذ اللہ۔ استغفر اللہ تو یہ سارا جو معاد کا بیان ان آیات میں کیا اور یہ تشریح چل رہی ہے اس کی تو فرماتے ہیں یہ سارا ظاہر کرتا ہے کہ کمال بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور آثار کمال بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لیے ہی ہیں۔ کوئی تصرف کسی دوسرے کے لئے نہیں ہے۔ پالنے والے بھی وہی ہیں اور عبادت کے لائق بھی وہی ہیں۔

تکوین اور تشریع دونوں چیزیں اللہ کا حق ہیں

ان سب واقعات سے توحید کی تاکید ہو جاتی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ تکوین بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے اور تشریع بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے تکوینی امور جیسے زلزلہ آ گیا، بارشیں ہو گئیں، سیلاب آ گئے، آندھی آ گئی، طوفان آ گئے یہ تکوینی چیزیں ہیں، کبھی کھیتی بہت زیادہ ہو رہی ہے کبھی کم ہو رہی ہے، تکوینی امر ہے اور تشریعی امور یہ ہوتے ہیں، جیسے کہ نماز کا حکم دیا روزے کا حکم دیا، معاملات کا، جتنے بھی احکام شریعت کے ہیں سارے تشریعی امور ہیں، تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے چاہے تکوینی امور ہوں اور چاہے تشریعی امور ہوں۔ تکوین جو ہے یہ ربوبیت کا اثر ہوتا ہے اور شریعت میں الوہیت کا ہے، عبادت کرنی ہے انہی کی کرنی ہے، حکم ماننا ہے انہی کا ماننا ہے، ان سب باتوں کی اچھی طرح تاکید ہو گئی، توحید کی بھی ربوبیت کی بھی الوہیت کی بھی تو ان آیات سے یہ سارا مضمون ثابت ہو رہا ہے۔

ان آیات سے مقصود توحید کو ثابت کرنا ہے

ان آیات سے مقصود کیا ہے؟ توحید کا اثبات توحید کو ثابت کرنا اور شرک کی نفی

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

اللہ تعالیٰ شکایت فرما رہے ہیں ہمارے حقوق انہوں نے پہچانے نہیں اور یہ حقوق کتنے ہیں؟ بہت ہیں، ان کے پہچاننے کے لئے علم کی ضرورت ہے جاننا پڑے گا اور ایک قسم کے علوم کی ضرورت نہیں بلکہ متعدد علوم کی ضرورت ہے۔

دینی مدارس دینی علوم سکھاتے ہیں

انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تو انہی احکام کو سکھانے کے لئے انہی علوم کو سکھانے کے لئے تشریف لائے تو جیسے خلاصہ دین کا بیان ہوا تھا ناں تو ایسے سارے

عقائد کا علم، احکام کا علم، عبادات کا علم، معاملات کا علم، ، حاشرت کا علم، اخلاق کا علم، یہ سارے علوم ضروری ہیں۔ ان سب باتوں کو جاننے کے لئے ذہن نشین کرنے کے لئے تعلیم ضروری ہے۔ (جیسے صرف نحو ہے معقول ہے فلسفہ ہے ان سب کی تعلیم ہوتی ہے) تو یہ تعلیم جہاں ہو رہی ہو جن جگہوں میں ہو رہی ہو انہی کا نام تو مدرسے ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے؟ مدارس جو ہیں یہی کام کرتے ہیں شروع شروع میں صرف نحو وغیرہ سکھاتے ہیں معقول فلسفہ سکھاتے ہیں پھر بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے ہیں جو آخر میں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ ہے دین اس پر عمل کرنا ہے اور کرانا ہے۔

نیا مدرسہ کھلنا دینی ترقی کی علامت ہے

یہ وعظ مدرسہ میں ہو رہا تھا اس وعظ میں مدرسے کے متعلق فرما رہے ہیں پہلے بھی بیان ہوا تھا، کچھ لوگ جب ایک مدرسہ دینی ہوتا ہے دوسرا جب ہونے لگتا ہے تو اس کے خلاف ہو جاتے ہیں کہ صاحب کیا ضرورت ہے دوسرے مدرسہ کی؟ حضرت نے بیان فرمایا تھا کہ اگر ایک بازار میں ایک دکان کے ساتھ کئی دکانیں کھل جائیں تو یہ سب ترقی ہے تجارت میں، ترقی ہو رہی ہے، کئی بازار بن گئے،، اگر دین میں ترقی ہو رہی ہے تو اس میں کیوں رکاوٹیں ڈالتے ہو؟ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتے ہی نہیں چنانچہ ضرورت کو محسوس کر کے جا بجا مدارس قائم کئے گئے ہیں جو فیض ان سے ہو رہا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔

دینی و عملی جلسے بھی مدارس کی ضرورت ہیں

پھر ان مدارس کی ضرورت یاد دلانے اور شوق تازہ کرنے کے لئے ہر سال بعض مدارس علمی جلسے کرتے ہیں اس سے ان جلسوں کی بھی ضرورت ثابت ہوگئی، لوگوں کو تعلیم کا شوق ہو، لوگوں کو تعلیم کی قدر ہو، لوگوں کو معلوم ہو کہ مدرسہ صحیح

طرح کام کر رہا ہے، اتنے علماء فارغ ہو رہے ہیں، غرض یہ ہے کہ کوئی کام بدون کئے ہوتا نہیں، یعنی دین کی باتیں سمجھنے کے لئے علوم کی ضرورت ہوتی ہے اور ان علوم کے لئے مدارس ہوں گے۔

مدارس کے ساتھ ہمدردی کی دو وجہ ہیں ایک مالی امداد

اہل مدارس جو کام کر رہے ہیں ان میں دو وجہ سے ضرورت ہے سب کے شریک رہنے کی اور ہمدردی کرنے کی، سارے لوگ جب مل کر کام کریں جب کام بنتا ہے، ایک تو یہ کہ یہ کام مدارس کے تنہا کرنے کا نہیں ہے، علماء کا کام درس وتدریس کا ہے اور دوسروں کا کام مالی امداد کا ہے علماء دونوں کام کرنے لگ جائیں، چندہ وصول کرنے جا رہے ہیں پیچھے سے پڑھائے گا کون؟ پڑھائی کا نقصان ہوگا دوسرے انتظامات میں لگ رہے ہیں پڑھائی کا نقصان ہوگا کہ نہیں ہوگا؟

دوسری وجہ یہ کہ دین ہر مسلمان کی ضرورت ہے

دوسرا یہ کہ یہ کام صرف علماء کی ضرورت سے نہیں کیا جاتا کیونکہ دین کی ضرورت صرف علماء کو نہیں ہے بلکہ ہر فرد مسلمان کو اس کی ضرورت ہے، مدرسہ جو ہے سب کی خدمت کے لئے ہے، ایک علماء کے لئے نہیں ہے، جتنے علماء تیار ہوں گے اور صحیح علماء تیار ہوں گے، جا کے دین پھیلائیں گے اور دین کی ضرورت ہر ایک کو ہے۔

اگر مدارس نہ ہوں تو مسائل شرعیہ کون بتائے گا؟

اگر ان (مدارس) کا وجود نہ رہا تو کس سے پوچھو گے؟ کوئی ہے تمہارے پاس آدمی؟ تو یہ ضرورت ہوتی ہے، اب یہ فیض ہوتا ہے بزرگوں سے، جو دین کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، اس واسطے علماء ہوتے ہیں تو فرماتے ہیں یہ

کام صرف علماء کی ضرورت کا نہیں ہے، تو صرف علماء ہی اس سے مستفیض ہوں نہیں، دین کی ہر ہر فرد مسلمان کو ضرورت ہے۔

علماء کا کام اور کوئی نہیں کرسکتا

کیوں تمام کام پھر علماء کے ذمے ڈال دیئے جاتے ہیں؟ انصاف سے دیکھئے! دیکھو تو انہوں نے ایسا بوجھ اپنے ذمے لے رکھا ہے جو آپ سے نہیں اٹھ سکتا، اس کی دلیل ہی یہ ہے کہ اگر وہ کام جو آپ کر رہے ہوں علماء کرنے لگیں تجارت والا کام تو کرلیں گے، کیوں نہیں کریں گے؟ تجارت والا تو کرلیں گے جب اتنا بڑا جو مشکل کام ہے کر رہے ہیں تو یہ بھی کرلیں گے۔ خیر اتنا نہیں تو گزارے کا تو کرلیں گے لیکن جو کام وہ کر رہے ہیں وہ تم نہیں کرسکتے، علماء کے کام تم کیسے کرو گے؟ یہ تو ایک موٹی سی بات ہے تجارت وہ تو پوری مہارت سے نہیں پورا نہیں کچھ تو کرلیں گے۔ اور دنیادار کو کہا جائے کہ وہ مدرسے میں بخاری شریف پڑھائے تو وہ بخاری شریف کیا پڑھائے گا؟ صرف نحو کہاں جانے گا؟ لہٰذا آپ کو ان کا ممنون ہونا چاہئے اور غنیمت سمجھنا چاہئے۔

مدارس کا کام سب کا کام ہے

انہوں نے آپ کے ذمے ہلکا کام رکھا ہے یعنی مالی امداد والا اور خود بھاری کام لے رکھا ہے یعنی علم سیکھنے سکھانے کا غرض آپ اپنا کام تندہی سے کئے جائیں وہ اپنا کام کر رہے ہیں، اس طرح اس دینی کام کی تکمیل ہوسکتی ہے اور سب کو دینی فیض ہوسکتا ہے، یہ سب کا کام ہے سب کو بتانا چاہئے، اب رہی نکتہ چینی، نکتہ چینی کون کرتے ہیں؟ یہ ان کا کام ہے جو خود بھی کام کرنا نہیں چاہتے دوسروں کو بھی کام کرنے نہیں دیتے، ان کے دل میں دین کی ضرورت ہی نہیں ہے تو اس لئے وہ جو دین کے لئے لوگ تیار ہو رہے ہیں ان کے بھی خلاف ہیں۔

مدارس کے خلاف نکتہ چینی کرنے والوں کی مثال

یہ نکتہ چینی جو کرنے والے ہیں ناں ان کو اگر میں دوسری مثالیں دوں تو ناگوار ہوں میں ایک اچھی سی مثال دیتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنانا چاہا اور فرشتوں کو بتایا کہ میں ایسے بنانا چاہتا ہوں؛ آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، تو فرشتوں نے عرض کیا یا اللہ (فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا) اے اللہ آپ اس کو خلیفہ بنائیں گے جو فساد کرے زمین میں؟ فرشتوں نے ایک نقصان ان کے خلیفہ ہونے کا بیان کردیا اب یہاں سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر کیا کیا؟ فرشتوں کے کہنے میں آگئے کہ نہیں؟ فرشتوں نے نکتہ چینی کی تو اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان کے کہنے کو سنا نہیں ہے ان کے کہنے کا اتباع نہیں کیا اللہ پاک نے اور ان کے اس اشکال سے حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کو ملتوی نہیں کیا، فرمارہے ہیں یہ جو نکتہ چینی کرنے والے اعتراض کرنے والے ہیں، ان کا مذاق بھی فرشتوں کی طرح ہے، ناگوار مثال نہیں دی، تاکہ برا نہ مانیں، آپ نے بھی یہ خرابی کی وجہ سے کام بند کردینا مناسب سمجھا ہے جیسے ملائکہ نے فساد کرنے کے اندیشے سے حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت کو موقوف کرنے کی رائے پیش کی تھی، مگر حق تعالیٰ نے اس مضرت پر نظر نہیں فرمائی، بلکہ مصلحت کو مقدم رکھا۔

مدرسہ میں خرابی ہو تو اصلاح کی جائے اس کو بند نہ کریں

اس سے سبق یہ ملتا ہے کہ اگر کسی مدرسہ کے متعلق کوئی اشکال بھی ہے تو یہ کیا ضرور ہے مدرسہ کو جڑ سے اڑادے؟ یا اس خرابی کی اصلاح کی کوشش کیوں

نہ کی جائے؟ آخر جو منافع ہیں، جو مصلحتیں ہیں، جو ضرورتیں ہیں مدرسے کے متعلق وہ کیسے پوری ہونگی؟ تو معلوم ہوا مدرسہ کا وجود تو رہنے دینا چاہئے اس کے خلاف اتنا نہ ہو جاؤ۔

باقی جو خرابیاں ہیں ان کی اصلاح کرو تو آپ اصلاح کیجئے جڑ سے نہ اڑایئے تو مدرسوں کو ختم کردو یا ایسے اعتراضات کرو کہ جڑ سے اڑا کر مدرسے ختم کردیئے جائیں۔ یہ مناسب نہیں غلط طریقہ ہے۔

ایک نشئی کا قصہ

جڑ سے اڑانے کی بات سے ایک افیمی کا قصہ یاد آیا ایک افیمی افیم کی پینک میں تھے نشہ چڑھا ہوا تھا افیم کا، ایک مکھی ان کی ناک پر آ کر بیٹھی، انہوں نے اڑادیا، پھر بیٹھی، پھر اڑادیا، بار بار بیٹھتی رہی، کئی دفعہ اڑایا مگر بعض مکھی ضدی ہوتی ہے، جہاں سے اڑاؤ وہیں آ کر پھر بیٹھتی ہے، یہ بہت تنگ ہوئے اور نشے میں تو تھے ہی، ایک دفعہ غصے میں آ کر آخر ناک کو استرے سے کاٹ ڈالا اور کہا لے حرام زادی اب بیٹھ کہاں بیٹھے گی؟ اب تیرا اڈا ہی نہیں رکھا۔

مدارس پر نکتہ چینی کی دوسری مثال

یہ جڑ سے اڑانا تو ایسا ہی ہے کہ مکھی کا تو کچھ بھی نہیں بگڑا ان حضرات کی ناک کٹ گئی، اس طرح آپ جو مدرسے کو جڑ سے اڑادیں گے علماء کا کیا بگڑے گا؟ رزق کے دروازے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہیں کوئی اور مشغلہ تلاش کرلیں گے، مگر آپ کی ناک جاتی رہے گی، یعنی آپ دینی فیض سے محروم ہو جائیں گے۔

دنیا میں ہم جو بھی معاملہ کریں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم نکتہ چینی نہیں کرتے، ہم اعتراض نہیں کرتے، بلکہ اصلاح چاہتے ہیں، ٹھیک ہے اصلاح کرنی چاہئے لیکن میں اس کے متعلق ایک معیار بتاتا ہوں، وہ اپنے سامنے رکھو تو پھر دیکھو تمہارے نکتہ چینی کے اعتراض صحیح ہیں یا غلط ہیں؟ وہ یہ کہ جو بھی ہم دنیا میں بات چیت کرتے ہیں، معاملہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کل کو پکڑیں گے، سزا دیں گے یا نہیں؟ فرشتے دیکھ رہے ہیں یا نہیں؟ فرماتے ہیں یہ جو معاملہ ہے خدا کے ساتھ درست رکھو اپنے اللہ کے ساتھ معاملہ درست کرلو۔

جس کام میں نفسانیت آگئی وہ اللہ کیلئے نہیں ہوگا

جو کچھ کرو اس میں یہ دیکھ لو کہ اس میں ہماری غرض اور نفسانیت شامل ہے کہ نہیں؟ کسی نے ہمارے خلاف بات کی ہے ہمیں غصہ آگیا، ہم مدرسے کے خلاف ہوگئے، تو ہماری نفسانیت اس میں شامل ہے کہ نہیں؟ ہماری کوئی غرض شامل ہے یا نہیں؟ اگر نفسانیت شامل ہے تو اللہ کے لئے نہ ہوا وہ نفسانیت کے لئے ہوا، وہ نفس کے لئے ہوا ناں، یہ معیار بتایا وہ جب یہ کہے کہ صاحب ہم تو اصلاح کرتے ہیں، نکتہ چینی نہیں چاہتے، ہم مدرسے کو اڑانا نہیں چاہتے، چاہتے ہیں مدرسہ ٹھیک ہو جائے...... فرماتے ہیں اس کے لئے یہ دیکھو، اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھو، اللہ سے معاملہ صحیح رکھو، اور یہ سوچو کہ جو کچھ ہم کررہے ہیں، جو اعتراض کرنا چاہتے ہیں، اس میں ہماری نفسانیت یا کوئی غرض تو شامل نہیں ہے؟ باقی کسی کے کہنے سننے کی پرواہ مت کرو۔

جو بات اللہ کیلئے ہو اس سے دل آزاری نہیں ہوتی

خدا کو حاضر ناظر جان کر بات کہو اگر تمہارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ سے بالکل صاف ہے، اس میں کوئی غرض نہیں، کوئی نفسانی خواہش شامل نہیں، تو شوق سے کہو، اس وقت وہ ضرور ایسی بات ہوگی جس سے اصلاح متعلق ہوگی، کیوں کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ میں خاص اللہ کیلئے کر رہا ہوں، حالانکہ بہت سی نفسانیت شامل ہوتی ہیں، ایک نشانی تو یہ ہے کہ جو بات اللہ کیلئے ہوتی ہے اس سے دل آزاری نہیں ہوتی۔

اصلاح کی بات میں خلوص کی نشانی

اور اصلاح کی جو بات ہوتی ہے وہ سخت لہجہ میں نہیں ہوتی، بلکہ ایسی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ ہوتی ہے جیسے باپ بیٹے کو کوئی عیب بتاتا ہے اس کو آہستہ سے علیحدگی میں سمجھاتا ہے، کسی کے سامنے گاتا نہیں پھرتا، اخباروں میں اشتہاروں میں شائع نہیں کرتا، جیسے باپ بیٹے کا کوئی عیب دیکھتا ہے، تو اس کو آہستہ سے علیحدگی میں سمجھاتا ہے، ایک دفعہ، دو دفعہ، تین دفعہ، دس دفعہ بھی بولتا ہے، تب بھی اسکو گوارہ نہیں ہوتا میں اس کی بدنامی کروں، دوسروں کو بتاؤں، دوسرا کوئی عیب سن لے گا تو بری بات ہوگی، اسی طرح فرماتے ہیں۔ جو جس کے متعلق سمجھتے ہو انکو علیحدگی میں، تنہائی میں، ایسے طریقے سے سمجھاؤ کہ دل آزاری نہ ہو، سخت لہجہ نہ ہو، شفقت سے ہو، محبت سے ہو، نرمی سے ہو، پھر تو بات بھی ہے، سمجھا جائے گا کہ اللہ کے لئے کر رہے ہیں، نفس کے لئے نہیں کر رہے ہے، اگر انسان حق پسند ہے، تو وہ اسی حیثیت انسانی کو پہچان سکتا ہے، ایک نشانی اس بات کی کہ جو میں کہہ رہا ہوں اللہ کے لئے کہہ رہا ہوں یا نفسانیت کے لئے کہہ رہا ہوں یہ ہوئی کہ وہ بات نرمی سے ہو سختی سے نہ ہو۔

اصلاح میں خلوص کی دوسری نشانی

دوسری نشانی یہ ہے کہ انسان غور کرے جس پر میں اعتراض کر رہا ہوں اس کی جگہ میں ہوتا، دوسرا میرے ساتھ اعتراض کرتا مجھے برا لگتا یا نہیں لگتا؟ تو خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ سوچے اگر میں برا مانتا اس کو، مجھے ناگواری ہوتی اس اعتراض سے اور اس کے کہنے سے تو مجھے خیال یہ آتا کہ مجھے یوں کیوں سب کے سامنے کہہ رہا ہے؟ علیحدگی میں تنہائی میں سمجھا دیتا؟ تو آپ کو بھی چاہئے کہ تنہائی میں سمجھاؤ۔

خلوص کی تیسری نشانی

تیسری نشانی ایک اور ہے اخلاص کی کہ جو آدمی اخلاص والا ہوتا ہے ناں وہ اپنی بات کو واضح کرنے کے بعد، حق بات سمجھا دینے کے بعد، اپنی ذمے داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے، پھر اصرار نہیں کرتا، بہت پیچھے نہیں پڑتا، وہ کہتا ہے میں نے حق تو بتا دیا، اب اس کی مرضی مانے یا نہ مانے۔

ہمارا کام نصیحت کرنا ہے ذہن میں ڈالنا اللہ کا کام ہے

اس لئے کہ اس کے ذہن میں حق کا ڈال دینا اللہ کا کام ہے ہمارا کام سمجھا دینا تھا اب اللہ کا کام ہے اس کے ذہن میں ڈالنا، جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ فرمایا قرآن مجید میں

لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾

وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ﴿١١٩﴾

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَآ أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلٰغُ

اے رسول! آپ ان پر نگران نہیں ہیں۔ اور فرمایا: آپ غم کیوں کرتے ہیں؟ آپ سے ہم دوزخ والوں کے لئے تھوڑا ہی پوچھیں گے، کہ وہ کیوں گئے دوزخ کے اندر؟ تو مطلب یہ ہے کہ حق بات جو ہے صاف صاف صحیح صحیح بتادے پھر کوئی مانے نہ مانے پرواہ نہ کرو اصرار نہ کرو، ایک بار اپنی رائے پیش کردو اس کے بعد اصرار نہیں اور فرمایا کہ ہم نے آپ کو ان لوگوں پر نگران بنا کر نہیں بھیجا، آپ کا کام تو صرف حق بات کو پہنچانا ہے۔

جو کام کرو خلوص سے کرو

تو مطلب یہ ہے کہ جو کام کرو خلوص اور للّٰہیت سے کرو نفسانیت سے نہ کرو ورنہ برکت جاتی رہتی ہے، چاہے کیسا ہی نیک کام ہو، چاہے ذرا سا کام ہو مگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے، چاہے اس کا کوئی بھی معاون نہ ہو۔

دین اسلام خلوص سے پھیلا ہے

دیکھو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا تھا کون سا مجمع تھا؟ کیا امید کی جاسکتی تھی کہ کام چلے گا؟ مگر اس میں خلوص ہی خلوص تھا اس کا نتیجہ دیکھا؟ یہ کام ایسا چلا ایسا چلا کہ آج تمام عالم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام موجود ہیں، کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں مسلمان نہ ہوں، تو بات یہ ہے کہ انسان جو کام بھی کرے خالص اللہ پاک کے لئے کرے، جو کام بھی کرنا ہو نیت کو صحیح کر لینا چاہئے، جب تک صحیح نیت نہ ہوگی تب تک کام نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حبِ دنیا سے اجتناب اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

حبِ دنیا سے اجتناب اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام

حضرت والا کا مستورات کیلئے بیان مفتی خلیل احمد صاحب کے مکان پر بعد دوپہر 6-4-87

خطبۂ مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا. مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ. وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا.

اَمَّا بَعۡدُ. فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِکَ اِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَزِیۡنَتَھَا فَتَعَالَیۡنَ اُمَتِّعۡکُنَّ وَاُسَرِّحۡکُنَّ سَرَاحًا جَمِیۡلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنۡ کُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡکُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۲۹﴾

تمہید

جب اسلام کا شروع شروع تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے اس وقت غربت اور افلاس کا بہت دور تھا بڑی غربت تھی صحابہ میں بعض صحابہ گٹھلیاں چوس چوس کر گزارہ کیا کرتے تھے ایک صحابی کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کے پاس اور ان کی بیوی کے پاس دونوں کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا وہ کپڑا لپیٹ کر آ کر مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھے اور گھر جا کر اپنی بیوی کو دیتے تھے پھر وہ نماز پڑھ لیتی تھی۔ اس قدر غربت اور افلاس تھی۔

آیات مذکورہ کا شانِ نزول

لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مہربانی سے جب فتوحات ہوئیں اور مال غنیمت آنا شروع ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں تقسیم کرنا شروع کیا تو صحابہ کی عورتوں نے زیورات بنائے، اچھے اچھے کپڑے بنائے، ان حالات کو دیکھ کر ازواج مطہرات نے آپس میں مشورہ کر کے اتفاق کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ، یا رسول اللہ! پہلے تو افلاس اور غربت کے دن تھے، آج کل مسلمان بہت غنی ہو گئے ہیں، ہمارے نفقے میں بھی کچھ آپ اضافہ فرما دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ذوق تھا، اس ذوق کے خلاف یہ بات معلوم ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ بس قُوتُ لَا یَمُوتُ ہو جتنا انسان کھا کے گزارہ کر سکے گزارے کے موافق وہ اتنا کافی ہے، اس سے زیادہ دنیا کی حرص اور ہوس نہیں کرنا چاہئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے مطالبہ کو غلط سمجھ کر سب سے الگ ہو کر ایک حجرے میں تشریف فرما ہوئے۔ تقریباً ایک مہینہ تک اس حجرے میں رہے، پھر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں، اس کا مضمون یہ ہے کہ اے بیبیو! اگر تم کو دنیا کا ساز و سامان چاہئے، دنیا کی زیب و زینت چاہئے، تو میں تم کو دے کر رخصت کرتا ہوں، اور اگر اللہ کی رضا چاہتی ہو، اللہ کے رسول کی رضا چاہتی ہو، آخرت کو سنوارنا چاہتی ہو، تو پھر تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے، یہ بات جب وحی اتری تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لے گئے اور جا کر فرمایا اے عائشہ! یہ وحی آئی ہے اور تو جلدی نہ کریو، اپنے والدین سے مشورہ کر کے پھر جواب دیجیو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً فرمایا: اَفِیْ هٰذَا اَسْتَشِیْرُ وَالِدَیَّ کیا میں اپنے والدین سے اس بات پر مشورہ کروں؟ اِخْتَرْتُ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَالْاٰخِرَةَ میں نے اللہ کو اختیار کیا۔ اللہ کے رسول کو میں نے آخرت کو اختیار کیا یا رسول اللہ مجھے کسی سے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے، جو آپ دیں گے ہم وہی پہن لیں گے، جو کھانے کو دیں گے، ہم لیں گے آپ بالکل فکر نہ کریں، ہم آپ کے خادم اور غلام ہیں، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری ازواج مطہرات کے پاس گئے ایک ایک کو یہ وحی سنائی سب نے یہ ہی جواب دیا۔

دنیا کی زیب وزینت حضور ﷺ کو پسند نہیں تھی

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیا کی زیب و زینت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھی آج ہم لوگوں کو دنیا کی محبت بہت زیادہ دلوں میں

گھر کر گئی ہے۔ نماز کا فکر کم ہے یہ معلوم نہیں مرنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا کیا پیش آنے والا ہے؟ قبر میں کیا کیا عذاب ہونے والا ہے؟ حشر کے میدان میں کیا کیا مصیبتیں آنے والی ہیں؟ ایک دن وہ آتا ہے جبکہ ہمارے اعمال نامے بکھیرے جاویں گے، اعمال نامے تولے جائیں گے، پلصراط پر چلنا پڑے گا، جہاں اس دنیا کے آسائش وآرائش اور زیب وزینت کے لئے اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کیا اتنا اہتمام ہم اپنے آخری آخرت کے گھر کے لئے بھی کرتے ہیں یا نہیں؟

دل میں اللہ اور رسول کی محبت ہو

اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ۔ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے تو ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہمارے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت ہونی چاہئے، اللہ کے رسول کی محبت ہونی چاہئے اور آخرت کا خیال کرنا چاہئے، اب آج کل عورتوں کا یہ حال ہے کہ طرح طرح کے زیور نئے نئے فیشن کے کپڑے، نئے نئے ڈیزائن کے کپڑے، حالانکہ گھر میں کپڑے موجود ہوتے ہیں، باوجود اس کے پھر تقاضہ کرتی ہیں۔ نئی قسم کا زیور ہمیں بنوادیجئے۔ اس قسم کے کپڑے بنوادیجئے یہ چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے خلاف ہے، ہاں اگر کسی کو وسعت ہو جو حد ہے جو اپنی بساط ہے اس سے زیادہ نہ کرے اور نیت زیادہ نمود دکھاوے کی نہ ہو تو وہ اپنی حدود کے اندر رہ کر کپڑا اچھا بنا سکتی ہے، زیور اچھا بنا سکتی ہے، لیکن خاوند کی طاقت سے ناجائز مطالبے کرنا، حدود سے تجاوز کر کے مطالبے کرنا، اس کو شریعت نے منع کیا ہے، اس کا نتیجہ پھر یہ ہوتا

ہے کہ خاوند کو اگر ملازم ہے تو رشوت لینی پڑتی ہے، کاروبار ہے تو اس کو ناجائز کاروبار کرنا پڑتا ہے، طرح طرح کی مصیبتوں میں وہ گرفتار ہو جاتا ہے۔

اپنے دل کی خوشی کیلئے زیب وزینت جائز ہے

اپنی حیثیت کے مطابق آپ کریں لیکن حیثیت سے بڑھ کر نہ کریں۔ اور خاص طور پر نیت یہ ہونا چاہئے کہ میں اپنے آپ کو اپنے دل کو خوش کرنے کے لئے کرتی ہوں یا اپنے شوہر کے دل کو خوش کرنے کے لئے کرتی ہوں اور دوسروں کو دکھانے کے لئے نہیں، یہ نیت نہیں ہونی چاہئے تفاخر کی نیت ہو، نہ ریا کی نیت ہو۔ نہ نمود کی ہو، کسی چیز کی نیت نہ ہونا چاہئے، ہاں اگر اللہ کی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے تو نعمت کے اظہار کے لئے آدمی استعمال کرسکتا ہے، لیکن حدود کے اندر رہ کر، دنیا کا غلبہ ہمارے اندر نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ہم نے دنیا کو غالب رکھا تو ہمیں سراسر نقصان ہی نقصان ہوگا۔

حب دنیا کا غلبہ ہو تو آخرت بھول جاتی ہے

جب دنیا ہمارے اندر غلبہ کرلیتی ہے اس قسم کی باتیں پھر ہو جاتی ہیں، انسان اللہ کو بھول جاتا ہے اور اپنے اوپر رہتا ہے، اپنی زیب وزینت اور زیبائش کے اندر مصروف رہتا ہے۔ اس واسطے ہمیں خیال آخرت کا زیادہ کرنا چاہئے۔ دنیا کے اندر تو ضروریات زندگی تک اپنے آپ کو رکھے، اور زیادہ فکر ہمیں اپنی آخرت بنانے کے لئے کرنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، ایک وقت آئے گا کہ دنیا کا اتنا غلبہ ہو جائے گا دنیاوی چیزوں کا، دنیاوی باتوں کا، اتنا

غلبہ ہوجائے گا کہ انسان جو ہے اپنی بیوی بچوں کی وجہ سے دین تباہ کر بیٹھے گا، تو آپ اندازہ لگایئے کہ بیوی بچوں کی اصلاح کی کتنی ضرورت ہے؟ اگر بیوی، بچے ٹھیک ہوجائیں تو شوہر بھی کامیاب ہوجائے گا۔ اگر بیوی بچے خراب ہوئے تو شوہر بھی پھسل جائے گا خراب ہوجائے گا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ شوہر بے دین ہے اور عورت نیک ہے ایسی صورت میں بھی شوہر کو بڑے ادب کے ساتھ بڑے طریقے کے ساتھ بڑی محبت کے ساتھ دین پر لگانا چاہئے۔

ہر وقت اللہ کو راضی کرنے کا دھیان ہونا چاہئے

تو انسان کو چاہئے کہ انسان پوری طرح اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بن جائے، دنیا میں رہے دنیا کی چیزوں کو استعمال کرے لیکن دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے، دل کا انکاؤ جو ہے اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، آخرت کی تیاری کرنے کی طرف ہو، کسی عضو سے نافرمانی نہ کرے، ہر وقت یہ ہی دھن اور دھیان رہے کہ میں اپنے اللہ کو راضی کرلوں، لیکن آج ہمارے ہاں ایسا حال ہے کہ اللہ کو بھول جاتے ہیں اور دنیا کی مختلف اور ناجائز باتوں میں مصروف ہوجاتے ہیں، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج کل ریڈیو کی، ٹیلی ویژن کی، وی سی آر کی ، ایسی بلائیں آگئی ہیں، ایسی بلائیں آگئی ہیں، کہ گھر گھر میں یہ فحش حرکات ہوتی ہیں (اور اب تو موبائل، انٹرنیٹ نے ساری حدیں بے حیائی کی کراس کرلی ہیں) باپ بھی بیٹھا ہوا ہے، ماں بھی بیٹھی ہوئی ہے، بچے بھی بیٹھے ہوئے ہیں، بہنیں بھی بیٹھی ہوئی ہیں اور رشتہ دار بھی بیٹھے ہوئے ہیں، سب کے سامنے بے حیائی کی بات سامنے نظر آرہی ہے، بے حیائی کی باتیں ہم دیکھ رہے ہیں،

پتہ نہیں ہماری غیرت کہاں چلی جاتی ہے؟ پہلے تو یہ کہا جاتا تھا کہ نیک صحبت اختیار کرو بری صحبت سے بچو، تو بری صحبت کے لئے کہیں جانا پڑتا تھا، آج ہمارے گھروں کے اندر ایسی بری صحبت آگئی ہے کہ مرد عورتوں کو دیکھتے ہیں، عورتیں مردوں کو دیکھتی ہیں، عورتوں اور مردوں کا اختلاط وہاں ہوتا ہے، بے حیائی کی حرکات ہوتی ہیں، پھر ایسے گھروں میں کیا خیر و برکت ہوسکتی ہے؟ فحش گانے ہوتے ہیں، فحش حرکات ہوتی ہیں، بے پردگی ہوتی ہے، غیر محرم کو دیکھنا، اس کا فوٹو دیکھنا بھی حرام ہوتا ہے، چہ جائیکہ انسان اس کی حرکات بھی دیکھے اور پھر گانا سننا بھی حرام ہے۔

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

إِنَّ الْغِنَاءَ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْكَلَأَ

جس طرح پانی مٹی کو دیا جاتا ہے تو سبزی اُگ جاتی ہے اسی طرح گانا جو ہے یہ نفاق کو بڑھا دیتا ہے، اگا دیتا ہے۔ ہم گانا سن کے اپنے اندر خود نفاق پیدا کر رہے ہیں۔ اور یہ نہیں کہ صرف ہمارے اندر بلکہ ہم اپنی اولاد کو بھی تعلیم دے رہے ہیں، کہ یہی کام کیا کرو تم بھی، بے حیائی کی حرکات جب بچے دیکھتے ہیں تو بڑے ہو کے اس سے بھی زیادہ برے کام کرنے شروع کردیتے ہیں، اگر آج نہیں تو چند سالوں کے بعد آپ دیکھ لیجئے یہ ہی ماں باپ کل کو پچھتائیں گے کہ ہماری اولاد ہمارے کہنے سے باہر ہوگئی ہے، بے حیا ہوگئی ہے، بے غیرت ہوگئی ہے، ہمارے سامنے بری حرکات کرتی ہے، آج ہم اس کو تفریح کا

سامان سمجھتے ہیں، یہ تفریح کا سامان ہے؟ چند دن چند گھنٹوں کے لئے منٹوں کے لئے آپ اپنا دل بہلا رہے ہیں۔ تھکے ماندے آئے ہیں دل بہلا رہے ہیں۔ لیکن دل بہلانا جو ہے گناہ کے ساتھ یہ ایسا کام ہے کہ اس کی کبھی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ دین کی طرف راغب خود بھی ہونا چاہئے اور بچوں کو بھی راغب کرنا چاہئے، دین کی طرف انسان راغب ہوجائے، دین کا خیال کرنا شروع کردے، تو انسان بہت اونچا ہوجاتا ہے، افسوس یہ ہے کہ آج ہم دین کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

حضرت عمرؓ کے دور کی نیک سیرت لڑکی کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جب خلافت کا دور تھا تو رات کو نکلتے تھے شہر کے اندر، تا کہ میں دیکھوں میری رعایا کے اندر کوئی تکلیف میں مبتلا ہو، کوئی مصیبت زدہ ہو، اس کی مدد کروں، یا کوئی گناہ کررہا ہو تو روکوں، اس لئے رات کو پھرا کرتے تھے، ایک دفعہ رات کو سحری کے وقت پھر رہے تھے کہ اچانک ایک گھر سے آواز آرہی تھی، انہوں نے سوچا کہ یہ وقت صبح سحری کا ہے کیا آواز آرہی ہے؟ تو وہاں یہ کان لگا کے آواز سن رہے ہیں تو آواز یہ آرہی تھی کہ ایک عورت اپنی بیٹی کو کہہ رہی تھی کہ بیٹی یہ جو دودھ ہے ناں اس میں پانی ملادو اس بیٹی نے جواب دیا اماں تجھے معلوم ہے کہ امیر المؤمنین نے حکم دیا ہے کہ دودھ میں پانی نہیں ملانا اور کسی قسم کی کسی نے ملاوٹ نہیں کرنی، ماں جواب دیتی ہے کہ بیٹی بے شک ٹھیک ہے، لیکن اس وقت عمر دیکھ تھوڑی رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سن رہے تھے بیٹی نے جواب دیا کہ اماں اگر عمرؓ نہیں

دیکھ رہے، تو جس اللہ کی وجہ سے عمرؓ نے حکم دیا ہے، وہ اللہ تو دیکھ رہا ہے، اس واسطے میں پانی نہیں ملاؤں گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اس بچی کی بڑی قدر ہوئی، اب دیکھئے ناں اس بچی کے دل کے اندر اللہ کا خوف کتنا تھا؟ دین کتنا سرایت کئے ہوا تھا؟ ماں کا یہ حال ہے اور بچی کا یہ حال ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح اپنے دربار میں بیٹھے تو کسی کو بھیجا کہ فلاں نمبر کے مکان، فلاں محلے میں جاؤ جاکے معلوم کرو کہ وہ جو بچی ہے اس کا کہیں رشتہ ہوا ہے کہ نہیں ہوا ہے؟ معلوم ہوا کہ رشتہ نہیں ہوا ہے، پھر پیغام بھیجا کہ اس بچی کا نکاح میں اپنے بچے سے کرنا چاہتا ہوں، مہربانی کرکے قبول کرلو۔ چنانچہ انہوں نے قبول کرلیا اس بچی کا نکاح مسنونہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے ہوا، اور ان کی اولاد میں سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ اندازہ کیجئے کہ نیکی کا کیا ثمرہ ملتا ہے؟

ساتویں پشت تک نیکی کی برکت پہنچنے کا واقعہ

آپ نے یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا پڑھا بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ایک بستی میں گئے وہاں ایک دیوار گرنے والی تھی اس کو سیدھا کردیا اور اس بستی والوں نے ان کو کھانے کو پوچھا بھی نہیں، کھانا دیا بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو کہا کہ آپ مزدوری لے لیتے، کچھ کھانے کو، انہوں نے دیا نہیں، آپ نے دیوار سیدھی کی ہے، کچھ کھانا ہی کھلا دیتے، تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ یہ دیوار جو ہے، دو یتیم بچوں کی ہے اور اس دیوار کے نیچے خزانہ ہے، اگر میں دیوار کو سیدھا نہ کرتا، تو یہ دیوار گرجاتی اور خزانہ لوگ لے جاتے، یتیم بچے

محروم رہ جاتے۔ اب تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ یتیم بچے ان کی ساتویں پشت میں ایک اللہ کے ولی کے تھے اللہ کے بزرگ تھے، ان کا خزانہ پڑا ہوا تھا، تو ساتویں پشت تک برکت پہنچی ہے، نیکی کی برکت کہاں سے کہاں چلی جاتی ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی دینداری

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہء وقت ہیں اور ان کے گھر میں جو بیوی تھی وہ پہلے خلیفہ کی بیٹی تھی۔ اس عورت کے پاس زیور تھا سونے چاندی کا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو باتیں کرلو اگر میرے پاس رہنا ہے، تو زیور یہ جو ہے تمہارا ذاتی نہیں ہے، تمہارے باپ کا ذاتی نہیں ہے، اسے بیت المال سے بنا کر تم کو دیا ہے، اگر میرے پاس رہنا ہے تو بیت المال میں سارا زیور جمع کرانا ہوگا اور جمع نہیں کراسکتی تو میرے پاس نہیں رہ سکتی، اس نیک بیوی نے فوراً کہا میرا جتنا بھی زیور ہے آپ سب لے لیجئے، اچھا ہوا اور مجھے بتادیا، وہ سارا زیور بیت المال میں جمع کردیا، جب ان کا انتقال ہونے لگا تو لوگوں نے آکر کہا کہ آپ نے اپنے بچوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا؟ انہوں نے فرمایا اگر میرے بچے نیک ہیں تو اللہ وارث ہے اگر نیک نہیں ہیں تو مجھے ان کی پرواہ نہیں ہے۔

عورتیں خود کو نیکی کی طرف مائل کریں

عورتوں میں ایک یہ ہونا چاہئے کہ اپنے آپ کو نیکی کی طرف مائل کریں، آپ کو کوشش کرنا چاہئے، یہ چند دن کی زندگی ہے، نا معلوم کب ختم

ہوجائے آپ نے اپنے گھروں میں دیکھا، اپنی برادری میں دیکھا، اپنے شہر میں دیکھا، اپنے محلے میں دیکھا، کہ کوئی نہ کوئی جارہا ہے، کوئی نہ کوئی جارہا ہے، کیا ہم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے؟ اور جہاں جارہے ہیں اس جگہ کی مدت بہت لمبی ہے۔

قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے بھی انسان ہیں عالم برزخ میں پڑے ہوئے ہیں، پھر قیامت قائم ہوگی، ایک دن پچاس ہزار سال کا، قیامت کا دن ہوگا، اس کے بعد پھر جنت ہے یا جہنم ہے، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے، وہ جنت جہنم کو بھی آپ چھوڑیں، آپ صرف قیامت کے دن کو بھی چھوڑ دیجئے، صرف عالم برزخ کی زندگی دیکھئے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک سارے لوگ جو فوت ہوچکے ہیں عالم برزخ میں ہیں۔

اس سے پہلے لوگوں کی عمریں اگر زیادہ تھیں لیکن اس کی نسبت اس سے لگا لیجئے کہ کتنی عمر ہے ان کی جو وہ دنیا میں رہے؟ اور کتنی عمر وہ اب آخرت یعنی عالم برزخ میں پڑے ہوئے ہیں؟ اس کی نسبت نہیں ملتی ہے۔

اس چند دن کی زندگی کیلئے ہم کتنی کاوش کرتے ہیں؟ اور کتنی محنت کرتے ہیں؟ افسوس ہے کہ ہم ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کے لئے کوئی محنت نہیں کرتے، چند دن کی زندگی آدمی سنوارے اپنی، تو ہمیشہ ہمیشہ کی کیا راحت نصیب ہوجائے گی؟ آخرت بن جائے گی؟

عورتیں پردہ کا اہتمام کریں

دین کی کچھ ضروری باتیں ہیں ان باتوں میں ایک پردہ کی بات بھی ہے، کہ عورتوں کے ذمہ پردہ ضروری ہے۔ جب یہ آیت اتری۔ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد گھر سے نہیں نکلی ایک جنازہ نکلا ہے ان کا گھر سے۔ گھر میں جمی بیٹھی رہیں کتنا ان کو خیال تھا۔

جب عورت نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے

اور حدیث شریف میں آتا ہے جب عورت باہر نکلتی ہے تو اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ تو شیطان اس کو تاکنے جھانکنے لگ جاتا ہے، اس واسطے بغیر ضرورت کے کبھی باہر نہیں نکلنا چاہئے اور جب ضرورت ہو تو خوب اچھی طرح پردے میں اپنے آپ کو لے جانا چاہئے۔

پردہ کے متعلق قرآن کا حکم

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ اے ہمارے نبی! آپ اپنی بیبیوں کو بتادیجئے اپنی بیٹیوں کو بتادیجئے اور مسلمانوں کی عورتوں کو بتادیجئے کہ جب بھی مجبوری سے باہر نکلنا پڑے تو سر سے کپڑا سرکا کر اپنے منہ پر کرلیا کریں اور چادر لپیٹ کر نکلا کریں۔ آج ہمارا حال پردے کا کیا ہورہا ہے؟

پردے کا مطلب

اور یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ پردے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف عورتیں چھپی رہیں مرد نہ دیکھ سکے۔ نہیں پردے کا مطلب یہ ہے کہ عورت بھی غیر مرد کو نہ دیکھے دونوں باتیں ہیں یعنی مرد غیر عورت کو نہیں دیکھے اور عورت بھی غیر مرد کو نہ دیکھے۔

نابینا سے بھی پردہ ہے

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ازواج مطہرات میں سے دو بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں ایک حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا اور ایک حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یہ دونوں بیٹھیں ہوئی تھیں، اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے اونچے درجے کے صحابہ میں سے ہیں، ایک دفعہ نہیں بلکہ تقریباً پندرہ، سولہ دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عدم موجودگی میں ان کو امام بنا کر گئے تھے، یہ تشریف لائے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے کچھ دین کی باتیں بتادیجئے گا، آواز دی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیویوں کو کہ تم پردے میں ہوجاؤ پردہ دونوں کے لئے یکساں ہے۔ عورت غیر مرد کو نہیں دیکھے اور مرد غیر عورت کو نہیں دیکھے۔

حضرت فاطمہ کو پردے کی فکر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے وصال کے بعد بڑی غمگین رہتی تھیں، فرماتی تھیں جو مجھے غم ہے اگر پہاڑوں پر غم آئے تو پہاڑ ریزہ ہوجائیں۔ اتنی غمگین رہتی تھیں ایک تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدمہ تھا ایک ان کو یہ صدمہ کھائے جارہا تھا کہ اس زمانے میں جو جنازہ ہوتا تھا کہ کفن دے کر چارپائی پر لے جاکر دفن کردیا کرتے تھے، ان کو یہ فکر تھی کہ مجھے چارپائی پر جب رکھیں گے تو بدن کی ہیئت معلوم ہوگی، تو یہ میرے لئے بڑی بے غیرتی کی بات ہے، کہ بدن کی ہیئت معلوم ہو یہ غم ان کو کھائے جارہا تھا چھ مہینے تک وہ ہنسی نہیں تھیں مرنے سے قبل ایک مہینہ پہلے تک نہیں ہنسی تھیں انہیں یہ غم تھا کہ جب مجھے لے جائیں گے جنازہ لے جائیں گے تو لوگوں کو مرد بھی ساتھ جنازے کے لئے جاتے ہیں ان کو معلوم ہوجائے گا کہ میرے بدن کی ہیئت کیسی ہے؟ اور مجھے یہ بات بڑی ناگوار ہے بڑا صدمہ تھا ان کو ایک دفعہ حبشہ یا شام سے کچھ عورتیں آئیں انہوں نے ان کے سامنے غم کا اظہار کیا کہ مجھے جنازے کی فکر ہے اس پر انہوں نے کہا کہ ہمارے اطراف میں ایسا ہے کہ چارپائی کے اوپر ایک گہوارہ رکھ دیتے ہیں اس کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں تو عورت کا بدن معلوم بھی نہیں ہوتا یہ بات سن کر اس دن پہلی دفعہ ہنسیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دیکھئے ان کو پردہ کی وجہ سے کتنی غیرت ہوتی تھی؟

پردہ حیا کی حفاظت کیلئے ہے

اصل میں پردہ ہوتا ہے حیا کو محفوظ کرنے کے لئے، غیرت کو محفوظ کرنے کے لئے۔ جتنی بے پردگی زیادہ ہوگی، اتنی بے حیائی زیادہ ہوگی۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: إِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ کہ جب تیری حیا چلی جائے تو پھر تو جو کچھ تیرا دل چاہے کرلے، اس حیا کو محفوظ کرنے کے لئے تاکہ آگے گناہ نہ پھیلے اس لئے پردہ بہت ضروری ہے۔

ایک صالح نوجوان کا واقعہ

اسی پردے پر ایک اور واقعہ یاد آگیا کہ ایک نوجوان نیک آدمی، صالح آدمی، ایک نہر پر وضو کررہے تھے۔ وضو کرتے کرتے دیکھا کہ ایک سیب اوپر سے آرہا ہے وہ نہر کے اندر بہتا ہوا سیب آیا اس سیب کو لیا اور اٹھا کے کھالیا، کھانے کے بعد ان کو خیال آیا کہ یہ سیب کس کا ہے؟ میں نے مالک سے پوچھے بغیر کھالیا ہے، قیمت ادا نہیں کی، مجھے چاہئے تھا کہ مالک کو واپس کرتا یہ تو میں نے بڑی غلطی کی ہے، حالانکہ شرعاً اس کا جواز ہے لیکن اس کے تقویٰ کی اتنی اونچی حالت تھی کہ وہ فکر میں پڑگئے، تشویش میں پڑگئے کہ یہ مجھے کل کو مصیبت بھگتنی پڑے گی، میں نے کیوں غیر کا سیب کھایا؟ غیر کی ملکیت تھی میں نے کیوں کھایا؟ چنانچہ ان کے دل میں یہ خیال آیا نہر ہے یہ اوپر سے پانی چل کر آرہا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ کوئی باغ نہر کے کنارے ہوگا، اس کا سیب نہر میں گرا ہوگا، وہ بہتا ہوا چلا آیا ہے، چنانچہ اس جستجو میں جدھر سے پانی آرہا تھا اس طرف جانا شروع کیا، جاتے، جاتے، جاتے، بہت دور جا کے ایک باغ نظر آیا، واقعی دیکھا کہ سیب بھی لگے ہوئے ہیں اس میں، اب دیکھا یقین آگیا کہ اسی درخت کا کوئی سیب گرا ہے، جو میں نے کھالیا ہے، تو تہیہ کیا کہ اب مجھے اس کے مالک کو ملنا چاہئے اور مالک کو مل کر اپنا قصور معاف کرانا چاہئے یادام

دینے چاہئیں۔ چنانچہ گھوم گھام کے دروازے کے اندر داخل ہو گئے، باغ بان کے پاس پہنچے جو باغ کا مالک تھا اس کے پاس پہنچے اور اس سے درخواست کی کہ میں نے یہ غلطی کی ہے میں نے اندازہ کیا ہے کہ وہ آپ ہی کا سیب ہے، آپ مہربانی کر کے مجھے معاف کر دیں، تاکہ کل کو آخرت میں مجھ سے مواخذہ نہ ہو۔ آخرت میں مجھ سے پکڑ نہ ہو اس کی، وہ باغ کا مالک جو ہے پہلے تھوڑی دیر ان کو اوپر سے نیچے تک دیکھتا رہا دیکھنے کے بعد کہنے لگا میں تو معاف نہیں کروں گا، یہ اس کے آگے بڑے دبے جا رہے ہیں اور بڑے شرمندہ ہو رہے ہیں، کہہ رہے ہیں کہ مہربانی کرو مجھے معاف کر دو، انہوں نے کہا میں معاف نہیں کروں گا، پھر درخواست کر رہے ہیں۔

ایک سیب کی معافی کیلئے دو سخت شرطیں قبول کر لیں

اس نے کہا میری شرط مانو گے تو پھر میں معاف کروں گا، انہوں نے کہا کیا شرط ہے؟ انہوں نے کہا دو شرطیں ہیں، ایک شرط یہ ہے کہ میرے باغ میں تم کو ایک سال پورا نوکری کرنی پڑے گی، باغ کی رکھوالی کرنی پڑے گی، باغ کی ضروریات پوری کرنی پڑیں گی ایک شرط یہ مانو تو میں تم کو معاف کروں گا ورنہ نہیں معاف کروں گا اور دوسری شرط یہ ہے کہ میری ایک بیٹی ہے وہ آنکھوں سے اندھی ہے، کانوں سے بہری ہے، پاؤں سے لنگڑی ہے اور ہاتھ بھی اس کے بے کار ہیں، اس سے تم کو شادی کرنا پڑے گی، انہوںؒ نے یہ سوچا کہ چلو وہ یہ شرط جو ہے ایک سال باغ کی حفاظت کی یہ آسان ہے آخرت کے مواخذے سے بچنے کے لئے میں ایک سال محنت کر لوں گا، لیکن ایسی عورت کو

لے کر میں کیا کروں گا؟ جس کی آنکھ بھی نہیں ہے کان بھی نہیں ہیں، ہاتھ بھی نہیں ہیں، پاؤں بھی نہیں ہیں، زبان سے بھی گونگی ہے، میں اس کو لے کر کیا کروں گا؟ میرے کس مصرف کی آئے گی یہ؟ لیکن وہ ہی اللہ کا خوف، وہ ہی عاقبت کا خوف، وہ ہی آخرت کی سزا کا خوف، انہوں نے چار و ناچار اس کو بھی قبول کر لیا، باغ بان نے کہا اچھا آؤ یہ کام کرو، وہ کام کرو دو چار دن ہو گئے یہ کام بالکل دیانتداری سے اور محنت سے کرتے رہے باغ بان نے کہا ایک شرط تو تم نے شروع کر دی ہے، دوسری شرط بھی پوری کرو، انہوں نے کہا بہت اچھا، مجھے اپنی عاقبت کا ڈر ہے جیسے آپ فرمائیں میں تیار ہوں۔ چنانچہ اس بچی کا نکاح پڑھ دیا نکاح ہو گیا۔

تقویٰ کی برکت سے نیک بیوی مل گئی

شام کے وقت اس بچی کو ایک مکان جو الگ تھا اس میں بھیج دیا اور یہ نوجوان جو سیب کھانے والے تھے ان کو کہا کہ جاؤ فلاں مکان ہے، وہاں تمہاری بیوی ہے، تم جاؤ وہاں یہ جب وہاں پہنچے تو وہاں ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی ہے، آنکھیں بھی ٹھیک، کان بھی ٹھیک ہیں، ہاتھ پاؤں بھی ٹھیک ہیں، یہ فوراً واپس چلے آئے، بھاگ کے واپس آ گئے، اس باغ کے مالک نے کہا کہ آپ واپس کیوں آ گئے؟ کہنے لگے کہ جو تعریف جو صفات تم نے میری بیوی کی بیان کیں تھیں وہ صفات تو اس میں کوئی بھی نہیں ہے، اس کے تو ہاتھ پاؤں بھی سلامت ہیں، آنکھ بھی ٹھیک ہے، کان بھی ٹھیک ہیں، زبان بھی ٹھیک ہے، وہ تو دوسری عورت ہے، دوسری عورت کے پاس کیوں جاؤں؟ اس نے کہا

کہ دیکھو یہ مکان بھی میرا ہے، یہ باغ بھی میرا ہے، یہاں کوئی اور آتا بھی نہیں ہے۔ یہ بیٹی بھی میری ہے۔ اس نے کہا پھر یہ بات آپ نے کیسی کہی تھی؟ کہ میری بیٹی جو ہے آنکھوں سے اندھی ہے کان سے، بہری ہے زبان سے گونگی ہے ہاتھ بھی اس کے نہیں ہیں، پاؤں بھی نہیں ہیں، آپ نے پھر یہ بات کیوں کہی تھی؟ فرمایا بات یہ ہے کہ جب تم سیب کھانے کی وجہ سے یہاں آئے تو میں نے سمجھ لیا تم بڑے متقی شخص اور بڑے نیک شخص ہو اور میں بھی اپنی بچی کے لئے کسی نیک رشتہ کی تلاش میں تھا اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور تم کو بھیج دیا، تو میں نے کہا کہ آپ جیسا تو مجھے ملنے کا نہیں، اس واسطے میں نے بچی کا نکاح آپ سے کیا، باقی رہی یہ بات کہ آنکھوں سے اندھی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ساری عمر اب تک اس بچی کی نگاہ کسی غیر مرد پر نہیں پڑی ہے، کانوں سے بہری اس لئے ہے کہ آج تک کسی غیر محرم کی آواز اس کے کان میں نہیں پڑی ہے، زبان سے گونگی ہے کہ آج تک کسی غیر محرم سے اس نے بات نہیں کی ہے، ایسے ہی کسی کو ہاتھ نہیں لگایا ہے، ایسے ہی پاؤں پہ چل کر کسی کے پاس گئی نہیں، اندازہ لگایا نا کہ پردے کی کیا حالت تھی؟ اور نوجوان کے تقویٰ کی کیا حالت تھی؟

ماں باپ نیک ہوں تو اولاد بھی نیک ہوتی ہے

یہ مبارک جوڑا جو ہے اسی جوڑے سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ماں باپ نیک ہوں تو اولاد بھی نیک ہوتی ہے اور ماں باپ نیک نہ ہوں اولاد بھی خراب ہوتی ہے، آج ہم اپنی اولاد کے لئے روتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نیکی کا قصد نہیں کیا، نیکی کا ارادہ نہیں کیا، نیکی کی ہمت نہیں کرتے ہیں۔

ایک نیک عورت کے حسن خاتمہ کا واقعہ

ایک واقعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک عورت تھی اس کا آخری وقت تھا اور وہ عورت کچھ بات کررہی تھی جو گھر والوں کو سمجھ میں نہیں آرہی تھی بار بار ایک ہی جملہ کہہ رہی ایک ہی بات کررہی تھی ایک ہی بات کررہی تھی گھر والوں کو بات سمجھ نہیں آئی تھی، گھر والے سمجھ یہ رہے تھے کہ بیماری اور موت کی بے ہوشی میں یا بیماری کے غلبہ میں یہ ہذیان بک رہی ہے، کچھ ایسے جملے بیماری کے غلبہ میں، بخار تیز ہو، دماغ خراب ہو، تو لوگ کچھ نہ کچھ زبان سے نکالتے رہتے ہیں، یہ بھی ایسے ہی کہہ رہی ہے، جب دیکھا کہ کافی دیر ہوگئی ہے اور ایک ہی بات کی تکرار کررہی ہے، تو انہوں نے جو محلے کی مسجد کے امام تھے ان کو بلایا، کہ مولوی صاحب دیکھو، یہ ایک ہی بات بار بار کررہی ہے، ہمیں تو سمجھ میں آتا نہیں، انہوں نے غور سے سنا تو وہ یہ کہہ رہی تھی، اِنَّ هٰذَیْنِ رَجُلَیْنِ یَقُوْلَانِ لِیْ اُدْخُلِی الْجَنَّۃَ ۔ انہوں نے کہا تم تو کہتے ہو کہ یہ بکواس کررہی ہے، بکواس کررہی ہے، دماغ خراب ہورہا ہے، اس وجہ سے کررہی ہے، یہ تو بڑے مبارک کلمات کہہ رہی ہے، کہ جی کیا کہہ رہی ہے؟ کہہ رہی ہے کہ یہ دو آدمی میرے پاس کھڑے ہیں، یہ مجھے کہہ رہے ہیں کہ جنت میں داخل ہوجا اِنَّ هٰذَیْنِ رَجُلَیْنِ یَقُوْلَانِ لِیْ اُدْخُلِی الْجَنَّۃَ مجھے کہہ رہے ہیں جنت میں داخل ہوجا۔ انہوں نے پوچھا عالم صاحب نے پوچھا یہ کیا عمل کیا کرتی تھی؟ کہنے لگے اور تو کچھ خاص بڑے عمل بڑا وظیفہ یاد نہیں نماز وغیرہ پڑھتی تھی، ایک بات یہ اس کے اندر خوبی تھی کہ جب بھی اذان سنتی تھی نہ خود بولتی

تھی، نہ کسی کو بولنے دیتی تھی، فرمایا بس اسی کا ثمرہ اس کو مل گیا۔

اذان کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اذان ہو رہی ہو اس اذان کو سنو اور اس کے الفاظ دہرایا کرو، خاموش ہوجایا کرو، اذان کے الفاظ دہرایا کرو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موذن جب اذان دیتا ہے، اس کی آواز جہاں جہاں تک جاتی ہے، وہاں کے سارے درخت ہوں، یا پتھر ہوں، مٹی ہو، مکانات، سب کل قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ یا اللہ اس نے آپ کا نام بلند کیا تھا، صحابہ کو فکر ہوئی یارسول اللہ! موذن تو ایک ہی ہوگا تو وہ ہی سارا اجر لے جائے گا ہمیں کیسے اجر مل سکتا ہے؟ فرمایا جو الفاظ موذن کہے وہ تم بھی کہہ دیا کرو تم کو بھی اجر مل جائے گا۔

اذان کے بعد کی دعا اور اس کی فضیلت

پھر اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اذان ختم ہوجائے تو تم میرے لئے مقامِ محمود کی دعا کیا کرو آپ کو یاد ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

تو فرمایا جو یہ دعا مانگتا ہے کل قیامت اس کے لئے میری شفاعت ضروری ہوجائے گی۔ کل قیامت کے دن میں اس کی سفارش کروں گا۔

اذان کے بعد کی دعا کی برکت سے خاتمہ ایمان پر ہوگا

اور یہ ظاہر بات ہے کہ سفارش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی اور کفار کی نہیں کریں گے، تو اس سے ثابت یہ ہوا کہ ایسے شخص کا ایمان پر خاتمہ ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اذان کے بعد جو اس دعا کو پڑھتا رہتا ہے تو اس کا ان شاء اللہ خاتمہ ایمان پر ہوگا، اس واسطے ہمیں اذان کے ساتھ جواب میں اذان کے الفاظ کو بھی دہرانا چاہئے اور اس کے بعد یہ دعا بھی مانگنی چاہئے تاکہ ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو اور شجر حجر یہ ہمارے لئے گواہی دیں کہ یا اللہ انہوں نے آپ کا نام بلند کیا تھا اور ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت بھی نصیب ہوجائیگی۔

یہ دنیا چند روزہ ہے

قصہ مختصر یہ ہے کہ یہ دنیا چند روزہ ہے، پتہ نہیں اگلے مہینے میں ہمارا خاتمہ ہوتا ہے، اگلے سال میں ہوتا ہے، پتہ نہیں کب موت آجائے؟ یہ موت تو آکر رہتی ہے، آج ہم سانس لے رہے ہیں، کل کو یہ سانس بند ہوجائے گی، آج ہم کھا پی رہے ہیں، کل کو یہ لقمے کھانے بھی نصیب نہیں ہوں گے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک فرشتہ آکر کہتا ہے، کہ جتنے لقمے تیری قسمت میں تھے وہ ختم ہوگئے، اب تو لقمہ اور نہیں کھا سکے گا تو کچھ وقت کے بعد دوسرا فرشتہ آتا ہے وہ کہتا ہے جتنے تیرے گھونٹ پانی کے تھے پینے کے وہ بھی ختم ہوچکے ہیں۔ اور گھونٹ تجھے نہیں مل سکتے، پھر تیسرا فرشتہ آتا ہے وہ کہتا ہے جتنے سانس تیرے مقدر میں تھے وہ پورے ہوچکے، اب اور سانس بھی نہیں آسکے گا۔ تو یہ

حالت ہمارے اوپر بیتنے والی ہے ہمارے اوپر آنے والی ہے، یہ ایک حقیقت آنے والی ہے، کہ ہم نے اس دنیا کو چھوڑنا ہے، جب چھوڑنا ہی ٹھہرا اور یقین جب ہوگیا چھوڑنا ہے اس کو، تو اس کی تیاری کیوں نہ کی جائے؟

نافرمان کی قبر جہنم کا گڑھا ہے

آپ کو معلوم ہے قبر کے اندر کیسے کیسے عذاب ہوتے ہیں؟ دوزخ کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے حُفۡرَۃٌ مِّنَ النَّارِ دوزخ کا گڑھا بن جاتا ہے۔ بدبودار ہوائیں، گرم ہوائیں آتی رہتی ہیں، قبر نیچے سے اوپر دائیں سے بائیں آگے سے پیچھے خوب دباتی ہے، جب تک ہڈیاں پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، اژدھے مسلط ہوجاتے ہیں، برزخ کے اژدھے مسلط ہوجاتے ہیں، بچھو مسلط ہوجاتے ہیں اور جب تک قیامت قائم نہیں ہوگی برابر اس کو عذاب ہوتا رہے گا، آج وقت ہے کہ ہم عذاب قبر سے بچ سکتے ہیں اور اس کا ذریعہ نیک اعمال ہیں۔

ایک عبرتناک واقعہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا وقت تھا کچھ حجاج حج کرنے کے لئے گئے تھے ان میں سے ایک حاجی کا راستے میں انتقال ہوگیا اس کو انہوں نے غسل دیا کفن دیا اور قبر کھودی جب قبر میں دفن کرنے لگے ایک بہت بڑا اژدھا قبر کے اندر موجود ہوگیا، انہوں نے کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنے ساتھی کو اژدھا کی موجودگی میں دفن کردیں، انہوں نے دوسری قبر کھودی جب

دفن کرنے کے قریب ہوئے پھر وہی اژدھا وہاں موجود، پھر انہوں نے تیسری جگہ کھودی، پھر وہ اژدھا موجود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ آپ ہمیں بتایئے ہم کیا کریں؟ انہوں نے کہا یہ اس کے برے اعمال ہیں، یہ جو تم کو دکھائے گئے ہیں، ساری دنیا میں قبریں کھودتے رہو گے یہ اژدھا وہاں موجود ہوگا، اس کو اس اژدھا کے ساتھ ہی دفن کردو، تو یہ کبھی کبھی عبرت کے لئے اس طرح کے مناظر ہمیں دکھادیئے جاتے ہیں۔

قبر میں سانپ بچھو کا عذاب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں سانپ بچھو بھی ہیں، اژدھے بھی ہیں، جو کاٹتے اور ڈستے رہتے ہیں، سر سے کاٹنا شروع کرتے ہیں ناف تک آتے ہیں، دوسرا جو اژدھا ہے یا بچھو ہے پاؤں سے شروع کرتا ہے ناف تک آتا ہے، پھر واپس جاتا ہے، پھر آتے ہیں، پھر آتے ہیں، لگاتار عذاب ہوتا رہتا ہے۔ اگر ہم بچنا چاہتے ہیں تو آج انتظام ہوسکتا ہے، جب آنکھیں بند ہوجائیں گی تو پھر کوئی علاج نہیں ہوسکے گا۔

عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کو سنوارے

عقلمند وہ ہے جو سمجھ لے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اعتبار کرے اور اپنے آپ کو ٹھیک کرے، آج ہم ٹھیک کرسکتے ہیں، آج عمل کا دن ہے، عمل کا وقت ہے، آج عمل ہوسکتا ہے، کل حساب کا وقت ہوگا، عمل نہیں ہوگا، اس واسطے ہمیں آج اپنے آپ کو سنوار لینا چاہئے، اللہ تعالیٰ جل

شانہ توفیق عطا فرمائیں۔ ہم اپنی زندگی میں اپنے آپ کو سدھار لیں اور خود کو جنت کے قابل بنالیں، تاکہ قبر میں بھی راحت ہو، میدان محشر میں بھی راحت ہو، نیکیوں کا اعمال نامہ بھی بھاری ہو جائے، پلصراط کو بھی عبور کر کے جنت میں پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

صبر اور اس کا اجر و ثواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

صبر اور اس کا اجر و ثواب

خطبۂ مسنونہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ

صبر کرنے والوں کا اجر بے حساب ہوگا

قرآن مجید میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا بدلہ پورا پورا بغیر حساب دیا جائے گا اور صبر انسان اس وقت کرتا ہے جب مرضی کے خلاف کوئی واقعہ ہوتا ہے، چاہے جانی نقصان ہو، چاہے مالی

نقصان ہو، اپنی مرضی کے خلاف جو واقعہ بھی آتا ہے اس پر صبر کا حکم ہے، اسی کو فرماتے ہیں: اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ بغیر حساب کے اتنا اجر ملے گا کہ شمار نہیں ہو سکے گا۔

صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے

اور ایک جگہ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ صبر کرنا چاہئے، صبر کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے، کوئی اگر آپ کا جانی مالی نقصان ہوا ہو، اس پر اگر آپ نے صبر کیا تو فرماتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔

صبر کے معنی

صبر کے معنی ہوتے ہیں اپنے آپ کو خلاف طبیعت بات پر روک کر رکھنا یعنی کوئی حادثہ ہو جائے، کوئی سانحہ ہو جائے، کوئی خلافِ طبیعت واقعہ ہو جائے، انسان اپنے جذبات میں کئی باتیں کہنا چاہتا ہے اور کئی کام چھوڑنا چاہتا ہے یا کئی ناجائز کام کرنا چاہتا ہے تو ایسے موقعہ پر کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو روک کر رکھو، صراط مستقیم پر رکھو، جو اللہ تعالیٰ نے راستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سمجھایا ہے دکھایا ہے، اسی راستے پر رہنا، یہ نہ ہو کہ اس واقعے کی وجہ سے تمہاری زبان سے غلط کلمات نکل جائیں، شکوہ شکایت وغیرہ ہو جائے، ایسا کام نہیں کرنا یا اس واقعے کی وجہ سے تم نیک کام کرنا چھوڑ دو یا اور برے کام بری، رسمیں شروع کر دو، ایسا نہ ہو، کیونکہ تمہاری مرضی کے خلاف واقعات

ضرور ہوں گے اور ایک جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا ایمان والے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو آزمائیں گے نہیں؟ انہیں آزمایا بھی جائے گا۔

صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے

پھر فرماتے ہیں: اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ ہمارے بندے جب ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر کیا کرتے ہیں؟ کہتے ہیں انا للہ ہم سب اللہ کے ہیں ہم سب کے اندر کیا ہیں؟ میں میری آنکھیں میرا ناک، میری زبان، میرے کان، میرا دل، میرا دماغ، میرا گوشت، میرا پوست، ہڈیاں، چمڑے، کپڑے، عزت، مکان، جائیداد، مال، دولت، سب اللہ کے ہیں۔ اعزا، اقربا، سب اللہ کے ہیں، بیوی، بچے، سب اللہ کے ہیں۔ بھئی جو کچھ بھی ہے مالک حقیقی تو وہی ہے، انا للہ ہم سب اللہ کے ہیں، ہماری ہر چیز اللہ کی ہے، صرف چند دن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت ہمارے ساتھ کر دی ہے، مالک حقیقی وہ ہیں اور صاحب! جب مالک حقیقی کوئی ہوتا ہے اور جب اپنی چیز وہ لینا چاہے تو کسی کو انکار کرنا چاہئے؟ مالک حقیقی کو کیوں دے گا؟ جب ان کو مالک حقیقی مان لیا تو پھر اعراض تو نہیں کرنا چاہئے کہ یہ انتقال کیوں؟ یہ نقصان کیوں ہوا؟ یہ فلاں چیز کیوں؟ ایسے تو نہیں کرنا چاہئے، ہم سب اللہ کے ہیں، ہماری ہر چیز اللہ کی ہے، اور جو مالک حقیقی ہے، وہ اپنی ہر چیز میں جو چاہے، جب چاہے، جس طرح چاہے، تصرف کر سکتا ہے، آپ کے پاس ایک گھڑی ہو، اور آپ اپنی گھڑی کسی کو دے دیں، تو کیا مجھے اعتراض کا حق ہے؟ کہ آپ نے کیوں ان کو دی ہے؟ اور اگر میں بیوقوفی

سے اعتراض کروں تو آپ کہیں گے کہ صاحب آپ کو کیا مصیبت آتی ہے؟

فرمایا کہ اور وہ صبر کرتے ہیں ان کو خوش خبری سنا دیجئے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ صبر کرنے والوں کو جب کوئی مصیبت آتی ہے تو انکو خوش خبری سنادو فَبَشِّرْ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صبر کو ایسے عنوان سے بیان کرنا کہ دوسرے کا چہرہ کھل جائے، صبر کا ایسے عنوان سے بیان کرنا، کہ دوسرے کا چہرہ کھل جائے، اللہ تعالیٰ فرمانے والے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے، کہ صبر کرنے والوں کو آپ ایسی باتیں سنائیں کہ ان کا چہرہ کھل جائے۔

سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء پر آئی ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کا جو گروہ ہے سب سے زیادہ مصیبتیں ہمارے اوپر آتی ہیں، اور ان سب میں سے سب سے زیادہ مصیبتیں میرے اوپر آئی ہیں۔ تو جتنے بھی صبر کرنے والے ہیں اور مصیبتیں جن کے اوپر آئی ہیں اور سب سے زیادہ بہتر سے بہتر صبر کرنے والے کون ہیں؟ انبیاء علیہم السلام۔ تو یہاں جو صابرین فرمایا اس میں ساری مخلوق صبر کرنے والوں کو ساتھ ملا لیا لہٰذا صبر کرنے کے ذریعہ ہم انبیاء کے گروہ کے ساتھ شامل ہوجائیں گے۔ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ صبر کرنے والے انبیاء علیہم السلام جتنے بھی لوگ مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہیں گو یا وہ بھی اس عمل میں شریک ہوجاتے ہیں۔

مصیبت ضرور آئے گی

فرماتے ہیں کہ مُصِیْبَةٌ کے اوپر نونِ تنوین جو ہے یہ بتا رہی ہے کہ مصیبت ضرور آئے گی، جب تک تم زندہ ہو، کسی نہ کسی عنوان سے کوئی نہ کوئی تکلیف ضرور آئے گی۔ یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں کوئی تکلیف نہیں آئے گی، نہیں ضرور آئے گی۔ اس واسطے سمجھا دیا کہ پہلے سے تیار رہو، اور صبر کا مطلب یہ بھی ہے کہ اپنے آپ کو صراط مستقیم پر روک کر رکھو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صراط مستقیم پر گامزن رہے اور وہ جو چل رہا ہے قبر کی طرف تو اس چلنے میں فرق نہ آئے، حق تعالیٰ کے جو راستے چل رہا ہے اس میں فرق نہ آئے، کوئی حادثہ آگیا، تو اس کو لے کر پھر بیٹھ نہ رہے بلکہ اپنے راستہ پر گامزن رہے۔

ایمان کے دو حصے ہیں صبر اور شکر

اسی بات پر ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ الْاِیْمَانَ نِصْفَانِ ایمان کے دو حصے ہیں نِصْفٌ صَبْرٌ نِصْفٌ شُکْرٌ۔ آدھا ایمان صبر ہے آدھا ایمان شکر ہے، اور ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی عجیب شان ہے، جب اس پر کوئی بھلائی پہنچتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے اور جب کوئی مصیبت آتی ہے، تب بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے، تو وہ مومن ایمان کے دونوں حصوں صبر اور شکر کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھ جاتا ہے، ترقی ہوجاتی ہے اس کی۔

صبر کا ثواب جنت ہے

اور ایک حدیث میں ہے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اگر انسان مصیبت پر صبر کرے اور ثواب کی اُمید کرے صدمہ کے شروع میں تو اس کے لئے جنت ہے۔ اَلصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ ۔صبر کا ثواب جنت ہے۔

صبر والوں کیلئے خوشخبری

اور قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ مخاطب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں: اے ہمارے نبی! آپ ان لوگوں کو جن پر کوئی مصیبت آئی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمہاری ہر چیز میری ہے۔ تو مالک حقیقی اللہ تعالیٰ جل شانہ ہماری ہر چیز کے مالک ہیں جس چیز میں چاہیں، جس طرح چاہیں، وہ تصرف کر سکتے ہیں۔

ہم اور ہماری سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں

اِنَّا لِلّٰهِ ہم سب اور ہماری سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہیں وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اور ہم سب اللہ ہی کی طرف جانے والے ہیں، اگر ہمارا ایک عزیز آج فوت ہوا ہے وہ اللہ کے پاس پہنچ گیا، تو چند دن بعد ہم بھی چلے جائیں گے، یہاں کی زندگی تو بڑی لمبی زندگی نہیں ہے، بہت تھوڑی سی زندگی ہے ساری دنیا کی زندگی کے ساتھ ہم اپنی زندگی ملائیں تو ایک منٹ اور اکتیس سیکنڈ بنتی ہے، ساری دنیا کی زندگی سے ہماری زندگی کو ملاؤ تو ایک منٹ اکتیس سیکنڈ

آپ کو زندہ رہنا ہے، ساری دنیا کی نسبت ایک آدمی پہلے چلا جائے گا، دوسرا بعد میں چلا جائے گا۔ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ وہاں جا کر سارے اکٹھے ہو جائیں گے، پھر جب ہم نے مان لیا کہ ہماری ساری چیزیں ان کی ہیں تو پھر جو وہ کریں ہمیں تسلیم کرنا چاہئے، مان لینا چاہئے کہ ہاں جو ہوا ٹھیک ہوا۔

جس کو حادثہ پیش آئے اس کی تعزیت کرنا

اور پھر ایک آدمی کا کوئی نقصان ہو گیا، کوئی تکلیف ہو گئی، کوئی حادثہ ہو گیا، کوئی جانی، مالی نقصان ہو گیا، وہ پریشان ہے، مغموم ہے، تو دوسری طرف حکم دے رہے ہیں، تم جاؤ اور اس کی تعزیت کرو، اس سے افسوس کا اظہار کرو۔ افسوس کے اظہار کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا افسوس اور بڑھاؤ، بھئی ایسی باتیں کرو کہ اس کا افسوس کم ہو، وہ اسی میں گھل نہ جائے، پریشانی بڑھاؤ نہیں، پریشانی کم کرو۔ اور وعدہ ہے کہ دوسرے کو تسلی دے دو گے، تو تم کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا، جیسا اس مغموم کو پریشانی والا ثواب مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ تو بیشک حکم دے رہے ہیں، کہ تم جا کر دوسرے کو تسلی دو۔ میرا بندہ مغموم ہے، پریشان حال ہے، تم تسلی دو، ہم تم کو بھی اتنا ہی ثواب دے دیں گے۔ اپنے مسلمان بندے کو پریشان حال دیکھنا نہیں چاہتے، اس لئے دوسروں کو کہا کہ تم کو ثواب دے دیں گے، جاؤ تم اس کو تسلی دے دو، وہ تو بڑے مہربان ہیں۔

ہر چھوٹی بڑی مصیبت پر ثواب ملتا ہے

ایک دفعہ ام سعد ایک صحابیہ تھیں وہ بخار کی وجہ سے کچھ کلمات کہہ رہی تھیں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام سعد! بخار کو برا نہ کہو،

اس سے گناہ دھلتے ہیں، اپنے ایک دن کے بخار سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اندازہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کیسے مہربان ہیں؟ ہم سمجھتے ہیں ہمیں تکلیف ہو رہی ہے اور وہ تکلیف کے ذریعے ہمارے گناہ معاف فرما رہے ہیں، اپنا قرب نصیب فرما رہے ہیں، فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر تکلیف کی چیز جو بھی ہو کوئی تکلیف، دکھ، پریشانی ہو، حتیٰ کہ کانٹا لگ جائے، حتیٰ کہ کوئی چیز رکھ کے بھول جائے، سب پر ثواب ملتا ہے، جو بھی آپ کی مرضی کے خلاف ہو، سب پر ثواب ملے گا یا گناہ معاف ہوں گے یا ترقی ہوگی، ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے چراغ جل رہا تھا ہوا کا جھونکا آیا چراغ بجھ گیا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی کوئی بھلا مصیبت کی چیز ہے؟ آپ اِنَّا لِلّٰهِ الخ پڑھ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! ہر ناگوار چیز پر، ہر مصیبت پر، ثواب ملتا ہے، چاہے چھوٹی ہو یا بڑی۔

بچوں کی وفات پر صبر سے والدین کی مغفرت

ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے تین بچے فوت ہو جائیں وہ جنت میں جائے گا ایک صحابی بیٹھے ہوئے تھے ان کے دو بچے فوت ہوئے تھے، انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے دو بچے فوت ہو جائیں؟ فرمایا وہ بھی جنت میں جائے گا ایک دوسرے صحابی تھے ان کا ایک ہی بچہ فوت ہوا تھا فرمایا جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو؟ فرمایا

وہ بھی جنت میں جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا کوئی بچہ بھی نہ ہو تو؟ فرمایا جس کا کوئی بچہ بھی نہ ہو اس کے لئے میں ہی جا رہا ہوں، میری موت کا صدمہ تھوڑا تو نہیں ہے یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو بچہ جس کو کہتے ہیں کہ وہ اسقاط ہو گیا حمل گر جاتا ہے وہ بچہ جا کر کل قیامت میں اڑ جائے گا۔ ضد کرے گا کہ میں تو اپنے ماں باپ کو لے کے جنت میں جاؤں گا ضد کرے گا اللہ تعالیٰ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے سقط! اسقاط والے بچے! جا اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا اس سے اندازہ لگائیے اللہ تعالیٰ کتنے مہربان ہیں؟ نابالغ اولاد مرتی ہے جب بھی انسان اس کی وجہ سے جنت میں چلا جاتا ہے۔

رحمت حق بہانہ می جوید

بہا نمی جوید

وہ تو بہانہ تلاش کرتے ہیں۔ اچھا صاحب! جب ایسے ہمارے کسی عزیز کا انتقال ہو جائے ہم کہتے ہیں صاحب! صبر کرو صبر کرو وہ کبھی ذکر کرنا چاہے تو روک دیتے ہیں اس کا گلہ گھونٹنا نہیں چاہئے کبھی کبھی چرچہ کرلیں تو حرج نہیں ہے، غبار دل کا نکل جاتا ہے بلکہ اگر رونا آئے تو آنسو بہا دے تو ڈر نہیں ہے اس سے بھی دل ہلکا ہو جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اپنے عزیز کی یاد آئے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ پڑھنا چاہئے جب پہلے دن صبر کرنے کا ثواب ملا تھا بار بار جب بھی یاد آئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ پڑھو وہی پھر ثواب تم کو ملتا رہے گا۔

غم اور مصیبت سے تواضع پیدا ہوتی ہے

انحطاط بڑی اونچی بات ہے جو انسان کو صبر اور حادثات سے حاصل ہوتی ہے، جب بھی عزیز کا انتقال ہوتا ہے تو رنج غم پریشانی ہوتی ہے رنج غم کیلئے جب کوئی مصیبت آتی ہے تو دل ٹوٹ جاتا ہے، اور دل کے اندر تواضع پیدا ہو جاتی ہے دل کی صفائی ہو جاتی ہے درجے بڑھ جاتے ہیں، تو یہ جو باطن کا (تصفیہ) ہو جاتا ہے تواضع پیدا ہو جاتی ہے یہ، بہت اونچی چیز ہے جو اس سانحہ کی وجہ سے ملی۔

میاں مظفر حسین کی تواضع کا واقعہ

میاں مظفر حسین صاحب کا واقعہ پہلے سنا ہوگا آپ لوگوں نے ایک دفعہ وہ جا رہے تھے اور راستہ میں ایک سرائے میں ٹھہرے، سرائے میں ایک چارپائی ملی ساتھ میں ایک بنیا کی چارپائی تھی، اس بنیا کا ایک لڑکا تھا اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے اب آپس میں جب بات چیت ہو رہی ہے آپ کہاں جا رہے ہو کیوں جا رہے ہو؟ مولانا نے بنیۓ سے پوچھا اس نے ان سے پوچھا بات ختم ہوئی تو سو گئے جب صبح بنیا اٹھا تو دیکھا بچے کے سونے کے کنگن غائب ہیں تو کہنے لگا یہ وہی شخص جو میرے برابر میں تھا اسی کی حرکت ہے، مولانا مظفر حسین صاحب بڑے اونچے درجے کے بزرگ تھے انہوں نے کہا کہ کہاں جا رہے ہیں؟ کیونکہ وہ تو سویرے سویرے چل دیئے کیونکہ اللہ والے سویرے سویرے سفر کرتے ہیں یہ پیچھے بھاگا جا کر راستہ میں پکڑ لیا کہا اچھا تم نکلے میرے پیچھے کنگن اٹھا کر لے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ بھئی میں نے نہیں

لئے زور سے مارنا شروع کیا اس نے وہ کہنے لگے بھئی میں نے نہیں چرائے وہ کہنے لگا کہ نہیں میں تم کو تھانہ لے چلوں گا چلتے چلتے آگے گئے تو وہاں ایک تھانہ تھا تو جب گئے تو وہاں تھانیدار سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا میاں صاحب نے کہا کہ دیکھ بات یہ ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے تیرے کنگن نہیں چرائے ہیں اور یہ تھانیدار بھی میرا مرید ہے اگر اس کو پتہ لگا کہ تو مجھے چور بنا رہا ہے اور تو نے مجھے مارا بھی ہے تو پھر تیری خیر نہیں ہے، تو میری تلاشی لے لے ورنہ تیری خیر نہیں ۔ ہے اس کے دل میں بات بیٹھ گئی تو وہ واپس آ گیا اب میاں صاحب بزرگ تو تھے ہی جو لوگ ہاتھ چومتے تھے فرمایا ان کو کیا پتہ میرا؟ میری حقیقت تو اس نے پہچانی ہے جو دھول اس نے مجھے ماری تھی اس کے بعد جو میرے دل میں تواضع پیدا ہوئی تھی اس کی قیمت میں جانتا ہوں یہ تواضع بڑے بڑے مجاہدات سے حاصل نہیں ہوتی جو اس کی دھول سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ جب بھی وہ واقعہ یاد کیا اس کی وہ دھول مجھے بڑی قیمتی یاد آئی جس سے مجھ میں وہ تواضع پیدا ہوئی تھی تو فرماتے ہیں جب بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے سانحہ پیش آتا ہے کسی عزیز کا انتقال ہو جاتا ہے تو دل کے اندر شکستگی پیدا ہوتی ہے تواضع پیدا ہوتی ہے باطن کی صفائی ہوتی ہے فرماتے ہیں یہ وہ قیمتی چیز ہے جس کی حفاظت کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ نے تو اس سانحہ کی وجہ سے تمہیں ایک دولت عطا فرمائی ہے، ایک مقام عطا فرمایا ہے، ایک موتی عطا فرمایا ہے، تو غفلت سے اس کو ضائع نہ کر دینا۔ اگر ضائع ہو گیا تو پھر سارا کیا بھلا بیکار جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس واقعہ کی وجہ سے تمہیں ایک بہت بڑی دولت عطا فرما دی ہے اور یہ دولت بڑے بڑے مجاہدات سے نہیں ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو محبوب بنا لیتے ہیں

اور ایک جگہ فرماتے ہیں: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو محبوب بنا لیتے ہیں اب کوئی تکلیف دکھ مصیبت آئے گی جب صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ محبوب بنا لیں گے، تو گویا کہ تکلیف کیا آئی، اللہ تعالیٰ کا محبوب بنانے کے لئے آئی، دکھ یا پریشانی کا واقعہ کیوں آیا؟ اللہ تعالیٰ نے محبوب بنانا تھا بندہ کو اس واسطے اس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مصیبت آئی تکلیف آئی دکھ آئے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ کا ساتھ نصیب ہو گیا محبت نصیب ہو گئی۔

جو ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے

پہلے سے لکھا ہوا تھا ابھی آسمان نہیں بنے تھے زمینیں نہیں بنی تھیں فرشتے نہیں بنے تھے، سورج چاند نہیں بنے تھے، تو جب روحیں بنی تھیں لکھا جا چکا تھا کہ فلاں وقت میں اسے پیدا ہونا ہے، فلاں وقت میں انتقال ہونا ہے، یہ تو یقینی ہونا تھا اور جو ہوتا ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے اسی میں خیر ہوتی ہے، انسان اتنا سمجھ لے کہ جو ہوا وہ اللہ کو منظور تھا جو اللہ کو منظور ہوتا ہے اسی میں خیر ہوتی ہے، بس پھر عقلی صبر ہو جاتا ہے طبیعت جو ہے وہ تاثر لیتی ہے، ایک معمولی چیز میں ہمارا نقصان ہو جاتا ہے دس روپے کا نوٹ گر جائے کچھ نہ کچھ صدمہ تو ہوگا، سو کا نوٹ گر جائے تو زیادہ صدمہ ہوگا اب پھر عزیز کا انتقال ہو جائے تو کتنا صدمہ ہوگا؟ قوی صدمہ ہوتا ہے اس کے لئے فرماتے ہیں کہ جب تم ہماری رضا پر راضی رہنے والے ہو تو

اب بار بار اس کا ذکر نہ کرنا تا کہ تمہارا صدمہ زیادہ نہ بڑھے۔ انا للہ جب چیز ہماری تھی تو تم کو کیا حق تھا؟ لیکن پھر بھی تمہارا اتنا تعلق رہا ہے اس لئے تم کو غم تو ہوگا لیکن تم اس کو بار بار یاد نہ کرو کبھی یاد کر لیا تسلی کیلئے لیکن بار بار یاد نہ کرو اس سوچ میں نہ لگے رہو اس سے توجہ دوسری طرف کرو گے تو ذہن ٹھیک ہو جائے گا۔ اب جب دوسری طرف توجہ کرنا ہو تو یا تو پھر نیکی میں لگ جاوے مثال کے طور پر تلاوت کرے نفلیں پڑھے، ذکر کرے کوئی اچھی کتابیں پڑھنا شروع کر دے، کچھ نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا شروع کر دے، تا کہ دھیان بٹ جائے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے تو ایک کام کیا ہم اس پر اعتراض کرنے بیٹھ جائیں کیوں؟ بھئی وہ مالک ہیں اپنی چیزوں کے جو چاہا کیا انہوں نے، ہم اعتراض کرنے بیٹھ جائیں تو ہمیں کیا حق ہے؟ یہ سوچو ہی مت کہ خیال ہی نہ آئے۔ اور فرماتے ہیں تم اگر کسی نیکی میں نہیں لگ سکتے تو سیر و سیاحت کر لو دوستوں کے ساتھ ملنا شروع کر دو کچھ اچھی باتیں پوچھنا شروع کر دو، ان کو کرنا شروع کر دو کہ بار بار اس کا خیال نہ لاؤ کیونکہ مشغول انسان جب ہوگا ناں تو دماغ سے خیال آہستہ آہستہ ہٹ جائے گا اور غم کم ہو جائے گا وہ چاہتے یہ ہیں میں نے جو کام کیا اس پر بندے کو راضی رہنا چاہیے اب ہم ناراضگی کا اظہار کریں تو ناراضگی کا اظہار کر کے جائیں گے ہم کہاں؟ نقصان اپنا ہی تو ہے۔

ایمان کی صفات

ایمان کی صفات میں سے ہے نا امنت با اللہ وملئکتہ و کتبہ ورسولہ والیوم الآخر والقدر خیرہ شرہ جہاں اللہ پر رسولوں پر آسمانی کتابوں پر فرشتوں پر یقین کرنا ہے قیامت کے دن پر یقین کرنا ہے وہاں تقدیر

پر بھی یقین کرنا ہے جو تقدیر اچھی ہے بری ہے اس پر یقین یہ تو میرا ایمان ہے تو تقدیر پر یقین کرنا یہ ایمان کی نشانی میں سے ہے اور یہی ایمان ہے

خواجہ عزیز الحسن مجذوب کا واقعہ

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ان کے ایک جوان بیٹے کا انتقال ہو گیا خواجہ صاحب بڑے حساس تھے دل کے نرم بہت تھے حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا کہ طبیعت کے نرم ہیں ایسا نہ ہو کہ صبر کا دامن چھوڑ بیٹھیں۔ حضرت نے فوراً ایک رقعہ لکھ کر بھیجا جنازہ جا رہا تھا راستہ میں رقعہ ملا تو خواجہ صاحب نے کھولا اور پڑھا اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا حق تعالیٰ جل شانہ اپنے بندوں میں خواہ کیسا ہی ناگوار تصرف کیوں نہ فرمالیں اس پر دل سے راضی رہنا فرض ہے۔ دل سے راضی رہنے کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو یہ واقعہ منظور تھا اس واسطے ہوا اور اسی وقت ہو سکتا تھا اس کے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا تھا، جوان کو منظور ہوا اسی میں خیر ہے۔ بس، یہ دل سے راضی رہنا ہے طبیعت صدمہ لے تو ڈر نہیں ہے اس کی یاد آئے تو دوسری طرف خیال کرو بار بار یاد نہ کرو پھر وہ غم بھی ہلکا ہو جائے گا۔

خلاصہ وعظ

(ترجمہ آیت) جو لوگ اس پر صبر کرتے ہیں ان کے اوپر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور وہ لوگ نجات پانے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور نجات کو حاصل کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا اور ایسے ہر قسم کے طبیعت خلاف واقعہ پر راضی رہنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

موت یقینی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

موت یقینی ہے

خطبہء مسنونہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّلَہٗ۔ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ۔ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَشَفِیۡعَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا۔

اَمَّا بَعۡدُ: فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ..... وَاِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ۞

موت تو آ کر رہتی ہے

آپ حضرات نے خبر سن لی ہوگی کہ ہمارے امام صاحب حاجی عبدالستار صاحب کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے عید کے دوسرے دن ان کو تکلیف ہوئی دو چار دن یہاں علاج ہوا پھر کراچی لے جایا گیا آغا خان ہسپتال میں

وہاں فائدہ نہ ہوا ایک اور بڑا ہسپتال ہے وہاں منتقل کر دیا گیا اور تدابیر کے لحاظ سے علاج معالجہ کے لحاظ سے کوئی کسر باقی نہ رہی لیکن یہ وقت متعینہ موت کا جو ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا یہ تو آ کر رہتی ہے اور یہ موت نہ بادشاہوں کو چھوڑتی ہے نہ وزیروں اور امیروں کو چھوڑتی ہے نہ اولیاء کو چھوڑتی ہے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی اسی موت کے ذریعے اس جہاں سے کوچ کر گئے تو جب نہ اولیاء اللہ رہے نہ انبیاء علیہم السلام رہے نہ بڑے بڑے بادشاہ رہے تو کیا ہم نے یہاں رہنا ہے؟

حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ کی اہلیہ کی وفات اور تدفین کا واقعہ

کراچی میں یہ سانحہ ہوا حاجی صاحب کے بڑے لڑکے احمد ان کے ساتھ تھے ہسپتال میں بڑی بھاگ دوڑ کی اُن کا تقاضا یہ تھا کہ میت کو سکھر لے جایا جائے لیکن حاجی صاحب جو ہیں چونکہ دین اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں بسایا ہوا ہے اور دین کی اہمیت ان کے دل کے اندر موجود ہے انہوں نے کہا کہ نہیں دین کا جو مسئلہ ہے اسی پر عمل کریں گے، چاہے کوئی ناراض ہو، کوئی گلہ کرے کوئی شکوہ کرے، ہم نے دین پر عمل کرنا ہے، اگر تمہاری والدہ ہیں تو میری بھی کچھ لگتی ہیں۔ دین کے مسئلے کا ایسا وقت اس سے ہم چوک جائیں گے تو عمل کب ہوگا؟ چنانچہ آخر میں فیصلہ یہی ہوا کہ وہیں دفن کیا جائے گا یہ حاجی صاحب کے بڑے بچے کی بات ہے کہ انہوں نے ماشاء اللہ اس پر عمل کیا

سوچنے کی بات ہے، اگر میت کو وہاں سے لاتے آخر کسی ٹرک پر لاتے کسی ویگن پر لاتے یا ایمبولینس پر لاتے آپ دیکھیں کہ اگر آپ کو اس طرح کسی بکس میں بند کر کے اتنے میل کا سفر کرایا جائے آپ کا کیا حال ہوگا؟

میت کا جہاں انتقال ہو وہیں دفن کرنا چاہئے

حالانکہ حکم شریعت کا یہ ہے کہ جہاں انتقال ہو وہیں دفن کرنا چاہئے دوسری جگہ نہیں لے جانا چاہئے یہ الگ بات ہے کہ نوا پنڈ ہے نیا گڑھ ہے سکھر ہے نئے پنڈ سے سکھر لانا یا اسے نئے پنڈ لے جانا یہ پاس پاس کی بات ہے لیکن دور سے لانا ایک سو میل سے لے جانا یہ منع کر دیا شریعت نے۔ اس کے بڑے بڑے فائدے ہیں ظاہری فائدے بھی ہوتے ہیں اور کچھ اخروی فائدے بھی ہوتے ہیں کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ میت کو منتقل کیا گیا لاش راستے میں ہی پھٹ گئی پیٹ پھول گیا ناک سے پانی آنا شروع ہو گیا منہ سے پانی بہہ رہا ہے، فضلہ خارج ہو گیا چہرہ دیکھنے کو دل نہیں کرتا اور پھر حکم شریعت کا جو ہے، وہ تو ہر بات سے اوپر رہے گا میت جب مردہ ہو جاتا ہے فوت ہو جاتا ہے وہ چاہتا ہے جلدی مجھے لے جاؤ چنانچہ جنازہ جب لے جاتے ہیں تو میت کہتی ہے قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي إِلَى اللهِ تَعَالَى مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف جلدی لے جاؤ مجھے اپنے گھر کی طرف جلدی پہنچاؤ اسی واسطے حکم ہے کہ میت کو جلدی دفنانا چاہئے اس لئے کہ اگر مردہ ایمان کے ساتھ رخصت ہوا ہے اس کو اچھا ٹھکانہ ملنا ہے تو جلدی کیوں نہیں بھیجتے؟ اپنے پاس کیوں رکھا ہوا ہے؟ اگر مردے کو عذاب ہونا ہے تو عذاب والی چیز اپنے پاس رکھ کے کیا کریں گے؟

غیر وطن میں فوت ہونے والے کی قبر میں فراخی

ایک اور عجیب چیز ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غیر وطن میں فوت ہو جائے وہاں سے لے کر اس کے گھر تک اس کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے یہ صرف غیر وطن میں فوت ہونے کا نتیجہ ہے عمل کا نتیجہ نہیں اور اگر عمل کام آئے تو پھر اور بھی اونچا درجہ ہے اب یہ اتنا اونچا درجہ ہے کہ اس کو عالم برزخ میں اتنی لمبی چوڑی قبر مل گئی ہے اور ہم اس کی قبر کو چھوٹا کر رہے ہیں اگر لے کے گھر آ رہے ہیں۔

موت مؤمن کیلئے تحفہ ہے

یہ موت ایسی چیز ہے کہ اس نے بڑے بڑے بادشاہوں کی گردنوں کو توڑ دیا پہلے زمانے میں روم کا بادشاہ سب سے بڑا مانا جاتا تھا دنیا میں اس کو قیصر کہا کرتے تھے اور اس طرح ایران کا بادشاہ سب سے بڑا مانا جاتا تھا اس کو کسریٰ کہتے تھے، لوگوں نے مقولہ بنایا کہ یہ موت ایسی چیز ہے کہ جس نے قیصر روم تھا ان جیسے بادشاہوں کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا اور موت ایسی چیز ہے کہ جو ایران کے بادشاہ تھے جن کو کسریٰ کہتے تھے ان کی بھی کمریں توڑ دیں اس نے اور حقیقت میں موت مومن کے لئے تحفہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ موت تو مومن کے لئے تحفے کی چیز ہے۔

بوقت وفات نیک شخص کیلئے تین پیغامات

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن کا وقت قریب ہوتا ہے تو پانچ سو فرشتوں کی جماعت آ کر اس کے سامنے بیٹھ جاتی ہے، ان کے نورانی چہرے ایسے چمکتے ہیں جیسے سورج چمک رہا ہے اور ان کے ہاتھ میں جنت کا کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبوئیں ان کے پاس ہوتی ہیں اور قطار بنا کر آ کے بیٹھ جاتے ہیں اور مرنے والا ایمان والا آدمی ان کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے اور موت کا وقت تو خطرناک ہوتا ہے اُس کے لیے جو کافر ہے فاسق ہے گناہ گار ہے، لیکن جو ایمان والا ہے اللہ کا مقبول بندہ ہے وہ دیکھ دیکھ کے خوش ہو رہا ہے، اس کی گھبراہٹیں اس کی پریشانیاں دور ہو رہی ہیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام موت کا فرشتہ آ جاتے ہیں اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے جانِ پاک چل اللہ تعالیٰ کی طرف تو ان سے راضی وہ تجھ سے راضی اور اللہ کی طرف چل جو تیرے اوپر بڑے مہربان ہیں غصے نہیں ہے اور یہی عزرائیل علیہ السلام آ کر مرنے والے سے کہتے ہیں السلام علیک یا ولی اللہ اے اللہ کے ولی تجھ پر سلام ہے۔ روح قبض کرنے والا فرشتہ سلام کر رہا ہے اور دوسرا پیغام دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ بھی تم کو سلام دے رہے ہیں اور تیسرا پیغام یہ ہے جہاں تو جا رہا ہے اس کا خوف نہ کر اور جو پیچھے چھوڑ کر جا رہا ہے اس کا بھی غم نہیں کر، آگے خوف ختم ہو رہا ہے پیچھے کا غم دور کیا جا رہا ہے، اس کے ساتھ خوشخبری یہ دے رہے ہیں کہ تو جنت میں جا رہا ہے جس کا تجھے وعدہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں نیک اعمال کرو تجھے جنت ملے گی، تو جنت میں جا رہا ہے ابھی سانس لے رہا ہے ہمارے سامنے اس کو خوشخبری مل رہی ہے۔

نیک آدمی کیلئے جنت کی خوشخبری

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی نیک اعمال کا ذخیرہ لے کے ایمان کو سلامتی کے ساتھ قبر میں لے جاتا ہے تو اس کو مرنے سے پہلے جنت کی خوشخبری مل جاتی ہے، قبر کے اندر جاتا ہے تو اس کو جنت کی خوشخبری مل جاتی ہے، جب قبر سے اٹھایا جاتا ہے میدان محشر میں لے جایا جاتا ہے جب بھی اس کو جنت کی خوشخبری مل جاتی ہے، تاکہ کسی موقع پر گھبراہٹ نہ ہو اس کو، فرماتے ہیں ایک دروازہ وہ ہے جس سے انسان کے نیک اعمال جاتے ہیں آسمان میں۔ جب ایسا مومن بندہ فوت ہوتا ہے تو وہ دروازہ روتا ہے اس پر بلکہ یہاں تک کے جس جگہ سجدے کیا کرتا تھا نمازیں پڑھا کرتا تھا وہ جگہ بھی روتی ہے اس کے مرنے کے بعد اور قیامت میں یہ جگہیں گواہی دیں گی ساری۔

حضرت مولانا فقیر محمدؒ کا عجیب خواب

یہ مولانا فقیر محمد صاحب ان کو دیکھا ہو گا یہ تشریف لائے تھے دو، تین دفعہ بہت روتے ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال میں جب تین دن باقی تھے انہوں نے دیکھا کہ خانقاہ کی دیواریں، خانقاہ کے دروازے، چٹائیاں لوٹے رو رہے ہیں اس قدر رو رہے تھے کہ یہ مولانا ان کا رونا برداشت نہیں کر سکے اور وہاں سے چلے آئے یہ آئے اپنی جگہ پر راستے میں پیچھے سے اطلاع پہنچی کہ حضرت تھانویؒ کا انتقال ہو گیا۔

اللہ کے مقبولین کی روحیں جنت میں چلی جاتی ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک حدیث میں کہ جو شہداء ہیں ان کی روحیں جنت میں بھیجنے کے لئے کچھ پرندے بن جائیں گے۔ پرندوں کے اندر سبز پرندے ان کا ڈھانچہ ہوتا ہے ان پرندوں کے بدن کے اندر ان کی روح ہو گی یعنی شہداء کی، تو جنت میں جس طرف چاہیں گے سیر کرتے پھریں گے، چہچہاتے پھریں گے کھاتے پھریں گے، اسی طرح اللہ کے جو مقبولین ہوتے ہیں ان کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں منتقل کر دی جاتی ہیں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ شرط یہی ہے کہ انسان اعمال صالحہ کا ذخیرہ ساتھ لے جائے اچھا یہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے روح قبض کی نیک شخص کی تو آپ فرماتے ہیں جتنی دیر میں آنکھ جھپکتے ہیں وہ جو فرشتے آئے ہوئے ہیں وہ اتنی دیر بھی روح حضرت عزرائیل علیہ السلام کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً کفن میں لپیٹ لیتے ہیں۔

ملک الموت کا مومنین کیلئے خوب صورت اور کفار کیلئے خوفناک شکل اختیار کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک دفعہ ملک الموت سے عرض کیا کہ آپ مجھے وہ شکل دکھاؤ جس سے آپ اللہ کے منکرین اور کافرین اور مشرکین کی روح قبض کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ آپ دیکھ نہیں سکو گے خدا کی قسم، انہوں نے پھر کہا کہ دکھا تو دیں ایک بار حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا

آپ اس طرف منہ کریں...... اس طرف منہ کر کے پھر ادھر منہ کیا تو اس قدر سیاہ رنگ بڑے بڑے بال آنکھیں سرخ آگ نکل رہی ہے، بڑی دردناک آواز ہے تو غش کھا کر گر پڑے، جب ہوش آیا تو فرمایا مرنے والے کی روح قبض کرنے کی جو اس کو تکلیف ہوتی ہے وہ تکلیف الگ، تجھے دیکھنے کی تکلیف ایک طرف ہے یہ بھی کوئی کم تکلیف نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ مومن کی روح قبض کرتے ہو جس شکل میں وہ دکھاؤ چنانچہ جب وہ شکل دکھلائی تو وہ بڑی خوبصورت شکل ہے اور خوشبوئیں آرہی ہیں۔ لپٹیں آرہی ہیں بہترین لباس فرمایا مومن کیلئے تو یہ بھی کافی نعمت ہے مزید روح کا آسانی سے نکلنا بھی نعمت ہے۔

ہر مومن کی روح کے ساتھ نرمی ہوتی ہے

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے پاس تھے تو ملک الموت تشریف لے آئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ نرمی کرنا اس نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے دل کو خوش کر لیجئے آنکھیں ٹھنڈی کیجئے میں ہر مومن کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہوں آپ کے ہر امتی کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہوں۔

نیک روح کا ساتوں آسمانوں پر استقبال ہوتا ہے

اچھا صاحب وہ فرشتے جنہوں نے نیک آدمی کی جب روح قبض کر لی ہے، روح لے لی ہے اور جنت کے کفن میں اس کو لپیٹ لیا ہے تو اب وہ پھر آسمان پر چڑھنا شروع کرتے ہیں تو راستے میں جتنی بھی فوجوں کی فوجیں ملتی

ہیں فرشتوں کی، وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کونسی مبارک روح ہے؟ کہ آپ اسے بڑے ہی عزت واکرام کے ساتھ لے جا رہے ہیں، جنت کا کفن ہے خوشبوئیں آرہی ہیں تو اس کا فرشتے بڑی ہی عزت کے ساتھ نام لیتے ہیں کہ فلاں شخص ہے فلاں کا بیٹا ہے، بڑا اچھا تھا ایسا تھا ایسا کر کے نام لیتے ہیں، حتیٰ کہ اسی طرح استقبال ہوتے ہوتے آسمانِ دنیا پر جاتے ہیں۔ وہاں بھی سارے فرشتے اس طرح پوچھتے ہیں اور یہ اسی طرح بتاتے ہیں حتیٰ کہ آسمان دنیا سے دوسرے آسمان تک جتنے بھی فرشتے ملتے ہیں ان کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے، سارے فرشتوں کے ساتھ یہ بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ بات کرتے کرتے ساتویں آسمان تک سفر کر کے جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوتے ہیں فرماتے ہیں کہ اب اس کا نام علیین میں جنت میں لکھ دو۔

قبر کے تین سوالات اور انکے جوابات

اور اس روح کو اس کے جسم کی طرف بھیجتا کہ سوال جواب دے اب جب روح واپس آتی ہے تو فرماتے ہیں وہ دو فرشتے منکر اور نکیر آجاتے ہیں وہ اس کے جسم کو بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں مَن رَّبُّكَ تم جانتے ہو تمہارا رب کون ہے؟ اور جس نے اپنے رب کو یاد کیا ہو ہمیشہ تو وہ اپنے رب کو تھوڑا ہی بھولے گا؟ مصیبت ان کے لئے ہے جو رب کی طرف متوجہ نہیں ہوتے وہ کہیں گے هَاهَ لَا اَدرِی ہائے مجھے معلوم نہیں، ہائے مجھے معلوم نہیں، تو مومن جو ہے جو اللہ کو یاد کرنے والا ہے فوراً بول اٹھے گا رَبِّیَ اللّٰہُ میرا رب اللہ ہے دوسرا سوال ہوا۔ مَا دِینُكَ دین کیا ہے؟ فوراً کہے گا دِینِیَ الاِسلَامُ۔

اس ذات گرامی کو جانتے ہو کون تھے؟ تمہاری طرف بھیجے گئے تھے
فوراً جواب دیتا ہے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آسمان سے
ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے بالکل سچ
سچ جواب دیا ہے اب یہ کامیاب ہو گیا ہے فتنۂ قبر اسی کو کہتے ہیں اور امتحان قبر
بھی اسی کو کہتے ہیں اس امتحان میں کامیاب ہونا بڑی کامیابی ہے، اب فرماتے
ہیں میرا بندہ کامیاب ہو گیا اب اس کے بدلے میں جنت کا فرش بچھا دو
وَالْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ جنت کا لباس پہنا دو۔ وَافْتَحُوا لَهٗ بَابَ الْجَنَّةِ جنت کا
دروازہ کھول دو خوشبودار ہوائیں آتی رہتی ہیں۔

عالمِ دنیا اور عالمِ برزخ کی مثال

اور قبر صرف یہ قبر مراد نہیں ہے بلکہ یہ عالم برزخ مراد ہے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے اس دنیا کے عالم کی اور عالم برزخ کی مثال اس
طرح دی ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے نہ کوئی تکلیف ہوتی ہے بڑے
آرام سے کھاتا پیتا رہتا ہے کوئی تکلیف ہی اس کو نہیں ہو رہی ہوتی اور ماں کے
پیٹ سے نکلنا نہیں چاہتا ہے، جب نکل جاتا ہے نشوونما پاتا ہے شعور ہو جاتا ہے
بڑا ہو جاتا ہے پھر اگر اس کو کہا جائے ماں کے پیٹ میں جانا چاہے گا؟ تو پھر جانا
نہیں چاہتا ہے اتنی وسیع وعریض دنیا دیکھ کر ماں کے چھوٹے سے پیٹ میں کیسے
جائیگا وہ؟ اسی طرح فرماتے ہیں یہ عالم برزخ جو ہے ایک دنیا کی طرح سمجھ لو
اور اس دنیا کو ماں کے پیٹ کی طرح سمجھ لو وہاں جائے تو آنا نہیں چاہے گا اور
یہاں کے مقابلے میں بہت وسیع وعریض عالم برزخ ہے، یہ قبر تو ذریعہ ہے عالم

برزخ میں داخل ہونے کا اسی لئے جو بھی مرتا ہے قیامت تک عالم برزخ میں
رہتا ہے اور وہ سارا معاملہ روح کے ساتھ ہوگا یہ جسم تو چند دن کے بعد گل سڑ جاتا
ہے پھر وہاں قیامت میں یہی جسم دوبارہ ملے گا اور برزخ میں جسم مثالی ملتا ہے
اس کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔

تا حدِ نگاہ قبر کا وسیع ہونا

اور فرماتے ہیں پھر جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے اس کی قبر وسیع
ہو جاتی ہے اور ایک نہایت حسین شکل والا بہترین لباس والا شخص جس سے
خوشبوئیں آرہی ہیں آ کر اس کو خوش خبری دیتا ہے کہ میں تیرے پاس ہوں تم
فکر نہ کرو تمہیں کوئی غم نہیں ہوگا تکلیف نہیں ہوگی غم نہ کرو تمہیں کوئی تکلیف نہیں
ہوگی یہ نہیں ہوگا وہ نہیں ہوگا۔ وہ کہے گا تیرے چہرے سے باتوں سے ہر طرح
کی بھلائی ٹپک رہی ہے تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں تیرا نیک عمل ہوں قیامت تک
میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ تجھ سے جدا نہیں ہوں گا۔ کتنے انعامات ملے ہیں؟
پہلے تو مرنے کے وقت کی خوشخبری ہے ملک الموت نے دی قبر میں جنت کا لباس
جنت کا فرش جنت کی خوشبوئیں حد نظر تک قبر پھیلائی گئی ہے اور اعمال صالحہ کا
مجسم موجود تو کیا کمی ہے؟ مصیبت تو ہے کافر اور منکر کی اور مشرک کی ان کے
سارے معاملے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔

جو آخرت کی تیاری کرتا ہے اس کیلئے نیک بختی ہے

اور پھر میدان محشر میں ہر ایک کو اعمال نامہ تو ملنا ہی ہے ناں اعمال نامہ
بھی مل جائے گا پل صراط پر بھی تو چلنا پڑے گا تو پل صراط پر سے بعض لوگ بجلی

کی طرح چلے جائیں گے بعض لوگ تیز ہوا جیسے چلتی ہے۔ اسی طرح بعض لوگ تیز رفتار گھوڑے کی طرح بعض اونٹ کی طرح بعض تیز رفتار دوسری سواریوں کی طرح بعض جیسے آدمی تیز دوڑتے ہیں اس طرح بعض لوگ لڑکھڑاتے ہوئے بعض پیدل اور بعض تھوڑا سا چلیں گے پھر نیچے گر جائیں گے یہ سارے منظر پیش آنے والے ہیں مرنے کا منظر بھی پیش آنے والا ہے ہم میں سے ہر ایک کو پیش آئے گا یہ نہیں کہ کوئی ایک آدمی بچ جائے گا آج تک جب کوئی مرنے سے کوئی بچا نہیں ہے تو ساری منزلیں بھی پیش آئینگی خوشخبری۔ سعادت مندی، نیک بختی اس کے لئے ہے جو اس کی تیاری کرتا ہے اور بدبختی پریشانی تکلیف اور دکھ اس کے لئے ہے جو اس کو مانتا نہیں ہے اور اس کی تیاری نہیں کرتا ہے اس واسطے ہمیں چاہئے کہ مرنے کا وقت تو آنے والا ہے مرنے کا وقت تو متعین ہے پتہ نہیں کب آجائے؟ آپ جتنی بھی تدبیریں کر سکیں کرلیں لیکن مرنے سے نہیں بچ سکتے جو یقیناً آنے والی چیز ہے اس کی تیاری بھی یقیناً کرنی چاہئے۔

مراقبۂ موت

حضرت ابودرداء جو ہیں رضی اللہ عنہ وہ فرماتے ہیں تو مردے کو یاد کرے تو اپنے کو بھی ان میں شمار کیا کر۔ سعادت مند شخص ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت پکڑے تو ایسی باتیں ساری جو ہم سوچتے ہیں اور ہمیشہ سوتے رہیں قبرستان جائیں تو وہاں سوچیں بیماروں کو دیکھیں تو سوچیں کہ یہ بیمار، بیمار پڑا ہے پتہ نہیں کب جائے گا؟ کیا ہوگا؟ کل کو میں بیمار ہوں گا مر جاؤں گا کیا ہوگا؟ یہ ساری تدبیریں ہیں ان سے موت کی یاد دل پر تازہ رہتی ہے بلکہ یہاں تک غالب ہو جاتی ہے کہ آنکھوں کے سامنے رہتی ہیں تو ہر وقت موت کو انسان

اپنے سامنے رکھتا ہے تو پھر بعید نہیں کہ یہ شخص دنیا سے نفرت کرے اور آخرت کی تیاری کرے، ورنہ صاحب اگر کوئی غور سے یاد نہ کرے موت کو زبان کی نوک سے یاد کرے اس کا فائدہ نہیں ہوگا جب تک اپنے اوپر حالات کو وارد نہ کرے جب تک نہیں ہوگا ہمارے بزرگوں نے اس واسطے مراقبۂ موت تجویز کیا ہے فرماتے ہیں بہترین طریقہ اور آسان طریقہ دین پر لگنے کا اور گناہوں کے چھوڑنے کا یہ ہے کہ اپنی موت کو یاد کرو جب آپ موت کو یاد کرتے رہو گے اس دنیا سے تنفر ہو جائے گا دنیا سے بے رغبتی ہو جائے گی اور آخرت کی تیاری میں لگے رہو گے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا کی ملازمت بھی چھڑائی جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا کی تجارت چھوڑائی جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا کے کام چھوڑائے جائیں کام سارے کرو لیکن جائز طریقے سے کرو حلال طرح سے کرو ناجائز نہ کرو تو ایسا آدمی موت کی تیاری کرتا ہے سکھر میں ایک بزرگ تشریف لائے تھے وہ یہیں بیان فرما رہے تھے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری آخرت بن جائے اگر تم یہ چاہتے ہو کہ دنیا کی وہ رسوم جن میں مبتلا ہو کے گناہوں میں لگے ہوئے ہو اور دنیا تم کو بڑی لذیذ معلوم ہو رہی ہے اور اگر تم چاہتے ہو کہ ان رسوم اور گناہوں سے بچ جائیں تو میں تم کو نسخہ بتاتا ہوں اس کے بعد تفصیل کے ساتھ انہوں نے یہ نسخہ بتایا موت کو یاد کرنے کا۔ پھر فرمایا یہ نسخہ بڑا مجرب ہے اور مجرب المجرب ہے اور کئی بار کا آزمایا ہوا ہے اور آخر میں فرمایا بھی اگر اعتبار نہ ہو تو آزما کر دیکھ لو پھر مجھے جھٹلا دینا تو بزرگوں نے اس سوچنے کو بڑی اہمیت دی ہے کہ ہمیں خوب سوچنا چاہئے اس کو تا کہ ہم آخرت کی تیاری کر سکیں۔

ملک الموت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

فرماتے ہیں ملک الموت جو ہیں ان کا نام عزرائیل ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے عزرائیل کوئی شمال میں کوئی جنوب میں کوئی مشرق میں کوئی مغرب میں کوئی کہیں ہے کوئی کہیں ہے کہیں وبا پڑا ہے کہیں لشکر آپس میں لڑ رہے ہیں تو تم ان صورتوں میں روحوں کو کیسے قبض کر لیتے ہو؟ تو ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خلیل اللہ! میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ جس روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھے بتاتے ہیں کہ اس کو لینا تو میں اس روح کو بلاتا ہوں وہ میری دو انگلیوں کے درمیان میں آجاتی ہے چاہے وہ مشرق میں ہو یا چاہے شمال میں ہو چاہے جنوب میں چاہے کہیں بھی ہو اور ایک روایت میں آتا ہے کہ میرے سامنے ایک طشت کی طرح آجاتا ہے اور اس طشت میں ساری روحیں ہوتی ہیں اس طشت کی روحوں میں سے ہیں جس کو چاہتا ہوں اٹھالیتا ہوں میرے لئے کوئی شکل نہیں ہے۔

ملک الموت کی حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دفعہ حضرت ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا آپ انصاف نہیں کرتے ہو کہ ایک گھر ہے ایک کو آپ نے لے لیا باقی سب روتے رہ جاتے ہیں وہاں سب کو لے لیا کرو تاکہ رونے والا تو نہ ہو ان کو پریشانی تو نہ ہو ناں، انہوں نے فرمایا اے نبی اللہ!

مجھے بھی اس کا علم نہیں ہے مجھے سب تحریریں مل جاتی ہیں فلاں فلاں کی روح قبض کرنی ہے میں ہر روح قبض کر لیتا ہوں اس میں کیا حکمت ہے کیا مصلحت ہے؟ وہی جانتا ہے مجھے معلوم نہیں ہے یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہروِ ملکِ عدم
دفعتاً اک روز یہ جائے گا تھم

ہر شخص کی موت قریب آ رہی ہے

تو یہ موت جو ہے دن بدن قریب آتی چلی جا رہی ہے جو چیز آ رہی ہے وہ دور نہیں ہوتی وہ نزدیک ہوتی ہے، جو جانے والی چیز ہے وہ دور چلی جاتی ہے اس واسطے موت کے لئے جو ہم گناہوں میں لگ جاتے ہیں، نافرمانی میں لگ جاتے ہیں اس کا واحد اور بہت بڑا کارگر نسخہ یہ ہے کہ آدمی موت کو یاد کرے، جب موت کو بار بار یاد کرتا رہے گا بار بار یاد کرتا رہے گا تو پھر انشاء اللہ اس کو پریشانی نہیں ہوگی بار بار یاد کرنے سے موت سامنے سمجھے گا اور نیک کام کرتے رہو آسان ہوں گے آخرت کی طرف رغبت ہوگی اور جب آخرت کی رغبت ہوگی تو پھر وہ پورے انہماک سے تیاری بھی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مجالس حسنہ اوّل

ازافادات قطب الارشاد عارف باللہ

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ

اہم عنوانات

۱ توکل وتفویض
۲ ٹی وی کی تباہ کاریاں
۳ تبلیغ کا حکم اوراس کا طریقہ
۴ گناہوں سے اجتناب اوراس کا حکم
۵ اللہ کی محبت اوراس کے ثمرات
۶ حضورؐ کی شان رحمت شفقت اور محبت
۷ اہتمام طلب مغفرت
۸ دُعاء

مجالس حسنہ دوم

ازافادات قطب الارشاد عارف باللہ

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ

اہم عنوانات

۱ صحبت اہل اللہ
۲ نسخۂ انابت حق
۳ نسخۂ معیت حق
۴ فرضیت اصلاح نفس
۵ رضائے حق کیلئے مجاہدہ
۶ آخرت سنوارنے کا فکر
۷ استحضار موت وآخرت
۸ ترجیح الآخرت
۹ حصول قرب ورضا
۱۰ یوم الحساب
۱۱ عورتوں کی خصوصیات اللہ کی نظر میں

ملنے کا پتہ: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نواب شاہ

خطبات الحفیظ (حصہ اول)

ازافادات: حضرت عارف باللہ قطب الارشاد ڈاکٹر حفیظ اللہ سکھروی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ

اہم عنوانات

۱ بسم اللہ کی برکات
۲ دنیا سے دل نہ لگاؤ
۳ توجہ کیجئے
۴ رحمتِ الٰہی سے مایوس مت ہوں
۵ خاتمہ بالایمان کی فکر کریں
۶ پانچ نعمتوں کی قدر کریں
۷ پردہ خواتین قرآن وحدیث کی روشنی میں
۸ فکرِ آخرت
۹ نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا طریقہ
۱۰ شیطانی وساوس اور اُن کا علاج
۱۱ نیک صحبت کے فوائد
۱۲ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو

خطبات الحفیظ (حصہ دوم)

اہم عنوانات

۱ خوفِ خدا
۲ محبتِ الٰہیہ
۳ ''بدنظری اور اُس کا علاج''
۴ ''شانِ عبدیت''
۵ اصلاح قلب
۶ کثرتِ ذکرُ اللہ
۷ حج وعمرہ کے فضائل
۸ سفرِ حج کے ایمان افروز واقعات
۹ ''خواتین کی رہیزگاری''
۱۰ تعلق مع اللہ
۱۱ مکہ اور مدینہ میں پیش آنے والے چند ایمان افروز واقعات

ترتیب وتدوین: مفتی عبدالروف رحیمی

0301-3818440

ناشر: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ نوابشاہ

حفاظ وقراء کے لیے انمول تحفہ

متشابہات کے حاشیہ والا سولہ سطری

قرآنِ مجید

چند اہم خصوصیات

۱۔ پورے قرآن میں مکرر آیات کی تعداد اور محلِ وقوع کا ذکر۔

۲۔ ملتی جلتی آیات کے درمیان فرق کی وضاحت۔

۳۔ وہ کلماتِ قرآنیہ جو لکھنے میں اور طرح اور پڑھنے میں دوسری طرح ہیں ان کی نشاندہی۔

۴۔ تلاوت میں پائے جانے والے عیوب کی نشاندہی۔

۵۔ طلباء کی دلچسپی کے لیے قرآنی معلومات پر مشتمل دو صفحات۔

اور دیگر کئی خوبیوں پر مشتمل نسخہ۔

ترتیب وتخریج — مفتی عبدالرؤف رحیمی

ملنے کا پتہ: مکتبہ فتحیہ متصل جامعہ محمدیہ عربیہ لطیف آباد نمبر ۲، نواب شاہ

خطبات

0301-3813440